ماہنامہ
جہد حق

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

HRCP

Monthly JEHD-E-HAQ - July 2015 - Registered No. CPL-13

جلد نمبر 22...... شمارہ نمبر 07 ...... جولائی 2015..... قیمت 5روپے

ایسے کہ جیسے شہر میں رہتا نہ ہو کوئی

07جون 2015: گلگت بلتستان:

ایچ آر سی پی نے گلگت بلتستان کے عام انتخابات کے مشاہدے کے لیے الیکشن مبصرین کی تربیتی ورکشاپ کا انعقاد کیا۔

اسلام آباد، 30 جون 2015: ''استحکام پذیر ترقی کے اہداف'' پر مشاورت کا اہتمام کیا گیا

''قانون ساز اداروں کی کارکردگی'' کے جائزے کے کام میں شہریوں کی شراکت کے حوالے سے سیمینارز کا اہتمام کیا گیا

26 جون 2015 : ''اذیت رسانی کے خلاف عالمی دن''

''اذیت رسانی کے خلاف عالمی دن''، پر ایچ آر سی پی نے ملک کے مختلف حصوں میں اذیت رسانی کے خاتمے کے لیے پُرامن احتجاجی مظاہروں کا اہتمام کیا

فہرست

گلگت بلتستان کی امنگیں	9
پروین رحمان کے اہل خانہ کو مقدمے سے دستبردار ہونے کے لیے دھمکیاں مل رہی ہیں	10
سول سوسائٹی کے حقوق	11
تشدد سے متاثرہ افراد سے اظہار یکجہتی کا عالمی دن	13
دوطرفہ تباہ کن خطابت	15
دہشت گردی کے واقعات میں ''بیرونی ہاتھ'' ملوث ہونے کے حکومتی دعوے پر تحفظات کا اظہار	16
خیبر پختونخوا کے بلدیاتی انتخابات سے ہم نے کیا سیکھا؟	17
اقلیتیں	19
صحت	23
عورتیں	25
بچے	27
''انتہاپسندی کے خاتمے کے لئے انسانیت دوست اقدار کا فروغ''	29
تعلیم	35
قانون نافذ کرنے والے ادارے	38
خودکشی کے واقعات	39
اقدام خودکشی	44
کاری، کارو کہہ کر مار ڈالا	46
جنسی تشدد کے واقعات	47
جہد حق پڑھنے والوں کے خطوط	52

کے پی میں بلدیاتی انتخابات کا انعقاد خوش آئند جبکہ پُر تشدد واقعات اور خواتین کے حقِ رائے دہی پر پابندی قابل مذمت ہے

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق نے خیبر پختونخوا میں بلدیاتی انتخابات کے مکمل ہونے کے عمل کو خوش آئند قرار دیتے ہوئے اپنی تشویش کا اظہار کیا ہے کہ خواتین کو اُن کے حق رائے دہی کے استعمال سے ماضی کی طرح اس مرتبہ بھی روکا گیا۔ اس کے علاوہ پولنگ کے عمل کو مکمل شفاف رکھنے کے لیے مناسب اقدامات نہ کرنے پر کمیشن نے ناپسندیدگی کا اظہار کیا ہے۔

کمیشن نے بلدیاتی انتخابات کے دوران تشدد کے واقعات کی مذمت کرنے کے علاوہ تقریباً ایک درجن شہریوں کی ہلاکت پر گہرے دکھ کا اظہار کرتے ہوئے انتخابی عمل کے دوران انتظامیہ خصوصاً سول آرمڈ فورسز اور پولیس کی انتظامی ناکامیوں پر گہری تشویش کا اظہار کیا اور کہا کہ امن وامان برقرار رکھنے میں ناکامی کو کسی صورت معاف نہیں کیا جا سکتا۔ لواحقین کے ساتھ تعزیت کرتے ہوئے کمیشن نے مطالبہ کیا ہے کہ مرحومین کے خاندانوں کو مناسب زرتلافی ادا کیا جائے۔

کمیشن کی ٹیم نے خیبر پختونخوا کے دس اضلاع کا دورہ کیا اور دو دیہی کونسلوں اور شہر کی ایک قریبی یونین کونسل کے پولنگ سٹیشنوں کے دورے کے دوران جو حقیقت سامنے آئی وہ یہ تھی کہ مرد ووٹروں کے مقابلے میں خواتین ووٹروں کی کم تعداد ووٹ ڈالنے کے لیے پولنگ سٹیشنوں پر پہنچی۔ درحقیقت سیاسی اور مذہبی جماعتوں اور آزاد امیدواروں نے ایک روایتی معاہدے کے تحت خواتین کو ووٹ ڈالنے کے حق سے روکا جس کے نتیجے میں خواتین ووٹروں کی کم تعداد نے ووٹ ڈالے جس سے واضح ہوجاتا ہے کہ خواتین اپنا حقِ رائے دہی استعمال کرنے میں آزاد نہیں تھیں۔

یہ انتخاب انتظامیہ کی کئی ناکامیوں کا نشانہ بھی بنا اور پولیس غیر جانبدارانہ طریقے سے اپنے فرائض کی ادائیگی میں ناکام ہوئی اور ایک پرامن ماحول میں آزاد و شفاف انتخاب کے انعقاد کے لیے الیکشن کمیشن کی کوئی مدد نہ کر سکی۔ اسی طرح کے پی میں الیکشن کمیشن آف پاکستان (ای سی پی) کے عملے کی خامیوں بالخصوص پولنگ سٹاف کی تربیت کے حوالے سے پائے جانے والے نقائص کو بھی نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔

انتہائی افسوس ناک امر یہ ہے کہ ضابطہ اخلاق کی پاسداری سے زیادہ اس کی خلاف ورزی مشاہدے میں آئی۔ بدنظمی، پولنگ کے آغاز سے قبل پولنگ مواد کی عدم دستیابی، پولنگ سٹیشنوں کے لیے مناسب عمارتوں اور فرنیچر کی کمی اور تربیت یافتہ پولنگ عملے کے فقدان کے باعث کئی ووٹرز اپنا ووٹر اپنا حق رائے دہی استعمال کئے بغیر واپس چلے گئے۔ ووٹرز کی انتخابی عمل سے لاعلمی اور نظم وضبط سے لاپرواہی نے بھی معاملات کو مزید سنگین بنایا۔

کئی مقامات پر ایسے پُرتشدد واقعات کی اطلاعات بھی منظر عام پر آئیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کارروائیاں ووٹروں بالخصوص خواتین کو پولنگ سٹیشنوں پر جانے سے روکنے کے لیے کی گئی تھیں۔ پولیس افسروں کی نظروں کے سامنے پولنگ مواد بشمول بیلٹ بکس اور بیلٹ پیپرز کے چھینے جانے کے واقعات بھی پیش آئے۔

بعض مقامات پر پولنگ کا عملہ اور پولیس غیر جانبدار نہیں تھے۔ کئی پولنگ سٹیشنوں خاص طور پر خواتین کے پولنگ سٹیشنوں اور خواتین کے لیے مختص پولنگ بوتھوں پر غیر متعلقہ لوگوں کی جانب سے بیلٹ پیپرز پر مہریں لگانے اور بیلٹ بکسوں کے ساتھ دست اندازی کے الزامات بھی منظر عام پر آئے۔

یہ امید کی جانی چاہیئے کہ الیکشن کمیشن آف پاکستان متعدد شکایات کا جائزہ لے گا اور ان کے ازالے کے لیے فوری اقدامات بھی کرے گا۔ خیبر پختونخوا کے ان بلدیاتی انتخابات کی بدولت ای سی پی، سیاسی جماعتوں اور انتظامیہ، بالخصوص پولیس کو اپنی خامیوں کو دور کرنے اور پرامن، آزادانہ اور شفاف انتخابات کے انعقاد کے حوالے سے اپنی استعداد میں اضافہ کرنے کا موقع ملا تھا۔ بدقسمتی سے ان توقعات پر بالخصوص باضابطہ اقدامات کے حوالے سے پورا نہیں اترا جاسکا۔ سیاسی جماعتوں نے جس آزادانہ طریقے سے ایک دوسرے پر انتخابی بدعنوانیوں کا الزام عائد کیا اس پر انتخابی مبصرین نے مایوسی کا اظہار کیا ہے۔

آخر میں کمیشن نے کہا کہ ''ایچ آر سی پی چند روز میں ایک تفصیلی رپورٹ جاری کرے گا''۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ یکم جون 2015]

پھانسیاں دینے سے جرائم کم نہیں ہوتے

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے موجودہ سال کے دوران پاکستان میں پھانسیوں کی تعداد میں اضافے پر گہری تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس سال کے دوران 135 مجرموں کو تختہ دار پر لٹکایا گیا اور گزشتہ دس برسوں کے دوران کسی ایک سال میں دی جانے والی پھانسیوں کی یہ تعداد سب سے زیادہ ہے۔ کمیشن نے پھانسیوں کو روکنے اور سزائے موت کو ختم کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔

ایک بیان میں کمیشن نے کہا کہ پھانسی کی سزاؤں کے آغازِ نو کے علاوہ جس رفتار کے ساتھ ان سزاؤں پر عملدرآمد کیا جا رہا ہے، وہ انسانی حقوق کے لئے کام کرنے والے رضا کاروں کے لئے باعث تشویش ہے۔ ریاست نے 2007ء کے بارہ مہینوں کے دوران 134 افراد کو پھانسیاں دی تھیں جبکہ 2015ء کے صرف پانچ ماہ کے عرصے میں یہ تعداد اس سے زیادہ ہو چکی ہے۔ اس سے بھی زیادہ تکلیف دہ امر یہ ہے کہ یہ تعداد اتنے کم عرصے میں 2007ء کے پورے سال میں دی جانے والی پھانسیوں کی تعداد سے بھی تجاوز کر چکی ہے اور ابھی سال کے سات ماہ باقی ہیں۔ پشاور میں بچوں کے سکول پر ہونے والی بہیمانہ دہشت گردی کے نتیجے میں حکومت نے اعلان کیا تھا کہ وہ غیر معمولی حالات میں ضرورت پڑنے پر استثنائی اقدام کے طور پر دہشت گردوں کو پھانسی دے گی۔ تاہم چند ہفتوں کے اندر اندر تقریباً چھ سالہ غیر رسمی عارضی معطلی ختم ہو گئی اور موت کی سزا والے تمام جرائم میں پھانسیوں کا آغاز کر دیا گیا۔

پھانسی کی سزائیں پانے والے درجنوں افراد کو پھانسی دے دی گئی۔ دسمبر 2014ء میں سات افراد کو پھانسی پر لٹکایا گیا۔ جنوری 2015ء میں 13 پھانسیاں ہوئیں جبکہ فروری میں چار مجرموں کو پھانسی دی گئی۔ مارچ میں یہ تعداد 42، اپریل میں 36 اور مئی میں 37 تک پہنچ گئی۔ اگر اسی رفتار سے پھانسیاں دی جاتی رہیں تو پاکستان کا شمار ان ملکوں میں ہونے لگے گا جو لوگوں کو پھانسیاں دینے میں گہری دلچسپی رکھتے ہیں۔

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق یہ خواہش کرنے میں حق بجانب ہے کہ موت کی سزا نہیں دی جانی چاہئے اور پھانسی کی سزاؤں کی غیر رسمی عارضی معطلی کے چھ برسوں کے دوران کے حالات میں کوئی ایسی تبدیلی نہیں آئی جو اس معطلی کو ختم کرنے کا سبب بنے۔ قانون میں موجود تحریری نقائص اور قانونی سقم سے بھرپور ضابطہء فوجداری کا نظام پہلے ہی کی طرح ایک خطرہ ہے جس کے سبب ظالمانہ اور غیر منصفانہ سزاؤں کی تلوار سروں پر لٹکتی رہتی ہے۔ اصل میں موجودہ حالات نے ملزم کو مزید مشکلات سے دوچار کر دیا ہے اس لئے کہ وہ اپنے حقوق کے حصول کا صحیح راستہ اختیار نہیں کر سکتا خصوصاً ایسے مفروضے کی موجودگی میں کہ جب تک کوئی شخص مجرم ثابت نہ ہو، وہ بے گناہ ہے۔ تحقیق نے پوری دنیا پر یہ ثابت کر دیا ہے کہ موت کی سزاؤں سے جرائم میں کمی واقع نہیں ہوتی۔ جب سے پھانسیوں کا عمل دوبارہ شروع ہوا ہے اس سے پاکستان کی سکیورٹی کی صورت حال بہتر نہیں ہوئی اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ پھانسی کی سزائیں جرائم میں کمی کا سبب نہیں بنتیں۔

اگر حکومت یہ سمجھتی ہے کہ کسی سبب سے فوری طور پر پھانسی کی سزاؤں پر عملدرآمد فوری طور پر نہیں روکا جا سکتا تو پھر کمیشن تجویز کرتا ہے کہ انتہائی خطرناک جرائم کے مرتکب مجرموں کے سوا باقی مجرموں کی پھانسی کی سزاؤں پر عملدرآمد روک دیا جائے۔ حکومت کو چاہئے کہ وہ ملک میں موت کی سزا کے مکمل خاتمے کے لئے کام جاری رکھے اور اس کا آغاز موت کی سزا والے جرائم کو کم کرنے سے کرے۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 04 جون 2015]

ملک میں ہونے والے بلدیاتی انتخابات میں گلگت۔بلتستان کی تقلید کی جائے

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق نے گلگت بلتستان کی قانون ساز اسمبلی کے انتخابات پر امن طور پر اور قرینے کے ساتھ کروانے کی تعریف کرتے ہوئے توقع ظاہر کی ہے کہ پاکستان کے دوسرے علاقے آئندہ بلدیاتی اور عام انتخابات میں گلگت بلتستان کی تقلید کریں گے۔

ایچ آر سی پی کے انتخابی مبصرین جنہوں نے الیکشن کمیشن کی طرف سے گلگت بلتستان کے سات اضلاع میں انتہائی حساس قرار دیئے جانے والے 259 پولنگ سٹیشنوں پر انتخابی عمل کا جائزہ لینے کے بعد اپنی ابتدائی رپورٹوں میں کہا ہے کہ گلگت بلتستان کے ووٹروں نے انتخابات میں جس ڈسپلن، گہری پسندیدگی اور اشتیاق کا اظہار کیا ہے، اس کے لیے وہ لائق تحسین ہیں۔ پولنگ کے آغاز میں جس بڑی تعداد میں ووٹر دقیانوسی عناصر کی طرف سے ممکنہ خطرات کے باوجود اپنا حق رائے دہی استعمال کرنے پولنگ سٹیشنوں پر آئے اس سے جمہوری عمل کے ساتھ لوگوں کی وابستگی واضح ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ یہ حقیقت بھی سامنے آ گئی کہ قدامت پسند عناصر خواتین کو انتخابات میں حصہ لینے سے روکنے میں بُری طرح ناکام رہے ہیں۔

ایچ آر سی پی گلگت بلتستان کے انتخابات کو بڑی حد تک قرینے کے ساتھ کروانے پر الیکشن کمیشن کی کوششوں کو سراہتے ہوئے یہ کہنا چاہتا ہے کہ گلگت۔بلتستان کے انتخابات سے بہت کچھ سیکھا جا سکتا ہے جس کی تقلید کرتے ہوئے مستقبل میں پاکستان میں کسی بھی جگہ ہونے والے انتخابات بہت بہتر طریقے سے کروائے جا سکتے ہیں۔ ان انتخابات سے جو طریقے ہم نے سیکھے ہیں، ضرورت اس بات کی ہے کہ انہیں بلاتاخیر اپنا لینا چاہئے خاص طور پر خیبر پختونخوا میں ہونے والے حالیہ بلدیاتی انتخابات کے دوران ہونے والے تشدد آمیز واقعات اور منڈی بہاؤالدین پنجاب کے ضمنی انتخاب میں متحارب گروپوں کے درمیان ہونے والے مسلح تصادمات کے پس منظر میں یہ اور زیادہ ضروری ہو گیا ہے۔ یہ اعزاز گلگت۔بلتستان کے الیکشن کمیشن کو حاصل ہے کہ اس نے انتخابی مواد وقت پر پولنگ سٹیشنوں پر پہنچانے کے علاوہ پولنگ وقت پر شروع کروائی۔ صرف چند ایک پولنگ سٹیشنوں سے عملہ کے تاخیر سے آنے یا عملہ کی طرف سے ووٹنگ میں گڑ بڑ کرنے کی اطلاعات موصول ہوئیں۔ ایچ آر سی پی کے مبصرین نے مشاہدہ کیا کہ امیدواروں کے پولنگ ایجنٹوں کو تمام پولنگ سٹیشنوں پر سہولتیں مہیا کی گئیں۔ ایچ آر سی پی الیکشن کمیشن کی طرف سے فوری کارروائی کرنے کے عمل سے متاثر ہوا۔ اس کے علاوہ ضلعی انتظامیہ نے جس بہتر انداز سے مبصرین کو سہولتیں مہیا کیں اس کے لئے وہ لائق تحسین ہیں۔

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے نزدیک حفاظتی اداروں خصوصاً فوج کا کردار لائق تحسین ہے جن کی کوششوں کے باعث انتخابی عمل ہر قسم کے تشدد سے پاک رہا اور کوئی حادثہ رونما نہیں ہوا حالانکہ یہ خوف موجود تھا کہ کوئی ناخوشگوار واقعہ رونما ہو سکتا ہے۔ سکیورٹی فورسز کے افراد عمومی طور پر خوش اخلاقی کا مظاہرہ کرتے رہے اور سکیورٹی فورسز کے افسروں نے وہاں پر اپنے جوانوں کی تعداد میں اضافہ کر دیا جہاں کے بارے میں ایچ آر سی پی کے مبصرین نے کشیدگی اور لڑائی جھگڑے کی صورتحال پیدا ہونے کے خوف کا اظہار کیا تھا۔ بہرحال پیر کے روز بعض مقامات سے ہوائی فائرنگ کے واقعات کی اطلاعات موصول ہوئیں لیکن یہ ہوائی فائرنگ کامیابی کی خوشی میں کی گئی تھی۔

گلگت۔بلتستان کے حالیہ انتخابات میں ووٹروں کی وہ فہرستیں استعمال کی گئیں جو نادرا کے ریکارڈ کے مطابق

تھیں اوراس پرکمیشن نے خوشی کا اظہار کیا۔خوش آئند بات یہ ہے کہ ان فہرستوں میں سے دوہرے ووٹ خارج کردیئے گئے تھے۔گلگت۔بلتستان کے 2009ء میں ہونے والے انتخابات کے دوران ووٹروں کی تعداد سات لاکھ پچاس ہزار تھی لیکن دوہرے ووٹوں کو نکالنے کے بعد حالیہ انتخابات میں ووٹروں کی کل تعداد چھ لاکھ پندرہ ہزار رہ گئی۔ووٹروں کی فہرستوں پر کچھ اعتراضات سامنے آئے جبکہ کچھ اعتراضات پولنگ سٹیشنوں کے مقامات کے حوالے سے بھی سامنے آئے۔

یہ نہیں کہا جاسکتا کہ انتخابات مکمل طور پر بے عیب تھے۔بہت سی ایسی خامیاں تھیں جنہیں دور کیا جاسکتا تھا۔گورنر کا انتخاب،نگران کابینہ کی تشکیل اور اس کے حجم کے حوالے سے پیدا ہونے والے تنازعہ کو دور کیا جاسکتا تھا۔چند شکایات ووٹروں کے انگوٹھے پر لگائی جانے والی روشنائی کے بارے میں بھی سامنے آئیں کہ اس روشنائی کا نشان انمٹ نہیں تھا۔اس کے علاوہ انتخابات تک ریاستی مشینری کے استعمال کی بہت سی شکایات بھی سامنے آئیں۔ان میں سے کچھ شکایات وفاق میں حکمران جماعت کے رہنماؤں کے حوالے سے تھیں کہ وہ جلسوں سے خطاب کرتے رہے اور انتخابی مہم کے دوران لوگوں سے وعدے وعید کرتے رہے ہیں۔حالانکہ انہیں ایسے اعلانات کرنے سے روکا جانا چاہئے تھا۔اس لئے کہ ایسے اعلانات کا مقصد ووٹروں کے ذہنوں کو متاثر کرنے کے سوا اور کیا ہوسکتا تھا۔

یہ مطالبہ کہ گلگت۔بلتستان کے انتخابات ملک میں ہونے والے عام انتخابات کے ساتھ کروائے جائیں،یقینی طور پر جائز ہے۔ملک بھر میں ایک ساتھ انتخابات کروانے سے ان شکوؤں شکائیتوں سے بچا جاسکتا ہے کہ گلگت۔بلتستان کے انتخابات پر وفاق اثر انداز ہورہا ہے اور مرکز کی طرف سے مداخلت کی جارہی ہے۔بیک وقت پورے ملک میں انتخابات ہونے سے اثر انداز ہونا تو دور کی بات،اس کا تصور بھی ممکن نہیں ہوگا۔

پیر کو ہونے والی پولنگ کے دوران انتخابی قواعد وضوابط کی خلاف ورزیاں سامنے آئیں۔مثال کے طور پر یہ شکایت تھی کہ امیدواروں نے اپنے کیمپ پولنگ سٹیشنوں کے اتنے قریب بنائے ہیں جس کی اجازت نہیں ہے۔اس کے علاوہ مقررہ سائز سے بڑی ہورڈنگز اور بینرز لگانے کی شکایات عام تھیں۔اس کے علاوہ یہ شکایت بھی سامنے آئی کہ امیدواروں نے اپنے پوسٹر پولنگ سٹیشنوں پر لگا رکھے تھے۔بہرحال انتخابی خلاف ورزیاں ایسی تھیں جو ہر سیاسی جماعت کرتی نظر آرہی تھی۔

چوکنا اور بے حد مایوس کردینے والا امر فقط یہ تھا کہ عسکریت پسند تنظیموں نے اپنے جھنڈے کھلے عام لگا رکھے تھے اور وہ ووٹروں کو کھلم کھلا اپنی طرف مائل کررہی تھیں۔اس صاف ستھرے اور قابل تعریف عمل پر یہ واحد دھبہ تھا جس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔

[پریس ریلیز۔لاہور۔09جون2015]

بہتر انتظام کے ذریعے مزید اموات کو روکا جاسکتا ہے

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق نے شدید گرمی کے سبب ملک بھر خصوصاً کراچی میں ہونے والے انسانی جانوں کے نقصان پر شدید اضطراب کا اظہار کرتے ہوئے مطالبہ کیا ہے کہ انسانی جانوں کے مزید نقصان کو روکنے کے لئے فوری اقدامات کئے جائیں۔منگل کے روز جاری ہونے والے ایک بیان میں کمیشن نے کہا ہے کہ بڑھتے ہوئے درجہ حرارت کے باعث ملک بھر میں ہونے والا تباہ کن نقصان انتہائی تکلیف دہ ہے۔سال کے اس حصے کے دوران پاکستان میں جھلسا دینے والا درجہ حرارت کوئی غیر متوقع قدرتی عمل نہیں ہے۔اس کے باوجود اس برس اتنی زیادہ انسانی جانوں کا نقصان ہوچکا ہے اور اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرنے کی بجائے اس صورتحال کا تعلق گرم موسم کے ساتھ جوڑا جارہا ہے۔

کمیشن کا کہنا ہے کہ اتنی زیادہ انسانی اموات کا ذمہ دار صرف فطرت کو نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔اس کی ذمہ داری انتظامیہ پر بھی عائد ہوتی ہے جس نے بروقت حفاظتی اقدامات نہیں کئے۔اگر کراچی جیسے شہر میں پینے کا پانی میسر نہیں ہے تو یہ فرد کی ناکامی کے ساتھ ساتھ ہماری اجتماعی ناکامی بھی ہے۔یہ ایک حقیقت ہے کہ اب کراچی اور دوسرے بڑے شہروں میں درختوں کے سائے پہلے کی طرح میسر نہیں رہے اور اس تکلیف دہ صورتحال کی ایک وجہ یہ بھی ہے۔ماحولیاتی ماہرین کو ان درختوں کے کٹاؤ سے پیدا ہونے والی صورتحال کا بھی جائزہ لینا چاہئے جو گھنا سایہ مہیا کرتے تھے اور جن کے پتوں سے ہوا چھن چھن کر آتی تھی اس کے علاوہ یہ درخت محنت کشوں اور راہ گیروں کو سایہ مہیا کرتے تھے۔اب ان کی جگہ پتوں کے بغیر پودوں نے لے لی ہے جس کے باعث ہمارے نہتے اور عاجز شہری قدرت کی بے رحمی کا شکار ہوگئے ہیں۔حکام کا فرض تھا کہ وہ موسم گرما میں شہریوں کو تسلسل کے ساتھ سورج کی تپش کا سامنا کرنے کے نقصانات سے آگاہی مہیا کرتے۔اس کے علاوہ عوام کو باخبر کرنا چاہئے تھا کہ ایسی گرمی میں کونسی حفاظتی تدابیر اختیار کرنی چاہئیں۔بجلی کی کمی اور اس کے باعث پیدا ہونے والے پانی کے بحران نے صورتحال کو مزید بگاڑ دیا ہے۔

مانا کہ بجلی کی سپلائی اور ضرورت میں بہت فرق ہے لیکن بہتر انتظام اور بہتر بندوبست کے ذریعے بجلی کی کمی کو پورا کیا جاسکتا ہے۔اس کے علاوہ ضروریات زندگی کی تیزی کے ساتھ بڑھتی ہوئی قیمتوں پر بھی قابو پانے کی ضرورت ہے۔رمضان کے مہینے میں تو اس کی اور زیادہ ضرورت محسوس ہوتی ہے خصوصاً تغذیہ اور آبیدگی کے لئے اس کی از حد ضرورت ہوتی ہے۔حکام کو چاہئے کہ وہ لوگوں کو آگاہ کریں کہ وہ روز مرہ کے کاموں کی انجام دہی کے دوران کس طرح سورج کی تمازت سے پیدا ہونے والے خطرات سے خود کو محفوظ رکھ سکتے ہیں۔حکام کو یہ بھی یقینی بنانا چاہئے کہ وہ لوگوں کو بتائیں کہ لُو لگنے یا اچانک ڈی ہائیڈریشن (اچانک جسم میں پانی کی کمی) کی صورت میں انہیں فوری طور پر قریبی مرکز صحت جا کر طبی امداد لینی چاہئے۔مختصر یہ کہ بہت سے طریقے ہیں جن کے ذریعے اموات سے بچا جاسکتا ہے۔اپنے کندھوں سے ذمہ داری کا بوجھ اتار کر قسمت کو ذمہ دار ٹھہرانا عقلمندی نہیں ہے۔

[پریس ریلیز۔لاہور۔23جون2015]

انسانی وقار کا ہمیشہ احترام کیا جانا چاہئے

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آرسی پی) نے رمضان کے مہینے میں پھانسیوں کو معطل کرنے کا خیر مقدم کرتے ہوئے مطالبہ کیا ہے کہ پھانسیوں کے دوبارہ آغاز کے بارے میں کسی تعصب کے بغیر فیصلہ کیا جائے۔

23 جون کو جاری ہونے والے ایک بیان میں ایچ آر سی پی نے کہا کہ ''کمیشن رمضان کے مقدس مہینے اور انسانی وقار کے احترام میں پھانسیوں پر عملدرآمد روکنے کے حکومتی فیصلے کا خیر مقدم کرتا ہے''۔یہ مہینہ موقع فراہم کرتا ہے کہ حکومت جائزہ لے کہ پھانسیوں کے دوبارہ آغاز سے حکومت کو نقصان ہوگا یا اس سے کوئی مثبت صورتحال سامنے آئے گی۔

''ایچ آر سی پی اتفاق کرتا ہے کہ ریاست کی جانب سے لوگوں کو پھانسیاں دینا ایک ایسا تصور ہے جو انسانی وقار سے متصادم ہے،اور یہ کہ وقار اور انسانی زندگی وہ مستقل اقدار ہیں جن کا صرف رمضان میں ہی نہیں بلکہ سال بھر کے دوران احترام کیا جانا چاہئے۔

''ایچ آر سی پی کو اس امر پر سخت تشویش ہے کہ صدر نے سزا پانے والے 65 قیدیوں کی رحم کی اپیلوں کو مسترد کر دیا ہے۔ ان میں ایک خاتون کنیزہ بی بی بھی شامل ہے جو لاہور کی جیل میں قید ہے، جس کو باقیوں سمیت رمضان کا مہینہ ختم ہونے کے بعد پھانسی دے دی جائے گی۔ میڈیا رپورٹس کے مطابق محکمہ جیل خانہ جات کے حکام کا کہنا ہے کہ کنیزہ کو اب تک اس لیے پھانسی نہیں دی گئی تھی کیونکہ اس کی دماغی صحت ٹھیک نہیں تھی اور اسے دماغی صحت کے ہسپتال میں منتقل کر دیا گیا تھا۔ ایچ آر سی پی حکومت پر زور دیتا ہے کہ اس کی رحم کی اپیل کو مسترد کیے جانے کے فیصلے پر نظر ثانی کی جائے تاکہ ذہنی طور پر معذور فرد اور وہ بھی ایک خاتون کو پھانسی دینے پر پاکستان کو دنیا میں رسوائی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 23 جون 2015]

اذیت رسانی کے خلاف اقوام متحدہ کے میثاق کے مطابقت میں اذیت رسانی۔ مخالف قانون سازی کرنے کا مطالبہ

26 جون کو اذیت رسانی کے متاثرین کی حمایت کے عالمی دن کے موقع پر ''اذیت رسانی کے خلاف عالمی تنظیم (او ایم سی ٹی) اور پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے حکومتِ پاکستان سے مطالبہ کیا ہے کہ اذیت رسانی مخالف قانون سازی کی جائے اور اذیت رسانی کے متاثرین کے لیے موثر تلافیوں کا بندوبست کیا جائے۔

پانچ برس قبل، پاکستان نے اذیت رسانی کے خلاف اقوام متحدہ کے میثاق کی توثیق کر کے ایک موثر قانونی ڈھانچہ تشکیل دینے کا عہد کیا تھا تاکہ اذیت رسانی کی روک تھام ہو سکے، اسے ایک جرم قرار دیا جائے اور اذیت رسانی کے متاثرین کو تحفظ فراہم کیا جا سکے۔

ایچ آر سی پی کی چیئر پرسن، زہرا یوسف نے کہا، ''یہ دن ہم سب کو باور کراتا ہے کہ اذیت رسانی اور ظالمانہ، غیر انسانی یا تضحیک آمیز سلوک کی دیگر اقسام ابھی تک اس ملک میں ایک افسوسناک حقیقت کے طور پر رائج ہیں''۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ ''پانچ برس بیت چکے ہیں اور اب وقت اِس امر کا تقاضا کرتا ہے کہ پانچ برس قبل کیے گئے عزم کو حقیقت میں تبدیل کیا جائے اور ایک موثر اذیت رسانی۔ مخالف قانون اختیار کیا جائے''۔

قومی اسمبلی کو آج ارسال کیے گئے ایک کھلے خط میں، او ایم سی ٹی اور ایچ آر سی پی نے 'اذیت رسانی' حراستی ہلاکت اور حراستی جنسی تشدد بل' کے مسودے کو خوش آئند قرار دیا ہے جو کہ اِس وقت قومی اسمبلی میں زیر التواء ہے۔ اگرچہ اس قانونی مسودے میں اذیت رسانی کے متاثرین کو کئی بنیادی تحفظات فراہم کیے گئے ہیں تاہم دونوں تنظیموں نے اس قانون کو موثر بنانے کے لیے مسودے میں کئی اہم ترامیم تجویز کی ہیں۔

اذیت رسانی کے متاثرین کا دن ہمیں ذہن نشین کراتا ہے کہ ایسے قوانین کا بنیادی مقصد متاثرین کے تحفظ اور ان کی دادرسی کے حق کے لیے کارگر بندوبست کو یقینی بنانا ہوتا ہے۔ اذیت رسانی کے متاثرین کو عموماً عوامی نگاہوں سے دور سرکاری افسران کی طرف سے کیے جانے والے تشدد کو ثابت کرنے کے لیے ایک مشکل کشمکش سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ ایذارسانی کے خلاف ہونے والی قانون سازی کے لیے ضروری ہے کہ وہ شکایت کے حق کو حقیقی بنانے اور شکایت درج کروانے کی جرات کرنے والے متاثرین اور گواہوں کے تحفظ کے لیے تمام ممکنہ ذرائع فراہم کرے۔ قانونی مسودے میں کینہ پرورنیت سے درج شکایات کے لیے سزا سے متعلقہ دفعات سے دہشت زدہ کرنے والے اثرات مرتب ہوں گے اور یہ دفعات موثر تلافیوں کو یقینی بنانے کے قانون کی بنیادی اساس سے متصادم ہیں۔ ہمارا تجربہ ظاہر کرتا ہے کہ ایسی دفعات نہ صرف متاثرین کو آگے بڑھنے سے روکتی ہیں بلکہ ایسے واقعات میں ان کا ناجائز استعمال بھی کیا جاتا ہے جہاں شکایت بری نیت کی بجائے شہادت کی عدم دستیابی کے باعث مسترد ہوتی ہے۔

اسی طرح فوری اور غیر جانبدارانہ تحقیقات بھی بہت ضروری ہیں۔ فوج اور انٹیلیجنس ایجنسیوں کو جو خصوصی تحفظ فراہم کیا گیا ہے ہمیں اس پر سخت تشویش ہے۔ اگر تحقیقاتی ادارہ فوج یا انٹیلیجنس ایجنسی کے خلاف شکایت موصول ہونے پر وفاقی حکومت سے ہدایات لے گا تو پھر متاثرین کی دادرسی کا عمل باضابطہ طور پر ناکام ہو جائے گا۔

او ایم سی ٹی کے سیکریٹری جنرل جیرالڈ سٹیبروک کا کہنا ہے کہ، ''ایشیا اور دیگر علاقوں میں ہمارے عالمی تجربے سے یہ بات کئی بار ثابت ہو چکی ہے کہ اس قسم کی شق سے قانون کی خلاف ورزی کا بھی امکان ہوتا ہے۔ فوج اور انٹیلیجنس ایجنسیاں دنیا کے کئی حصوں میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے لیے بدنام ہیں۔ ہمیں یہ سمجھنا ہوگا کہ ایذارسانی یا جنسی تشدد کا ارتکاب کرنے والوں کا احتساب سے تحفظ کرنا نہ تو فوج کے حوصلے کے لیے اچھا ہے اور نہ ہی اس سے سیکیورٹی کو کوئی فائدہ پہنچتا ہے۔ ایسی شقوں نے دنیا کے کئی علاقوں میں ''ایذارسانی کے لائسنس'' کا کردار ادا کیا ہے''۔

ایذارسانی کے متاثرین کے موثر تحفظ کے لیے معاوضے اور ان کی بحالیِ نو سمیت بامقصد تلافی ضروری ہے۔ اسی لیے ہمیں اس بات کا افسوس ہے کہ اس قانونی مسودے کے تحت تلافی صرف معاوضے کی شکل میں کی جائے گی اور یہ معاوضہ صرف اس صورت میں فراہم کیا جائے گا جب کسی فرد پر جرم ثابت ہو جائے۔ اس سے اس تحفظاتی بندوبست کا مقصد محدود ہو جائے گا۔ ایذارسانی کے خلاف کمیٹی نے بارہا یہ کہا ہے کہ یہ میثاق رکن ریاستوں کو اس بات کا پابند کرتا ہے کہ وہ معاوضے، بحالیِ نو تک رسائی، اطمینان، اور ایسا عمل دوبارہ نہ دہرانے کی ضمانتوں سمیت تلافی کی دیگر اقسام کے نفاذ کو یقینی بنائیں۔ ایذارسانی کے خلاف قانون سازی میں متاثرین کے مفادات کو ترجیح دی جائے۔ اب وقت آ گیا ہے کہ ایذارسانی کے متاثرین کے لیے وقف کیے گئے دن کے موقعے پر پاکستان اپنی ذمہ داری کو پورا کرے اور ان افراد کی دادرسی اور تحفظ کرے جو درد اور ذہنی دباؤ کی کیفیت سے دوچار ہیں۔

حکومت کو اس کے وعدوں اور اس پر عائد ہونے والی بین الاقوامی ذمہ داریوں کی یاددہانی کرانے کے لیے ایچ آر سی پی مختلف اضلاع میں ریلیوں اور عوامی آگہی کی تقاریب سمیت متعدد تقاریب منعقد کرتا ہے۔ یہ تقاریب او ایم سی ٹی کی عالمی مہم ''کوئی بھی چیز ایذارسانی کو جائز ثابت نہیں کر سکتی'' کا بھی حصہ ہیں اور اس کے تحت دنیا بھر میں ان سے ملتی جلتی سرگرمیاں کی جاتی ہیں۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 24 جون 2015]

ایچ آر سی پی کو آئی اے رحمٰن کی شریک حیات کی وفات کا شدید دُکھ ہے

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے ایچ آر سی پی کے سیکرٹری جنرل آئی اے رحمٰن کی شریک حیات توصیف رحمان کی وفات پر گہرے دُکھ کا اظہار کیا ہے۔

جمعرات کو جاری ہونے والے ایک بیان میں کمیشن نے کہا: ''ہمیں ایچ آر سی پی کے اراکین کو اپنے سیکرٹری جنرل آئی اے رحمٰن کی شریک حیات کی جمعرات کو علی الصبح ہونے والی وفات کا شدید افسوس ہے اور ہم ان کے خاندان سے تعزیت کا اظہار کرتے ہیں۔ اس مشکل وقت میں ہمارے جذبات ان کے ساتھ ہیں۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 25 جون 2015]

گلگت بلتستان کی امنگیں

طاہر مہدی

گلگت بلتستان نے بڑے موثر اور غیر مبہم انداز میں اپنا فیصلہ دے دیا ہے۔ اس نے وفاق میں حکومت کرنے والی جماعت کو یہاں بھی حکمرانی کا بالکل واضح اختیار دے دیا ہے۔ یہ کوئی حیران کن بات نہیں ہے اس لئے کہ گزشتہ انتخابات میں بھی ایسا ہی ہوا تھا۔ مرکز میں چونکہ پیپلز پارٹی کی حکومت تھی اس لئے گلگت بلتستان کے انتخابات میں بھی اسی کو واضح برتری حاصل ہوئی تھی۔

پاکستان پیپلز پارٹی نے اس علاقے میں تینوں اہم قانونی اقدامات (1974ء، 1994ء اور 2009ء) اٹھائے تھے جن کا مقصد علاقے میں حاکمیت کو بہتر بنانا تھا۔ عوامی مقاصد کی واحد چیمپئن ہونے کے ناطے مقامی سیاست میں پاکستان پیپلز پارٹی کی جڑیں کافی گہری تھیں۔ اس حوالے سے پاکستان مسلم لیگ (ن) انتخابات کے نتیجے میں ملنے والے حالیہ اختیار کے حوالے سے یہ دعویٰ کرسکتی ہے کہ اس کو یہ کامیابی اس کے ترقیاتی ڈھانچے کی پالیسی کے نتیجے میں حاصل ہوئی ہے اور چین پاکستان اقتصادی راہداری اس پالیسی کا بنیادی ستون ہے۔ سیاسی طور پر پارٹی نے اس بہت بڑے روڈ نیٹ ورک کے باعث علاقے میں اپنے پاؤں جمانے کے لئے جگہ حاصل کرلی ہے۔

اس کا ایک اور پہلو بھی ہے اور وہ یہ کہ جس طرح نواز لیگ کو لوگوں کی پرجوش تائید ملی اس نے گلگت بلتستان کے لوگوں میں یہ امید پیدا کردی ہوگی کہ جواباً انہیں بھی اسلام آباد سے کچھ ملے گا اور یہی وہ خواہش ہے جس کو اسلام آباد پورا کرنے میں ہمیشہ ناکام رہا ہے۔

گلگت بلتستان کو 2009ء میں مقامی قانون ساز ادارہ یعنی مقننہ ملا اور اس کی شکل وصورت آج بھی وہی ہے جو 2009ء میں بنائی گئی تھی۔ تاہم اب بھی اس علاقے کی نمائندگی پاکستانی پارلیمان میں نہیں ہے جس کے باعث گلگت بلتستان کو مشترکہ مفادات کی کونسل جیسے آئینی اداروں میں کوئی نمائندگی حاصل نہیں ہوسکی۔ اور یہ سب کچھ اس دور میں ہورہا ہے کہ جب صوبے بلکہ ان کے اندرونی علاقے بھی اپنے وسائل پر اپنا حق جتاتے ہیں اور مقامی سیاست زیادہ تر انہی مسائل کا احاطہ کرتی ہے اور انہی مسائل کے حوالے سے ہی سیاست بھی کی جاتی ہے۔ گلگت بلتستان کی اسمبلی کو اپنے معاملات میں دخل دینے کا اختیار نہیں ملتا تو پھر منتخب ادارے کا کیا فائدہ۔

گلگت بلتستان کی طرف سے قومی سیاسی جماعتوں کو تسلسل کے ساتھ ملنے والی حمایت علاقے کی اس خواہش کا واضح اظہار ہے کہ اس کو پاکستان کا ایک حصہ سمجھا جائے۔ بہرحال ہماری انتظامیہ علاقے کی اس حیثیت پر اپنے موقف پر دوبارہ غور کرنے کے لئے تیار نہیں جو 67 برس قبل اختیار کیا گیا تھا۔ وفاقی انتظامیہ نے گلگت بلتستان کی قسمت کو متنازعہ کشمیر کے ساتھ نتھی کردیا ہے اور وہ اس کو آئینی طور وفاق کا حصہ بنانے سے انکاری ہے۔ اس موقف کی بنیاد اس مفروضے پر رکھی گئی ہے کہ جب کشمیر میں استصواب رائے ہوگا تو گلگت بلتستان کے ووٹ فیصلہ کن ہوں گے اور یہ غالب اکثریت میں پاکستان کے ساتھ الحاق کے حق میں پڑیں گے مزید برآں متنازعہ حصے کے بہت سے علاقوں میں مذہبی ترتیب اور ساخت کے پیش نظر گلگت بلتستان کا ووٹ فیصلہ کن ہوسکے گا۔

ہوسکتا ہے کہ جب یہ پالیسی بنائی گئی تھی اس وقت یہ صحیح لگتی ہو۔ لیکن ہمیں یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہئے کہ اس بات کو 67 برس گزر چکے ہیں اور کشمیر کو حاصل کرنے کے لئے اب پاکستان کی کوئی واضح پالیسی نہیں ہے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ رسمی طور پر پاکستان اپنے پرانے موقف کو دوہراتا رہتا ہے۔ چلئے یہ بھی کسی حد تک ٹھیک ہے لیکن بڑھتی ہوئی اہمیت کے مالک علاقے (گلگت بلتستان) کے بیس لاکھ افراد کی قسمت کو خلا میں معلق رکھنے کی بھاری قیمت بھی ادا کرنی پڑسکتی ہے۔

گلگت بلتستان کو 2009ء میں مقامی قانون ساز ادارہ یعنی مقننہ ملا اور اس کی شکل وصورت آج بھی وہی ہے جو 2009ء میں بنائی گئی تھی۔ تاہم اب بھی اس علاقے کی نمائندگی پاکستانی پارلیمان میں نہیں ہے جس کے باعث گلگت بلتستان کو مشترکہ مفادات کی کونسل جیسے آئینی اداروں میں کوئی نمائندگی حاصل نہیں ہوسکی۔ اور یہ سب کچھ اس دور میں ہورہا ہے کہ جب صوبے بلکہ ان کے اندرونی علاقے بھی اپنے وسائل پر اپنا حق جتاتے ہیں اور مقامی سیاست زیادہ تر انہی مسائل کا احاطہ کرتی ہے اور انہی مسائل کے حوالے سے ہی سیاست بھی کی جاتی ہے۔ گلگت بلتستان کی اسمبلی کو اپنے معاملات میں دخل دینے کا اختیار نہیں ملتا تو پھر منتخب ادارے کا کیا فائدہ۔

پاکستان کے قانونِ شہریت کا اطلاق گلگت بلتستان میں بھی ہوتا ہے اور 1974ء میں سٹیٹ سبجیکٹ رُول (ریاستی رعیت کا قانون) کی موقوفی یا منسوخی کے بعد پاکستانی وہاں زمین خرید سکتے ہیں۔ وہاں آنے جانے یا کاروبار کرنے پر کسی قسم کی پابندی نہیں ہے۔ اس حوالے سے دیکھا جائے تو یہ علاقہ ہر لحاظ سے پاکستان کا حصہ لگتا ہے لیکن ہمارا آئین اس حقیقت کو تسلیم نہیں کرتا۔ یہ ابہام گلگت بلتستان کے آزاد جموں کشمیر کے ساتھ تعلق کو مزید مشکوک اور پیچیدہ بنا دیتا ہے۔ گلگت بلتستان کے برعکس آزاد جموں وکشمیر کا اپنا ایک آئین ہے۔ پاکستان نے 1948ء میں کراچی معاہدے کے تحت گلگت بلتستان کو اپنی تحویل میں لیا تھا۔ اس معاہدے پر آزاد جموں وکشمیر کے نمائندوں نے دستخط کئے تھے۔ گلگت بلتستان کے قوم پرستوں نے اس معاہدے پر اعتراض کیا تھا اس لئے کہ انہیں ان مذاکرات کا حصہ ہی نہیں بنایا گیا تھا۔

1993ء میں آزاد جموں وکشمیر کی عدالتِ عالیہ نے گلگت بلتستان کو آزاد جموں وکشمیر کا حصہ قرار دے دیا لیکن بعد میں عدالت عظمیٰ نے اس فیصلے کو مسترد کردیا تھا۔ 1999ء میں پاکستان کی عدالت عظمیٰ نے گلگت بلتستان کو پاکستان کا حصہ قرار دیتے ہوئے حکومت کو ہدایت کی تھی کہ وہ اس سلسلے میں اقدامات کرے۔ لیکن حکومت نے جو اقدامات کئے وہ درحقیقت پرانے انتظام کو ہی کوئی شکل دینے کے مترادف تھا۔ ''مزید جمہوری'' کی اصطلاح اس عمل کے لئے استعمال کی گئی اور علاقے کی قانونی حیثیت کو پہلے ہی کی طرح مبہم رہنے دیا گیا۔

''سوچے سمجھے ابہام'' کو برقرار رکھنے کی پالیسی کے باعث یہ خدشہ پیدا ہوگیا ہے کہ گلگت بلتستان کہیں پاکستان کے لئے تنازعہ کشمیر کا حصہ نہ بن جائے۔ بھارت کے پالیسی ساز حلقوں میں یہ آوازیں اٹھ رہی ہیں کہ بھارتی حکومت بین الاقوامی سطح پر دوسرے ممالک کی توجہ مقبوضہ کشمیر سے ہٹا کر گلگت بلتستان کی طرف منتقل کردے۔ اس کے علاوہ قوم پرستوں کی اٹھنے والی آوازوں نے اس مایوسی اور محرومی کو آزاد گلگت بلتستان کے مطالبے کی شکل دے دی ہے۔ ان آوازوں میں سب سے اہم آواز بلاورستان نیشنل فرنٹ کی ہے جس نے 2011ء کے ایک ضمنی انتخاب میں قانون ساز اسمبلی کی نشست جیت لی تھی اور حالیہ انتخابات میں بھی اس نے ایک نشست جیتی ہے۔ مزید برآں انتخابات میں شیعوں اور سنیوں دونوں کی جیت نے گلگت بلتستان میں موجود فرقہ وارانہ تفریق کو واضح کردیا ہے۔

اس کے علاوہ گلگت بلتستان کی اس صورتحال میں مکمل آزادی کے متوالے بھی اپنی آواز بلند کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے۔ واشنگٹن میں قائم ایک انسٹی ٹیوٹ آزاد گلگت بلتستان کی آگاہی دینے کے لیے باقاعدگی کے ساتھ ورکشاپس کرنے کے علاوہ امریکی کانگریس، یورپی یونین اور برطانیہ کے ساتھ لابی کرتا رہتا ہے اور گزشتہ چند برسوں کے دوران گلگت بلتستان کے لوگوں پر بیتنے والے عذابوں کے بارے میں آگاہی دیتا رہتا ہے۔ ان حقائق کے پیشِ نظر ان باتوں کو، جو مجموعی طور پر زیادہ اہمیت کی حامل تو شاید نہ ہوں لیکن انہیں نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے کہ نئے معاشی کھیل میں گلگت بلتستان کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔

(انگریزی سے ترجمہ، بشکریہ ڈان)

پروین رحمان کے اہل خانہ کو مقدمے سے دستبردار ہونے کے لیے دھمکیاں مل رہی ہیں

ریاستی حکام نے اورنگی پراجیکٹ پائلٹ (او پی پی) کو ملنے والی دھمکیوں کے خلاف کوئی موثر کارروائی نہیں کی اور او پی پی کی ٹیم کو حال ہی میں اپنا کام بند کرنا اور دفتر تبدیل کرنے پر مجبور ہونا پڑا ہے۔ مجرموں نے اس سے بھی ایک قدم آگے بڑھتے ہوئے او پی پی کی مقتولہ ڈائریکٹر پروین رحمان کے گھر کا دورہ کیا اور پروین کی بہن، والدہ اور گھر کی دیکھ بھال پر مامور شخص کو دھمکیاں دیں۔

او پی پی کی ڈائریکٹر پروین رحمان کے مارچ 2013ء میں ہونے والے قتل کے بعد سے حال ہی میں ملنے والی دھمکیوں کے خلاف کارروائی نہ ہونے پر سول سوسائٹی کی تنظیمیں سندھ حکومت کی غفلت کے خلاف آواز بلند کرنے کے لیے کراچی پریس کلب اکٹھا ہوئیں اور انہوں نے متنبہ کیا کہ اگر محترمہ رحمان کے اہل خانہ اور پراجیکٹ سے منسلک لوگوں کو تحفظ فراہم نہ کیا گیا تو وہ عوام کو متحرک کریں گے اور عدالت سے رجوع کریں گے۔

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) کی چیئر پرسن زہرا یوسف، پاکستان انسٹی ٹیوٹ آف لیبر ایجوکیشن اینڈ ریسرچ (پائلر) کے ایگزیکٹو ڈائریکٹر کرامت علی، معروف ماہر تعمیرات عارف حسن، ویمن ایکشن فورم اور سول سوسائٹی کی دیگر تنظیموں کے نمائندے پریس کانفرنس میں شریک ہوئے تھے۔

پائلر کے ایگزیکٹو ڈائریکٹر کرامت علی نے او پی پی کو درپیش مصائب اور اس کی قیادت پر ہونے والے حملوں کا ذکر کیا جس کے باعث اورنگی پائلٹ پروجیکٹ کے موجودہ ڈائریکٹر انور رشید اور پراجیکٹ سے منسلک عملے کے دو درجن سے زائد افراد کو اپنا دفتر کسی اور جگہ منتقل کرنا پڑا۔ انہوں نے مزید بتایا کہ دو افراد پروین رحمان کے گھر گئے اور ان کی بہن عقیلہ اسماعیل اور ان کی 80 سالہ والدہ کو دھمکیاں دیں اور گھر کی دیکھ بھال پر مامور شخص کو بھی خوفزدہ کیا۔ ان کا مزید کہنا تھا ''یہ ناقابل قبول صورتحال ہے''۔ کرامت علی نے مزید بتایا کہ اس سے قبل سادہ کپڑوں میں ملبوس پولیس اہلکار او پی پی کے دفتر آئے تھے اور انہوں نے ملازمین کو پراجیکٹ بند کرنے اور ملک چھوڑ جانے کا کہا تھا۔ ''سینئر پولیس افسران نے ہم پر پروین کے قاتلوں کے خلاف مقدمہ واپس لینے کے لیے کئی بار دباؤ ڈالا ہے''۔ انہوں نے بتایا۔ ریاست، خاص طور پر سندھ حکومت کو قاتلوں کا سراغ لگانے اور قتل کی وجوہ معلوم کرنے میں ناکامی پر تنقید کا نشانہ بنایا گیا۔

سول سوسائٹی کے نمائندوں نے دھمکیوں کو سنجیدہ نہ لیے جانے پر بھی افسوس کا اظہار کیا، جن کے باعث پراجیکٹ کا کام عملی طور پر ختم ہو کر رہ گیا ہے۔ کرامت علی نے کہا کہ سپریم کورٹ میں مقدمے کے حوالے سے بالآخر کچھ پیش رفت ہوئی ہے اور ان دھمکیوں کا مقصد اس پیش رفت کو روکنا ہے۔

مطالبات

''ہمارا مطالبہ ہے کہ ریاست اپنا آئینی فریضہ سرانجام دے اور پروین رحمان کے تمام اہل خانہ، انور رشید اور او پی پی سے وابستہ تمام ملازمین کو تحفظ فراہم کرے''۔

پروین کے قاتلوں کے خلاف مقدمے کے بعض پٹیشنرز پریس کانفرنس میں شریک تھے۔ انہوں نے پروین کے قاتلوں کو بے نقاب کرنے، مقدمے کی واپسی کے لیے ان پر دباؤ ڈالنے والے پولیس افسران کے خلاف تحقیقات کرنے اور

> پروین رحمٰن نے پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت کی مدد کر کے **2000** سے زائد گوٹھوں کے وجود کو قانونی طور پر تسلیم کروایا۔ ان کی ہلاکت کے وقت **1063** گوٹھوں کو باضابطہ قانونی شکل دی جا چکی تھی جبکہ **1,000** سے زائد گوٹھوں کا کیس زیر التواء تھا۔ ان کے قتل کے بعد، ایک بھی گوٹھ کو باضابطہ نہیں کیا گیا۔ اورنگی پائلٹ پراجیکٹ خاص طور پر گوٹھوں کو باضابطہ قانونی حیثیت دلوانے والے پراجیکٹ کے بارے میں دھمکیاں دی جا رہی ہیں جن کا حکومت کی جانب سے کوئی نوٹس نہیں لیا جا رہا۔

مقدمے کے حوالے سے قانون کی خلاف ورزی کرنے اور اپنے فرائض پورا نہ کرنے والے تمام افراد کے خلاف قانونی کارروائی کرنے کا مطالبہ کیا۔

کرامت علی نے کہا کہ مکمل تحفظ فراہم کرنے کے حوالے سے سپریم کورٹ کے احکامات کو مزید نظر انداز نہیں کیا جا سکتا اور متعلقہ حکام نے کارروائی نہ کی تو وہ عدالت میں اس کے خلاف شکایت درج کروائیں گے۔ انہوں نے مزید کہا کہ ہمیں او پی پی کو ملنے والی دھمکیوں کے خلاف عوام کو بھی متحرک کرنا پڑے گا۔

ماہر تعمیرات عارف حسن، پلر کے ڈائریکٹر کرامت علی اور ایچ آر سی پی کی چیئر پرسن زہرا یوسف کے ہمراہ پریس کانفرنس کر رہے ہیں۔

ایچ آر سی پی کی چیئر پرسن زہرا یوسف نے کہا کہ کوئی بھی پٹیشنز اس خوف و ہراس سے ڈر کر مقدمہ واپس نہیں لے گا۔ زہرا یوسف کا کہنا تھا کہ، ''ہم نے معاشرے کی بہتری کے لیے کام کرنے والی تین عظیم خواتین ۔۔۔۔۔۔ پروین، زہرا شاہد اور سبین محمود کھودی ہیں۔ ہم اب خوفزدہ نہیں ہیں اور اگر انصاف نہ ہوا اور انسانی جانوں کے ضیاع کا سلسلہ نہ رکا تو ہم اس معاملے کو عدالت میں لے جائیں گے''۔

نقشہ جات کا شعبہ دھمکیوں کا مرکز ہے

ماہر تعمیرات عارف حسن نے کہا کہ ان تمام دھمکیوں کا مرکز او پی پی کا نقشہ جات کا شعبہ ہے جسے کسی دوسری جگہ منتقل کرنا پڑا ہے۔ ''ہم نے واپس اورنگی جانے کا منصوبہ بنایا تھا مگر ان دھمکیوں کی شدت کے باعث ایسا نہیں کر سکے''۔

اورنگی پائلٹ پراجیکٹ کے زیر انتظام چلنے والے کئی پراجیکٹس میں سے گوٹھ کی اراضی کو باضابطہ بنانے کے پراجیکٹ سے تنازعہ پیدا ہوا تھا۔ پروین رحمٰن نے پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت کی مدد کر کے 2000 سے زائد گوٹھوں کے وجود کو قانونی طور پر تسلیم کروایا۔ ان کی ہلاکت کے وقت 1063 گوٹھوں کو باضابطہ قانونی شکل دی جا چکی تھی جبکہ 1,000 سے زائد گوٹھوں کا کیس زیر التواء تھا۔ ان کے قتل کے بعد، ایک بھی گوٹھ کو باضابطہ نہیں کیا گیا۔ اورنگی پائلٹ پراجیکٹ خاص طور پر گوٹھوں کو باضابطہ قانونی حیثیت دلوانے والے پراجیکٹ کے بارے میں دھمکیاں دی جا رہی ہیں جن کا حکومت کی جانب سے کوئی نوٹس نہیں لیا جا رہا۔ پریس کانفرنس میں شریک لوگوں کا کہنا تھا کہ ان دھمکیوں کے باعث غریب افراد کے حقوق کی آواز بلند کرنے والی کمیونٹی سطح کی تنظیموں کی حوصلہ شکنی ہو رہی ہے۔

(رپورٹ: جنین رفیع، انگریزی سے ترجمہ، بشکریہ ڈان)

سول سوسائٹی کے حقوق

آئی۔اے۔رحمٰن

ریاست کا سامنا کرنے کا حق منوانے کی موجودہ روش سے دستبردار نہیں ہوا جاسکتا

غیر سرکاری تنظیموں کو اصول وقاعدے کے تحت چلانے کے لیے کئے جانے والے اقدامات کو احساسِ ذمہ داری کے ساتھ نبٹنے کی ضرورت ہے اس لیے کہ ان کا تعلق سول سوسائٹی کے بنیادی حقوق کے ساتھ ہے۔ وفاقی وزیر داخلہ نے انکشاف کیا ہے کہ غیر سرکاری تنظیموں کی رجسٹریشن کا کام اکنامک افیئر زڈویژن سے لے کر ان کی وزارت کو منتقل کردیا گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ فیصلہ وزیراعظم کے امور خارجہ کے لئے سپیشل اسسٹنٹ مسٹر طارق فاطمی کی رپورٹ پر کیا گیا ہے۔ چوہدری نثار علی خان کے حوالے سے کہا گیا ہے کہ غیر سرکاری تنظیموں کی رجسٹریشن سے متعلق قوانین مبہم اور غیر واضح ہیں اور مناسب جوابدہی اور شفافیت کو یقینی بنانے کے لئے ایک نئے قانون کی ضرورت ہے۔

ایسے لگتا ہے کہ جیسے وزیر داخلہ اپنی گفتگو میں ان بین الاقوامی غیر سرکاری تنظیموں (آئی این جی اوز) کا حوالہ دے رہے تھے جنہوں نے حال ہی میں انتظامیہ کی پسندیدگی اور خوشنودی کھودی ہے۔ یہ بات غیر سرکاری قومی تنظیموں کے حوالے سے اس لئے نہیں کہی جاسکتی کہ ان کی رجسٹریشن اور احتساب کے بارے میں بنائے گئے قوانین بہت واضح ہیں۔ غالباً وزیراعظم کے ذہن میں بھی بین الاقوامی غیر سرکاری تنظیمیں تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اس معاملے کی تفتیش وتحقیق کے لئے امور خارجہ سے متعلقہ فرد کا چناؤ کیا ہے۔ بہرحال معاملہ چاہے کچھ بھی ہو، آگے بڑھنے سے پہلے حکومت طارق فاطمی رپورٹ کو مشتہر کرنا چاہیئے۔ عوام کو ان وجوہات کا علم ہونا چاہیئے جن کے باعث کارروائی ہونی ہے کیونکہ بظاہر لگتا ہے کہ اس کا نشانہ دونوں، یعنی ملکی اور غیر ملکی غیر سرکاری تنظیمیں بنتی نظر آرہی ہیں۔ حکومت کو یہ بات دھیان میں رکھنی چاہیئے کہ کہیں وہ مخصوص مفادات رکھنے والے لوگوں کی طرف سے بین الاقوامی غیر سرکاری تنظیموں کے خلاف چلائی جانے والی اس یک طرفہ مہم کے دھارے میں نہ بہہ جائے۔ اس لئے کہ ان میں سے اکثر تنظیمیں انسانی فلاح وبہبود کے لیے کام کررہی ہیں اور عوام کو ان کے حقوق دلوانے میں لوگوں کی مدد کررہی ہیں۔ ان بین الاقوامی غیر سرکاری تنظیموں کو برا بھلا کہنے اور انہیں تذلیل کا نشانہ بنانے کی بجائے پاکستان کو ان کا شکر گزار ہونا چاہیئے۔

امید رکھنی چاہیئے کہ تمام تر این جی او سیکٹر کو وزارت داخلہ کے ماتحت کردینے کے فیصلے پر نظر ثانی کی جائے گی۔ بین الاقوامی غیر سرکاری تنظیموں (آئی این جی اوز) کو بھی محض سکیورٹی کے نکتہ نظر سے ہی نہیں دیکھنا چاہیئے۔ اس کے علاوہ ان تنظیموں کے بارے میں فیصلہ کرنے کے عمل سے نہ تو اکنامک افیئر زڈویژن کو اور نہ ہی دفتر امور خارجہ کو اس عمل سے دور رکھنا چاہیئے۔ ویسے تو قومی سول سوسائٹی کی تنظیموں کو وزارت داخلہ کے کنٹرول میں دینے کا تصور ہی ناقابل یقین ہونے کے علاوہ فضول اور خلاف عقل لگتا ہے۔ اب یہ کوئی راز نہیں رہا کہ قانون نافذ کرنے والے ادارے خصوصاً پولیس اور انٹیلی جنس ایجنسیاں، ریاست کی طرف سے ہونے والی انسانی حقوق کی زیادہ تر خلاف ورزیوں کی ذمہ دار ہوتی ہیں۔ سول سوسائٹی تنظیموں کو خصوصاً وہ جو انسانی حقوق کے لئے کام کررہی ہیں، اگر انہی طاقتوں کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا گیا تو پھر اس کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے کہ آپ نے بھیڑوں کی حفاظت پر بھیڑیا مقرر کردیا ہے۔

روائتی طور پر حکومت کارِخیر کرنے والے اداروں کی طرف مثبت رویہ رکھتی ہے۔ یہاں تک کہ مشکوک اور مشتبہ اداروں کے بارے میں بھی حکومتی رویہ عمومی طور پر مثبت ہی ہوتا ہے۔ حکومت ایسی تنظیموں کے ساتھ بے حد خوش رہتی ہے جو ریاست کو اس کی ذمہ داری کو پورا کرنے میں مدد دیتی ہے۔ وہ سکول قائم کرتی ہیں، یا ہسپتال وہ اس طرح حکومت کا ہاتھ بٹاتی ہیں۔ لیکن حکومت کو ایسی تنظیمیں اچھی نہیں لگتیں جو لوگوں کے حقوق کی حمایت کرتی ہیں، وہ تنظیمیں جو خواتین کے حقِ خواندگی یا ان کی معاشی آزادی یا ان کے سیاسی حقوق کی بات کرتی ہیں تو ان پر الزام عائد کیا جاتا ہے کہ وہ پاکستان کی سماجی قدروں کے خلاف کام کررہی ہیں۔ علاوہ ازیں ہر وہ شخص غیر ملکی ایجنٹ قرار دے دیا جاتا ہے جو اقلیتوں کے لئے انصاف مانگتا ہے۔

> معاملہ چاہے کچھ بھی ہو، آگے بڑھنے سے پہلے حکومت کو طارق فاطمی رپورٹ کو مشتہر کرنا چاہیئے۔ عوام کو ان وجوہات کا علم ہونا چاہیئے جن کے باعث کارروائی ہونی ہے کیونکہ بظاہر لگتا ہے کہ اس کا نشانہ دونوں، یعنی ملکی اور غیر ملکی غیر سرکاری تنظیمیں بنتی نظر آرہی ہیں۔ حکومت کو یہ بات دھیان میں رکھنی چاہیئے کہ کہیں وہ مخصوص مفادات رکھنے والے لوگوں کی طرف سے بین الاقوامی غیر سرکاری تنظیموں کے خلاف چلائی جانے والی اس یک طرفہ مہم کے دھارے میں نہ بہہ جائے۔ اس لئے کہ ان میں سے اکثر تنظیمیں انسانی فلاح وبہبود کے لیے کام کررہی ہیں اور عوام کو ان کے حقوق دلوانے میں لوگوں کی مدد کررہی ہیں۔ ان بین الاقوامی غیر سرکاری تنظیموں کو برا بھلا کہنے اور انہیں تذلیل کا نشانہ بنانے کی بجائے پاکستان کو ان کا شکر گزار ہونا چاہیئے۔

اس ملک میں موجود انسانی حقوق مخالف لابی کا کہنا ہے کہ انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے بارے میں آگاہی دینا، جبری گمشدگیوں کے خلاف مظاہروں کا اہتمام کرنا اور ماورائے قانون ہونے والی ہلاکتوں کو محور بنانا قوم مخالف سرگرمیاں ہیں۔ اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل بان کی مون نے دو سال پہلے اس بارے میں جو کچھ کہا تھا اس کے بارے میں ان لوگوں کو آگاہ کرنا شاید ضروری ہے۔ انہوں نے کہا تھا "اگر رہنما اپنے عوام کی بات نہیں سنتے تو پھر وہ ان کی بات سڑکوں، گلیوں میں اور یا پھر چوکوں میں سنیں گے اور ایسا ہم نے میدان جنگ میں بہت دفعہ دیکھا ہے۔ اس لیے بہتر راستے کا چناؤ ہی اچھا ہوگا۔ لوگوں کی زیادہ سے زیادہ شرکت بہتر اقدام ہوگا۔ زیادہ جمہوریت، لوگوں کی زیادہ سے زیادہ شرکت کا مطلب سول سوسائٹی کے لئے زیادہ سے زیادہ راہ ہموار کرنا ہے"۔

پاکستان سول سوسائٹی کے اس عالمی حق کو نظر انداز نہیں کرسکتا کہ وہ ریاست کا سامنا کرے اور نہ ہی ریاست کے ساتھ کئے گئے اساسی میثاق کی شرائط سے تجاوز کرسکتا ہے۔ آج اقوام متحدہ نہ صرف سول سوسائٹی آرگنائزیشنوں (سی ایس اوز) بلکہ سول سوسائٹی کے متحرک افراد مثال کے طور پر وہ افراد جو انسانی حقوق کے محافظوں کا کردار ادا کرتے ہیں، کے لئے پاؤں رکھنے کی جگہ دینے کی کوششیں کررہی ہے۔ انہیں کسی رجسٹریشن کی ضرورت نہیں ہے۔ ہیومن رائٹس ڈیفنڈرز کے ڈیکلریشن کی پہلی شق ہی یہ ہے کہ "یہ ہر کسی کا حق ہے کہ وہ انفرادی طور پر یا دوسروں کے ساتھ مل کر قومی اور بین الاقوامی سطحوں پر انسانی حقوق کے حصول، ان کے تحفظ اور بنیادی آزادیوں کو فروغ دینے کے لئے جدوجہد کرے"۔

سول سوسائٹی آرگنائزیشنز پر حملہ آور ہونے کے لئے وقت کا انتخاب غلط تھا۔ یقینی طور پر سول سوسائٹی کو کام کرنے کے زیادہ مواقع فراہم کرنے کے بڑھتے ہوئے مطالبات سے حکومت بے خبر نہیں ہے۔ جون 2014ء میں اس سلسلے میں عدالت عظمیٰ نے جو فیصلہ دیا تھا اس میں دی گئی ہدایات کے مطابق فیصلے پر عملدرآمد کرانے کے لئے حکومت پر کافی دباؤ ہے اور یہ دباؤ دن بہ دن بڑھتا جارہا ہے۔ خصوصاً یہ دباؤ اس وقت سے زیادہ ہوا ہے جب سے پریشان اور حالات سے تنگ اقلیتوں کی توقعات میں اضافہ ہوا ہے۔ حکومت نے جی ایس پی پلس کے تحت 27 بین الاقوامی معاہدوں پر عملدرآمد کا جو وعدہ کر رکھا ہے اس کو پورا کرنا بھی ازحد ضروری ہے۔ اور توقع ہے کہ حال ہی میں قائم کئے گئے انسانی حقوق کے قومی کمشن کو کام کرنے کا بھرپور موقع فراہم کیا جائے گا۔ اگر سول سوسائٹی کی تنظیموں کو رجمنٹ کی شکل دینے کا اختیار پولیس والوں کو دے دیا گیا تو پھر یہ کمیشن کیا کردار ادا کرے گا؟

سول سوسائٹی اور ریاست کے درمیان تعلق پر ہونے والے بحث مباحثہ کے جلد ختم ہونے کے امکانات نہیں ہیں اور فی الحال یہی کافی ہوگا کہ حکومت کو انتباہ کیا جائے کہ وہ سی ایس اوز کے لئے جگہ تنگ نہ کرے اس لئے کہ یہ عمل مقصد فوت کرانے والا ہوگا۔

تتمہ: ٹی وی چینلوں نے بتایا ہے کہ وزیراعظم اور صدر کے ایک صاحبزادے کو ممنوعہ بور کے آتشیں اسلحہ کے لائسنسوں کی منظوری کے لئے متعلقہ قواعد وضوابط کو نرم اور لچکدار بنا دیا گیا ہے۔ دونوں سے مودبانہ گزارش ہے کہ وہ درج ذیل وجوہ کی بنا پر اسلحہ کے ان لائسنسوں سے دست بردار ہوجائیں:

1۔ ریاست کی طرف سے ان کو جو انتہائی اعلیٰ درجے کی سکیورٹی مہیا کیا گئی ہے، یہ اس پر عدم اعتماد کا واضح اظہار ہے۔ اگر انہیں انتہائی ترقی یافتہ یا انتہائی جدید اسلحہ کی ضرورت ہے تو پھر عام شہری اپنی حفاظت کے لئے کیا کریں گے؟

2۔ ذاتی حفاظت کے لئے ممنوعہ بور کے اسلحہ کا حصول بالکل ایسا ہی ہے جیسے دہشت گردوں کے ساتھ اسلحہ کی دوڑ شروع کرنا جنہیں مراعات یافتہ پاکستانی افراد کی نسبت کہیں زیادہ مہلک ہتھیار حاصل کرنے کے مواقع میسر ہیں۔

3۔ اچھی حکمرانی کا بنیادی اصول یہ ہے کہ ان افراد کے لئے قواعد وضوابط میں تبدیلی نہ کی جائے جن کے پاس قوانین بنانے کا اختیار ہے اور جن سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ عام شہریوں کے لئے مثال ہوں گے۔ (انگریزی سے ترجمہ، بشکریہ روزنامہ ڈان)

قوم پرست جماعتوں کی ہڑتال

چاغی 28 مئی کو مزاحمتی تنظیموں کے زیرِاہتمام 28 مئی کو پورے بلوچستان میں شٹرڈاؤن ہڑتال ہوئی۔ جس کے نتیجے میں تمام کاروباری مراکز، مارکیٹیں، بنک اور دفاتر بند رہے اور کاروبارِ زندگی مفلوج ہو کر رہ گیا۔ 28 مئی کو ہر سال بلوچ مزاحمتی تنظیمیں احتجاج کے طور پر ہڑتالیں، مظاہرے اور جلسے وغیرہ کا اہتمام کرتی ہیں۔ کیونکہ ان کے مطابق 28 مئی 1998ء میں میاں نواز شریف کے دورِ حکومت میں چاغی، بلوچستان میں جو ایٹمی دھماکے کئے گئے تھے، ان سے انسانوں، جانوروں، درختوں اور فصلوں میں طرح طرح کی بیماریاں اور وبائیں پھیل گئیں۔ پاکستانی حکومتوں نے ان کی روک تھام کے لئے آج تک کچھ بھی نہیں کیا ہے۔ اس سلسلے میں بلوچوں کی طرف سے ایک مظاہرہ لندن میں بھی ہوا جس نے بعد میں جلسے کی شکل اختیار کرلی۔ آخر میں بعض رہنماؤں نے خطاب بھی کیا اور چاغی بلوچستان میں ہونے والے ایٹمی دھماکوں کی مذمت کی۔

(غنی پرواز)

واپڈا کی نجکاری کے خلاف احتجاجی دھرنا

ٹنڈو محمد خان ہائیڈرو الیکٹرک ورکرز یونین سی بی اے کی جانب سے ٹنڈو محمد خان ڈویژن آفس میں واپڈا کو مختلف کمپنیوں میں تقسیم کرکے اس کی نجکاری کرنے کے خلاف 3 مارچ سے دھرنا دیا اور احتجاج کیا۔ ہائیڈرو ورکرز کا کہنا تھا کہ واپڈا کی نجکاری نہ صرف ورکرز کے لیے مسئلہ ہے بلکہ واپڈا کی نجکاری سے قومی اداروں کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ بجلی جیسے خطرناک کام کرنے والے ورکروں کی تنخواہوں میں اضافہ کیا جائے اور ان کو تمام مراعات فراہم کی جائیں۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ بجلی کے بلوں میں مختلف ٹیکس لگائے جاتے ہیں۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ واپڈا کی پرائیوٹائزیشن اور ملازمین کو وہ تمام سہولیات فراہم کی جائیں جن پر ان کا حق بنتا ہے۔

(نامہ نگار)

4 شیعہ ہزارہ جاں بحق

کوئٹہ 25 مئی کو کوئٹہ میں فرقہ وارانہ تشدد کے تین مختلف واقعات میں چار شیعہ ہزارہ جاں بحق اور دو خواتین سمیت نو افراد زخمی ہوگئے۔ پہلے وقوعے میں فاطمہ جناح روڈ پر نامعلوم افراد نے مقامی تاجر انور علی ہزارہ کو فائرنگ کرکے قتل کردیا۔ اس حملے کے بعد ہزارہ برادری کے اراکین نے وقوعے کے خلاف احتجاج کیا۔ اطلاعات کے مطابق انہوں نے ہوائی فائرنگ بھی کی اور دکانوں کو زبردستی بند کرادیا۔ بعدازاں نامعلوم افراد نے جناح روڈ پر دو عمارتوں پر فائرنگ کردی جس کے نتیجے میں تین افراد جاں بحق اور نو زخمی ہوگئے۔ تفصیلات کے مطابق نامعلوم افراد نے سلیم کمپلیکس کو فائرنگ کا نشانہ بنایا جس کے نتیجے میں ہزارہ برادری سے تعلق رکھنے والے دو افراد جاں بحق ہوگئے۔ اس کے چند ہی منٹ بعد نامعلوم افراد نے کبیر بلڈنگ میں واقع زہری مسجد پر اس وقت اندھا دھند فائرنگ کردی جب لوگ نماز کے بعد باہر آرہے تھے۔ فائرنگ کے نتیجے میں چار افراد زخمی ہوگئے۔ اس سے ایک روز پہلے مسجد روڈ کوئٹہ پر دو بھائیوں کو قتل کردیا گیا تھا۔ بعدازاں اہل سنت والجماعت نے دعویٰ کیا تھا کہ مقتول ان کی جماعت کے رکن تھے۔

(نامہ نگار)

ہزارہ افراد کی ہلاکت کے خلاف شٹر ڈاؤن

کوئٹہ بلوچستان کے دارالحکومت کوئٹہ میں 25 جون کو ہزارہ برادری کے 5 افراد کی ہلاکت کے بعد شہر بھر میں احتجاجی مظاہروں کے باعث مارکیٹیں اور بازار بند ہیں۔ پولیس کے مطابق کوئٹہ کے علاقے باچا خان چوک میں نامعلوم افراد نے دکانوں پر فائرنگ کردی تھی جس کے نتیجے میں ہزارہ برادری کے 4 افراد موقع پر ہی ہلاک جبکہ ایک زخمی ہوگیا تھا، بعدازاں زخمی شخص نے بھی دورانِ علاج ہسپتال میں دم توڑ دیا تھا۔ واقعے کی اطلاع کے بعد مارکیٹیں اور بازار بند اور علاقے کی صورت حال کشیدہ ہوگئی تھی۔ ہزارہ برادری سے تعلق رکھنے والے 500 افراد نے میتوں کے ہمراہ سڑک پر احتجاج کا سلسلہ شروع کردیا تھا جو تا حال جاری ہے۔ اس موقع پر مظاہرین نے تحفظ فراہم نہ کرنے پر حکومت کے خلاف نعرے بھی لگائے۔ مظاہرے میں شامل حسنین علی نامی ایک شخص کا کہنا تھا کہ 'ہماری نسل کشی کی جارہی ہے تاہم حکومت ہمارے تحفظ کے صرف وعدے ہی کررہی ہے'۔ حسنین کا مزید کہنا تھا کہ وہ اُس وقت تک سڑکیں بند رکھ کر میتوں کے ساتھ احتجاج جاری رکھیں گے جب تک کہ واقعے میں ملوث ملزمان گرفتار نہیں ہوجاتے۔ یاد رہے کہ کچھ روز قبل بھی ہزارہ برادری کے 6 سے زائد افراد کو کوئٹہ میں نشانہ بنایا گیا تھا۔ شہر کی کشیدہ صورت حال کے پیش نظر پولیس اور فرنٹیئر کور (ایف سی) کو طلب کرلیا گیا ہے۔ دوسری جانب وزیراعظم نواز شریف اور بلوچستان کے وزیرِاعلیٰ ڈاکٹر عبدالمالک بلوچ نے واقعے کی سختی سے مذمت کرتے ہوئے ملزمان کی فوری گرفتاری کے لیے پولیس کو ہدایات جاری کردی ہیں۔ وزیراعظم نے صوبے کی انتظامیہ سے واقعے کی رپورٹ طلب کرتے ہوئے حکام کو ملزمان کی فوری نشاندہی کے لیے ہدایات جاری کیں۔ جبکہ عبدالمالک بلوچ کا کہنا ہے کہ ٹارگٹ کلنگ کے واقعے میں ملوث ملزمان سے سختی سے نمٹا جائے گا۔ تا حال کسی گروپ نے واقعے کی ذمہ داری قبول نہیں کی تھی۔ بعدازاں سینیئر سپرنٹنڈنٹ پولیس آفیسر (سی سی پی او) کوئٹہ رزاق چیمہ کے ہمراہ پریس کانفرنس کرتے ہوئے وزیرداخلہ بلوچستان میر سرفراز بگٹی نے دعویٰ کیا کہ صوبائی دارالحکومت کوئٹہ میں پولیس اور حساس اداروں نے کارروائی کے دوران کالعدم تنظیم سے تعلق رکھنے والے 3 دہشت گردوں کو گرفتار کیا ہے۔ وزیرداخلہ نے کہا کہ گرفتار ملزمان سے تفتیش کی جارہی ہے۔

(نامہ نگار)

صحافی کا اغواء

سکھر 2 جون کو صحافی اور بیورو چیف رپورٹر شاہد خان کو رات کے وقت پنوعاقل کی ایک تقریب سے واپس آرہے تھے کہ روہڑی بائی پاس پر 3 گاڑیوں میں سوار سادہ لباس میں ملبوس افراد ان کی گاڑی کو روکا اور انھیں اپنے ہمراہ لے گئے۔ اغواء کے وقت ایک ڈرائیور اور ایک صحافی بھی ہمراہ تھے، مسلح افراد نے ڈرائیور، یاسر صحافی سے موبائیل فون چھین کر انھیں چھوڑ دیا اور شاہد خان کو ہمراہ لے گئے، جن کی اب تک کوئی خبر نہیں، سکھر پریس کلب اور یونین آف جرنلسٹ کی جانب سے ایک ہنگامی اجلاس کیا گیا، جس میں حکومت پاکستان، وفاقی وزیر، صوبائی وزیرداخلہ اور اعلیٰ حکام سے اپیل کی گئی کہ صحافی کو جلد سے جلد بازیاب کرایا جائے۔ سول سوسائٹی اور گھر والوں کی جانب سے روزانہ احتجاجی مظاہرے کئے جارہے ہیں، یونین آف جرنلسٹ کی جانب سے سندھ ہائی کورٹ سکھر میں ایک پٹیشن دائر کرنے کی تیاری کی جارہی ہے۔ دوسری جانب شاہد خان کے گھر میں پولیس نے زبردستی گھس کر شاہد خان کا لیپ ٹاپ اور دوسرہ سامان اپنے ہمراہ لے گئی۔ سول سائٹی اور صحافیوں نے خدشہ ظاہر کیا ہے کہ شاہد خان کو خفیہ اداروں نے اغواء کیا ہے۔ اس رپورٹ کے جاری ہونے تک مذکورہ صحافی تا حال لاپتہ تھے۔

(شاکر جمالی)

تشدد سے متاثرہ افراد سے اظہار یکجہتی کا عالمی دن

ایچ آر سی پی نے ایذارسانی کے خلاف عالمی دن کے موقع پر اذیت رسانی کے متاثرین سے اظہار یکجہتی کے لیے ملک کے مختلف مقامات پر تقاریب کا اہتمام کیا

ملتان 26 جون کو اذیت رسانی کے متاثرین کی حمایت کے عالمی دن کے موقع پر تشدد کے شکار افراد سے اظہار یکجہتی کے لئے پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کی سپیشل ٹاسک فورس ملتان کے زیر اہتمام ایک سیمینار کا انعقاد کیا گیا جس میں انسانی حقوق کے کارکنان، وکلاء اور سماجی تنظیموں کے عہدیداروں نے شرکت کی۔ سیمینار میں ایچ آر سی پی ملتان ٹاسک فورس کے کوآرڈینیٹر فیصل تنگوانی نے بات چیت کا آغاز کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان نے 5سال قبل اذیت رسانی کے خلاف اقوام متحدہ کے میثاق کی توثیق کر کے ایک مئوثر قانونی ڈھانچہ تشکیل دینے کا عہد کیا تھا تا کہ اذیت رسانی کی روک تھام ہو سکے اور اسے ایک جرم قرار دے کر اذیت رسانی کے متاثرین کو تحفظ فراہم کیا جا سکے۔ اذیت رسانی کے متاثرین کا دن ہمیں یہ باور کراتا ہے کہ متاثرین کے تحفظ اور ان کی دادرسی کے لئے پاکستان کو اپنے کئے گئے عہد کا پاس کرنا چاہئے تا کہ اذیت رسانی کے متاثرین کے بنیادی حقوق کا تحفظ ہو سکے۔ ریاست پاکستان کو چاہیے کہ وہ شکایت کے حق کو یقینی بنائے۔ شکایت درج کرانے کی جرات کرنے والے متاثرین اور گواہان کے تحفظ کے لئے تمام ممکنہ اقدامات کرے۔ پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق اذیت رسانی کے متاثرین کے عالمی دن کے موقع پر ریاست سے مطالبہ کرتا ہے کہ ریاست متاثرین کے تحفظ کے لئے مئوثر قانون سازی کرے۔ اقوام متحدہ کے منشور میں اعلان کردہ اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے انسانی برادری کے مساوی حقوق کو تسلیم کرے۔ تا کہ دنیا میں آزادی، انصاف اور امن قائم ہو سکے۔ اذیت رسانی اور اس کی دیگر اقسام کا خاتمہ ہو سکے۔ اقوام متحدہ کے منشور کی دفعہ 55 کے تحت ریاستوں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ عالمی سطح پر انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کی پاسداری اور احترام کے لئے کوشاں رہیں۔ شرکاء سے خطاب کرتے ہوئے غلام حیدر تھہیم نے کہا کہ 26 جون 1987ء کو پہلی بار اقوام متحدہ نے تشدد کے خاتمے کے لئے کانفرنس کا انعقاد کیا۔ اس کانفرنس میں بہت سے معاملات طے ہوئے اور 2010 میں معاہدہ منظور ہوا جس میں پاکستان بھی شامل ہے۔ تشدد کی بہت سی اقسام ہیں جن میں خاص طور پر خواتین کے ساتھ گھروں میں گھریلو تشدد جو بڑی تیزی سے اس معاشرے میں سرایت کرتا جا رہا ہے جس کی وجہ سے خواتین اپنے آپ کو غیر محفوظ سمجھتی ہیں۔ جب چھوٹے بچوں کے سامنے گھروں میں یا باہر کسی فرد پر تشدد ہوتا ہے تو ان کے ذہن متاثر ہوتے ہیں۔ عمانوایل عاصی اور محمد حسین نے بات چیت کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا کہ ہمارے معاشرے میں کسی بھی مسئلہ کے حل کے لئے تشدد جیسے خطرناک ہتھیار کا سہارا لیا جاتا ہے۔ ہمارے ہاں مختلف ٹی وی چینلز پر تشدد دکھایا جاتا ہے جس سے ہماری نسلوں کے ذہن منتشر ہو رہے ہیں۔ شاہد محمود نے کہا کہ ہمارے

> ریاست متاثرین کے تحفظ کے لئے مئوثر قانون سازی کرے۔ اقوام متحدہ کے منشور میں اعلان کردہ اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے انسانی برادری کے مساوی حقوق کو تسلیم کرے۔ تا کہ دنیا میں آزادی، انصاف اور امن قائم ہو سکے اذیت رسانی اور اس کی دیگر اقسام کا خاتمہ ہو سکے۔ اقوام متحدہ کے منشور کی دفعہ 55 کے تحت ریاستوں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ عالمی سطح پر انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کی پاسداری اور احترام کے لئے کوشاں رہیں

معاشرے میں تشدد کی بڑھتی ہوئی وجہ قانون کی حکمرانی کا نہ ہونا ہے۔ بچے، خواتین اور مرد سبھی تشدد جیسی لعنت کا شکار ہو رہے ہیں۔ کسی بھی مہذب معاشرے میں تشدد سے مراد ذہنی وجسمانی اذیت ہے جو کہ اکثر ریاستی ادارے کرتے ہیں اور افسوس کی بات یہ ہے کہ کسی بھی سیاسی جماعت نے تشدد کے واقعات کو روکنے اور متاثرین کی دادرسی کے لئے اپنے منشور میں اس بات کو شامل نہیں کیا جس کی وجہ سے کسی بھی سیاسی جماعت کی طرف سے پارلیمنٹ میں تشدد کے خاتمہ کے لئے کوئی بحث نہیں ہوئی۔ سول سوسائٹی اور دیگر افراد کو تشدد کی روک تھام کے لئے اپنا مثبت کردار ادا کرنا ہوگا۔ حمیرا مقبول اور عائشہ نذیر نے کہا کہ ہمارے معاشرے میں کسی کمزور شخص پر جب کسی فرد یا ریاستی اداروں کی طرف سے کسی بھی قسم کا تشدد ہوتا ہے تو وہ اللہ کی مرضی سمجھ کر خاموش ہو جاتے ہیں۔ ہمیں ایسی سوچ کو ختم کرنا ہوگا اور لوگوں میں ریاستی اداروں یا مذہب کے نام پر تشدد کے خاتمے کے لئے اپنی آواز کو بلند کرنا ہوگا۔ خواتین پر ہونے والے جنسی تشدد کی شرح بڑی تیزی سے ہمارے معاشرے میں پھیل رہی ہے، جس سے خواتین خود کو غیر محفوظ سمجھتی ہیں۔ ہمارے تھانہ کلچر میں رائج نظام سے ان متاثرہ خواتین کو انصاف کی توقع نہیں ہوتی۔ ہماری ریاست کو چاہیے کہ وہ اپنے عہد کا پاس کرتے ہوئے فی الفور تشدد کے خاتمہ کے لئے مئوثر قانون سازی کرے اور تشدد کے مرتکب افراد کو سزائیں دے اور تشدد سے متاثرہ افراد کی بحالی کے لئے اپنا مثبت کردار ادا کرے۔ اذیت رسانی کے خلاف قانون سازی میں متاثرین کے مفادات کو ترجیح دے اور ان کے تحفظ کو یقینی بنائے۔ جوزف ریاض اور مہر اشرف نے کہا کہ دنیا بھر میں 26 جون تشدد کے شکار افراد سے اظہار یکجہتی کے طور پر منایا جاتا ہے۔ تشدد کے لفظ سے ہمارے ذہن میں تکلیف کا احساس ابھرتا ہے۔ کسی بھی انسان کے خلاف جان بوجھ کر کیا جانے والا ہر وہ فعل جو جسمانی قوت، طاقت اور اختیارات کے بل بوتے پر دوسرے شخص کو نقصان پہنچانے کے لئے کیا گیا ہو تشدد کے زمرے میں آتا ہے چاہے وہ نقصان ذہنی ہو، جسمانی ہو یا جنسی ہو۔ تشدد دنیا کے کسی ایک ملک یا معاشرے کا مسئلہ نہیں بلکہ یہ پوری دنیا میں انسانی حقوق کی خلاف ورزی کی بدترین صورت ہے۔ پچھلے کچھ سالوں میں معاشرتی ناانصافی طبقاتی تفریق کے باعث جنم لینے والی تشدد کی ایک نئی قسم خودکش حملے ہیں جس نے پوری دنیا کے سیاسی معاشی اور معاشرتی نظام کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ سب سے اہم اور فوری حل طلب مسئلہ صنفی تفریق پر مبنی تشدد کا ہے جس کا زیادہ تر شکار خواتین ہوتی ہیں اقوام متحدہ کے اعداد وشمار کے مطابق پوری دنیا میں ہزاروں خواتین ہر سال غیرت کے نام پر قتل کر دی جاتی ہیں۔ دنیا میں ہر تین میں سے ایک عورت یا لڑکی کسی نہ قسم کے تشدد کا شکار ہوتی ہیں۔

(ایم اکمل، ایچ آر سی پی، ملتان ٹاسک فورس)

کراچی ایذارسانی کے استعمال کا کبھی کوئی جواز پیش نہیں کیا جا سکتا، جو ایک ایسا عمل ہے جو جسمانی اور نفسیاتی نقصان کا سبب بنتا ہے اور پاکستان میں اس کا استعمال سزا سے استثنا کے ساتھ جاری ہے۔'' ان خیالات کا اظہار پاکستان انسٹی ٹیوٹ آف لیبر ایجوکیشن اینڈ ریسرچ (پائلر) کے ڈائریکٹر کرامت علی نے 26 جون کو آرٹس کونسل میں ایذارسانی کے متاثرین کی حمایت میں عالمی دن کے موقعے پر منعقد کیے گئے سیمینار میں کیا۔

انسانی حقوق کے کارکن ذات، مسلک، قومیت یا سیاسی

اور مذہبی وابستگی سے بالاتر ہوکر ایذارسانی کے تمام متاثرین سے اظہار یکجہتی کے لیے اکٹھے ہوئے تھے۔ یہ سیمینار پائلر، پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آرسی پی) اور ایشین ہیومن رائٹس کمیشن (اے ایچ آرسی) کی جانب سے منعقد کیا گیا تھا۔ ان کے نمائندوں نے معلومات کے حصول، انتقام لینے، سزا دینے کے لیے اور حتیٰ کہ ریاست اور دیگر اداروں کی جانب سے کسی نظریے کی برتری کے اظہار کے لیے ایذارسانی کے استعمال کی مذمت کی۔

مسٹر علی نے ملک میں تشدد کے حوالے سے قانون سازی کے فقدان پر سوال اٹھایا۔ انہوں نے استفسار کیا کہ: ''ابھی تک کوئی مسودہ قانون تیار کیوں نہیں کیا گیا اور اسے اسمبلی سے منظور کیوں نہیں کرایا گیا؟ ہمیں ایک ایسا قانون وضع کرنا چاہیئے جو کسی بھی فرد کے خلاف، حتیٰ کہ قومی سلامتی کے نام پر بھی ایذارسانی کے استعمال کی اجازت نہ دے۔''

ایچ آرسی پی کے رکن حسن اطہر نے ایسی کئی مثالوں کا ذکر کیا جہاں پاکستان نے ایذارسانی کے خلاف اقوام متحدہ کے میثاق (یواین کیٹ) کو نظرانداز کرتے ہوئے اس کی خلاف ورزی کی، جس کی پاکستان نے 2010ء میں توثیق کی تھی۔ انہوں نے کہا کہ ایذارسانی کا استعمال ملک کے آئین کی پامالی کا بھی باعث بنا ہے، تاہم احتساب نہ ہونے کی وجہ سے افراد اور اداروں، بشمول حکومت، انٹیلیجنس ایجنسیوں اور سیاسی جماعتوں کو ایک دوسرے کے خلاف ایسی ظالمانہ کاروائیاں جاری رکھنے کا موقع ملا ہے۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ، ''ہمیں ایذارسانی کے استعمال کے خلاف متحرک ہونا چاہیئے اور اس کے خلاف احتجاج کرنا چاہیئے۔''

مقررین نے مطالبہ کیا کہ ایذارسانی کے خلاف ایک جامع قانون بنایا جائے کیونکہ اس کے بغیر عدالتی نظام ''قدیم'' اور ''مجرمانہ'' ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ انسانی حقوق کے ادارے حکومت پر دباؤ ڈالنے کے لیے پرامن قانونی کاروائی کا سہارا لیں گے کہ وہ ایذارسانی کے خلاف قانون منظور کر کے اس کا نفاذ کرے۔

ایچ آرسی پی کے رکن اسد اقبال بٹ نے ملک، بالخصوص بلوچستان اور کراچی میں جبری گمشدگیوں کا ذکر کیا۔ ''کراچی میں سیاسی کارکنوں کی گمشدگیوں سے لے کر بلوچستان کے لاپتا افراد تک، ایذارسانی کے متاثرین کی تعداد میں اضافہ دیکھنے میں آیا ہے۔ ہمیں یہ ثابت کرنے کے لیے اپنی آواز بلند کرنی چاہیئے کہ دنیا کے کسی بھی حصے میں ایذارسانی خلاف قانون ہے''۔

قانون سازی کے فقدان کے بارے میں ان کا یہ کہنا تھا کہ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ قانون ساز اس معاملے کو زیادہ اہم نہیں سمجھتے۔ ''جب شہریوں سے متعلق مسائل اور ان کے بنیادی حقوق کا معاملہ ہو تو عوامی مفاد کے حامل قوانین کی منظوری میں کئی سال لگ جاتے ہیں۔''

ریٹائرڈ جسٹس ماجدہ رضوی کا کہنا تھا کہ ایذارسانی کے خلاف ایک قانون منظور کرنے اور اس کا نفاذ کرنے کی ضرورت ہے جو ایذارسانی کے متاثرین اور ان کے خاندانوں کے لیے باعث تسکین ہوگا۔ انہوں نے تفصیل سے وضاحت کی غیرت کے نام پر قتل کو بھی ایذارسانی میں شمار کرنا چاہیئے کیونکہ اس فعل کی مدد سے کسی فرد کو جسمانی اور نفسیاتی طور پر

> کراچی میں سیاسی کارکنوں کی گمشدگیوں سے لے کر بلوچستان کے لاپتا افراد تک، ایذارسانی کے متاثرین کی تعداد میں اضافہ دیکھنے میں آیا ہے۔ ہمیں یہ ثابت کرنے کے لیے اپنی آواز بلند کرنی چاہیئے کہ دنیا کے کئی ملکوں میں ایذارسانی خلاف قانون ہے۔

خوفزدہ کر کے اس کی تذلیل کی جاتی ہے۔

پاکستان فیڈرل یونین آف جرنلسٹس کے رکن خورشید عباس کا کہنا تھا کہ ''پاکستان کا نظام انصاف فرسودہ اور بدعنوان ہے اور یہ معلومات کے حصول کے لیے ایذارسانی کے استعمال کی اجازت دیتا ہے۔'' انہوں نے ایسے کئی واقعات کا ذکر کیا کہ جب بطور صحافی پولیس کی سفاکی کے متاثرین اور اس پر ذمہ داروں کی سردمہری کا مشاہدہ کیا۔

ایم کیوایم کے قانون ساز سلمان مجاہد نے اپنے کارکنان کی ماورائے عدالت ہلاکتوں کے حوالے سے پارٹی کی شکایات کا ذکر کیا۔ ''ستمبر 2013ء میں کراچی آپریشن کے آغاز سے لے کر اب تک ایم کیوایم کے 90 سے زائد کارکن لاپتہ اور 40 سے زائد جاں بحق ہوچکے ہیں جنہیں بظاہر ایذارسانی کا نشانہ بنایا گیا تھا۔ ہم کسی کو بھی اس کا ذمہ دار نہیں ٹھہرا سکتے اور عدلیہ نے بھی ہمیں مایوس کیا ہے۔''

سندھ اسمبلی کی ڈپٹی اسپیکر شہلا رضا نے 1990ء میں اپنی گرفتاری کے تجربے سے آگاہ کیا۔ ان کا یہ کہنا تھا کہ ان گرفتاریوں اور اس کے نتیجے میں حراستی ایذارسانی کے استعمال کے پیچھے سیاسی محرکات کارفرما تھے۔

(انگریزی سے ترجمہ، بشکریہ ڈان)

حیدرآباد ایچ آرسی پی کی ٹاسک فورس حیدرآباد کی جانب سے 26 جون کو پریس کلب حیدرآباد کے سامنے اذیت رسانی کے متاثرین کی حمایت کے عالمی دن کے موقع پر پُرامن مظاہرے اور اسٹریٹ تھیٹر کا اہتمام کیا گیا جس میں سیاسی وسماجی کارکنان, وکلا, طلبہ اور جبری مشقت کی نجی جیلوں میں تشدد سہنے والی کسان عورتوں اور مردوں نے شرکت کی۔ مظاہرین میں سندھ ڈویلپمنٹ سوسائٹی کے ڈائریکٹر غفار ملک, زرعی یونیورسٹی ٹنڈو جام کے استاد رہنما پروفیسر سریش وادوانی, عورت محاذ عمل کی سیدہ حسین مسرت اور نسرین جلبانی, پاکستان فشرک فوک کے ریجنل ہیڈ مجید تھیم, انڈس فاؤنڈیشن کے اصغر لغاری, مسیحی کمیونٹی کے کارکن امتیاز بوٹھا, پاک انڈیا پیس فورم کے رئیس احمد, امتیاز پلھ اور انسانی حقوق کے کارکنان اشوتھاما, صدرالدین, نووکولھی, خمیسو بھیل اور دیگر شامل تھے۔ مظاہرے سے خطاب کرتے ہوئے مقررین نے کہا کہ گزشتہ سال 2014 میں 1216 عورتوں کو اغوا، ان کی زبردستی شادی کروانے, 114 پر تیزاب پھینکنے, دہشت گرد کاروائیوں میں 1723 لوگوں کے قتل اور 3143 لوگوں کا زخمی ہونا اور فرقہ ورانہ تشدد میں 210 لوگوں کی ہلاکت کے علاوہ پولیس مقابلوں میں سندھ میں 925, کے پی کے میں 26, پنجاب میں 276 لوگوں کو قتل کیا گیا۔ خطاب میں مزید کہا گیا کہ گزشتہ برس اقلیتوں کی عبادت گاہوں پر حملے کئے گئے اور ان کو ہراساں کیا گیا اور اس کے علاوہ انہیں توہین مذہب جیسے الزامات کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ اسی طرح عورتوں، صحافیوں، کسانوں اور محنت کشوں اور صحافیوں کے غلاف تشدد کے کئی واقعات پیش آئے۔ مظاہرین کا کہنا تھا کہ 2014 میں سندھ اور بلوچستان میں سیاسی کارکنوں کی گمشدگی اور مسخ شدہ لاشوں کو پھینکے جانے کے سلسلے میں وقتی طور پر آئے ہوئے وقفے کے بعد گزشتہ دو ماہ سے سندھ میں سیاسی کارکنوں کے خلاف چھاپے اور گمشدگی کے واقعات سامنے آئے ہیں۔ اسی حوالے سے بتایا گیا کے راجا داہر بھبرو، جمی تنیو، کیلاس میگھواڑ اور اللہ ودایو مہر کو اب تک بازیاب نہیں کیا گیا اور نہ ہی کسی عدالت میں پیش کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر اشوتھاما نے پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کی مانیٹرنگ ٹیم کی خفیہ ایجنسی کی تحویل سے رہائی پانے والے بعض افراد سے کی گئی ملاقاتوں کے حوالے سے بتایا کہ وہ شدید جسمانی اور ذہنی تشدد کا نشانہ بنے تھے۔ پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کی مانیٹرنگ ٹیم کو انٹرویو دیتے ہوئے انھوں نے کہا تھا کہ دوران حراست ان کے ساتھ اذیت رسانی پر مبنی انتہائی غیر مہذب سلوک کیا جاتا تھا۔ رہائی پانے والے ایک نوجوان نے بتایا کہ انہیں انجیکشن لگایا اور نامعلوم گولیاں کھلائی جاتی تھیں جس سے بے خوابی رہتی تھی اور جسم میں تکلیف محسوس ہوتی تھی۔ اور وہ آج بھی اچانک ویسی کیفیت میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ دیگر مقررین نے خطاب کرتے ہوئے ملک میں اذیت رسانی کا ہر سطح پر خاتمے کا مطالبہ کیا۔ انہوں نے حکومت سے عالمی کمیونٹی سے کیے گئے وعدے کے مطابق اذیت رسانی کو جرم قرار دینے اور قانون سازی کرنے کا بھی مطالبہ کیا۔

(ایچ آری سی پی، اسپیشل ٹاسک فورس۔ حیدرآباد)

دوطرفہ تباہ کن خطابت

آئی۔اے۔رحمٰن

پاکستانی رہنماؤں اور میڈیا کو مودی کی ارادتاً کی گئی خطابت کے پیچھے کارفرما سوچ پر غور کرنا چاہئے

بھارت اور پاکستان کے درمیان لفظوں کی بڑھتی ہوئی جنگ دونوں فریقوں کے لئے بہتر نہیں ہے۔ اس سے دونوں ملکوں کے عوام کو بہت زیادہ نقصان ہوگا۔ پاکستان بڑی آسانی کے ساتھ مودی سرکار کے انکشافات، آپ انہیں اعترافات بھی کہہ سکتے ہیں، پر اشتعال میں آ گیا ہے۔ نئی دہلی کی طرف سے جب کبھی ان دو انتہائی قریبی ہمسایوں کے درمیان ہونے والے تصادم کی تاریخ کے کسی واقعے کی یاد تازہ کی جاتی ہے۔ تو اس طرف کے جارحانہ پالیسی کے حامی موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے مقابلہ آرائی کے فن کو پھر سے زندہ کر دیتے ہیں اور یہی اس وقت بھی ہوا۔ تاہم بھارتی حکمتِ عملی کے متوازن اور غیر جانبدارانہ تجزیہ کے ساتھ اس کا بہتر جواب دیا جا سکتا تھا۔

دہشت گردی کا جواب دہشت گردی کے ساتھ دینے کے حوالے سے مسٹر پاریکر کے بیان ہی کو لیجئے۔ بھارتی وزیر دفاع نے اپنی گفتگو میں کوئی ایسا انکشاف نہیں کیا جس کے بارے میں دنیا کو پہلے سے علم نہیں تھا۔ اس بیان پر، جس سے بھارت کی لاعلاج دروغ گوئی کی تصدیق ہوجاتی ہے، مضحکہ خیز حد تک جذباتی ہونے کی بجائے پاکستان کے رہنماؤں اور میڈیا منیجروں کو اس بیان کو اس بنیاد پر فی الفور رد کر دینا چاہئے تھا کہ یہ سب کچھ اس لئے کہا گیا کہ بی جے پی حد سے زیادہ قوم پرستی کا اظہار کر کے عوام میں اپنی مقبولیت میں اضافہ کرنا چاہتی ہے۔

نئی دہلی نے 1965ء کی جنگ کا جشن منانے کا جو فیصلہ کیا ہے، اس کو بھی اسی حوالے سے دیکھنا چاہئے کہ بھارت اپنی فوجی قیادت کا ڈھنڈورا پیٹنا اور اپنے قوم پرستی کے تصورات کو تحفظ دینے کی صلاحیت کو اجاگر کرنا چاہتا ہے۔

مسٹر نریندر مودی نے بنگلہ دیش کے قیام میں بھارت کے کردار کی طرف توجہ دلا کر دونوں ملکوں کے مفاہمت مخالف عناصر کو کافی تقویت دی ہے۔ انہوں نے اس بار بھی کوئی خفیہ بات منکشف نہیں کی۔ مکتی باہنی کو تشکیل دینے میں بھارت کے کردار کی کہانی اور مشرقی بنگال میں کھلی مداخلت سے قبل اور 1971ء میں اپنی باقاعدہ فوج کو استعمال کرنے سے بہت پہلے جنگ میں بھارت کی مداخلت کی کہانی متعدد کتابوں میں بیان کی جا چکی ہے۔

بھارت مخالف جذبے کو ابھارنے والے بیانات دینے کی بجائے پاکستان کے سیاستدانوں اور دوسرے رہنماؤں کے ساتھ ساتھ میڈیا کو بھی اس سوچ کے بارے میں جاننا چاہئے جو بھارتی وزیر اعظم کی سوچی سمجھی تقریر کی بنیاد ہے۔ یہ بات واضح ہے کہ مودی حکومت نے منتقمانہ ایجنڈا اپنا رکھا ہے۔ مقبول عام نعرے بازی کا مقصد بھارتی عوام کو یہ یقین دلانے کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ ان کا ملک ایک بڑی طاقت ہے اور اس کے پاس علاقے کا جغرافیہ تبدیل کرنے کی قوت موجود ہے۔ اس حکمتِ عملی کا دوسرا اور بہت اہم پہلو پاکستان کے سوا باقی تمام ہمسایہ ملکوں کی حمایت حاصل کرنا ہے۔

مسٹر مودی کے ڈھاکہ مشن کا سب سے اہم حصہ اپنے میزبانوں کو محض اس دایہ کی یاد دلانا نہیں تھا جس نے میزبان کی ریاست کو جنم دینے میں مدد کی تھی بلکہ اس کا مقصد خود اپنے ملک کے لوگوں کو امن کے پیامبر کے طور پر اپنی خوبیوں کے بارے میں بتانا ہے اور اس کی تصدیق مشترکہ سرحد پر موجود 150 سے زائد چھوٹی خود مختار بستیوں کی منتقلی پر ہونے والے سمجھوتے سے ہوجاتی ہے۔ پاکستان اور بھارت ان میں سے چند علاقوں پر ایک دوسرے کے ساتھ برسوں بھاؤ تاؤ اور مول تول کرتے رہے تھے اور جب بیروباری سے متعلق معاہدے پر اتفاق رائے ہو گیا تو نہرو نے یہ کہہ کر اپنی بے اختیاری اور معذوری کا اظہار کر دیا تھا کہ انہیں یہ معاہدہ پارلیمنٹ سے منظور کروانا ہوگا۔

مسٹر نریندر مودی نے بنگلہ دیش کے قیام میں بھارت کے کردار کی طرف توجہ دلا کر دونوں ملکوں کے مفاہمت مخالف عناصر کو کافی تقویت دی ہے۔ انہوں نے اس بار بھی کوئی خفیہ بات منکشف نہیں کی۔ مکتی باہنی کو تشکیل دینے میں بھارت کے کردار کی کہانی اور مشرقی بنگال میں کھلی مداخلت سے قبل اور **1971** میں اپنی باقاعدہ فوج کو استعمال کرنے سے بہت پہلے جنگ میں بھارت کی مداخلت کی کہانی متعدد کتابوں میں بیان کی جا چکی ہے۔

یہ بات واضح لفظوں میں کہے بغیر مسٹر مودی چاہتے ہیں کہ دنیا اس بات کو حقیقی سمجھ لے کہ جس مقام پر آنجہانی نہرو ناکام ہوئے تھے، وہاں وہ کامیاب ہو گئے ہیں۔ بنگلہ دیش کے ساتھ صلح صفائی کا راستہ اختیار کرکے مودی نے پاکستان کو علاقے میں تنہا کرنے کی طرف ایک اور قدم اٹھایا ہے۔ یہی وہ پہلو ہے جس سے اسلام آباد کو پریشانی ہو سکتی ہے۔ چونکہ مودی حکومت اندرونی مجبوریوں کا مقابلہ کرنے کے لئے تاریخ کا استعمال کر رہی ہے، اس لئے پاکستان کو اشتعال میں نہیں آنا چاہئے اور اس معاملے کو بھارتی عوام پر چھوڑ دینا چاہئے۔ اس لئے کہ بھارتی عوام ہی جمہوریت، سیکولرازم اور امن کے محافظ ہیں۔ یہ امید کی جا سکتی ہے کہ جمہوری اقدار بھارتی عوام کی نفسیات کا اس قدر حصہ بن چکی ہیں کہ وہ اپنی ریاست کو یورپ کے مردانِ آہن کا راستہ اختیار نہیں کرنے دیں گے۔

پاکستان کو 1971ء کے واقعات کو فراموش نہیں کرنا چاہئے اس لئے کہ پاکستان کو ابھی ان واقعات سے صحیح اسباق سیکھنا باقی ہیں۔ کرنے کا پہلا ضروری کام یہ ہے کہ پاکستانی ذہن پر سے وہ ساری باتیں کھرچ دی جائیں جو بنیادی طور پر ایک سیاسی سرکشی کو ختم کرنے کے واسطے تشدد کے استعمال کو درست ثابت کرنے کے لئے کہی جاتی تھیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ بھارت نے 1971ء کی کشمکش اور تصادم کے دوران جو منفی کردار ادا کیا تھا وہ تو اپنی جگہ ہے ہی لیکن پوری دنیا میں تنہا رہ جانے کے باعث پاکستان نے اپنا آدھا حصہ کھو دیا اور اس حقیقت کو بھی سامنے رکھنا چاہئے کہ بھارتی مداخلت سے قبل ہی پاکستان اپنا اخلاقی جواز اور استدلال کھو بیٹھا تھا۔

اس صورت حال میں پہلا اور مقدم سبق یہ ہے کہ پاکستان کو دھیان رکھنا چاہئے کہ وہ اقوامِ عالم میں تنہا نہ رہنے پائے۔ بہت سے ممالک پاکستان کو اچھوت ریاست ثابت کرنے کے لئے تسلسل کے ساتھ یہ منفی پراپیگنڈہ کر رہے ہیں کہ پاکستان دہشت گردی کا گڑھ ہے۔ پاکستان کو علاقائی سطح پر اور عالمی مجلسِ مشاورت میں اپنے مرتبے اور مقام کا تحفظ کرنا ہے لیکن یہ کام مثبت مصلحت اندیشی کے ساتھ ساتھ اپنے اندرونی معاملات کو سلجھا کر ہی ممکن ہو سکتا ہے۔ جنوبی ایشیاء کے ہمسایہ ممالک خصوصاً بھارت کے ساتھ بہتر تعلقات کی پالیسی کو فروغ دینے کے لئے ضروری ہے کہ پاکستان اپنے تمام اندرونی سیاسی اور امن وامان سے متعلق مسائل کا ذمہ دار بھارتی خفیہ ایجنسی کو نہ ٹھہرائے۔ اس وقت صورتحال یہ ہے کہ کراچی میں اسماعیلیوں کے قتل سے لے کر بلوچستان کی بدامنی تک کے تمام واقعات کا ذمہ دار را (RAW) کو ٹھہرا دیا گیا ہے لیکن اپنے آپ پر شرم اس وقت بھی نہیں آئی جب ان بہیمانہ اور لرزہ خیز واقعات میں ملوث افراد گرفتار ہوئے اور وہ سب کے سب پاکستانی تھے۔

اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ را پاکستان میں متحرک ہے۔ پاکستان اور بھارت میں خفیہ ایجنسیاں ایک دوسرے کے خلاف جو کھیل کھیل رہی ہیں، ان کو سامنے رکھتے ہوئے ان الزامات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا جو نئی دہلی اور اسلام آباد ایک دوسرے پر لگا رہے ہیں۔ تاہم اپنی تمام خرابیوں اور مسائل کا ذمہ دار کسی غیر ملکی ایجنسی کو قرار دے کر اس کی سادہ اور پُرکار ملامت یا مذمت کے نتائج خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں۔ حقائق کے برعکس آپ باور کر لیتے ہیں کہ کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو مسجد یا امام بارگاہ میں قتل نہیں کر سکتا۔ آپ یہ بھی یقین کر لیتے ہیں کہ بلوچستان کے تمام مسائل میں غیر ملکی ہاتھ کارفرما ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہم بلوچستان میں موجود اختلافِ رائے، بدنظمی اور انتشار کی اصل وجوہات تلاش کرنے پر بہت کم توجہ دیتے ہیں اور مذہبی انتہاپسند قوتوں کو بالکل نظر انداز کر دیتے ہیں۔

ایسی تمام کوششیں جن کا مقصد پاکستان کے خلاف بھارتی مخاصمت کو حد سے زیادہ اچھالنا ہو، اس کا نتیجہ ناگزیر طور پر جارحیت کی صورت میں سامنے آ سکتا ہے۔ ایسی صورت میں مشترکہ مسائل کا کوئی پُرامن حل نہیں نکل سکتا اور نہ ہی منتخب حکومت کے پاس متنازعہ معاملات کو طے کرنے کا کوئی راستہ باقی رہ جاتا ہے۔ لہٰذا تسلسل کے ساتھ را کی مداخلت کا راگ الاپنے سے نہ صرف یہ کہ پاکستانی رہنما ادلے کا بدلہ جیسی پالیسی کے جال میں پھنس کر رہ جاتے ہیں بلکہ اس طرح اندرونی مسائل بے قابو ہو جائیں گے۔ پاکستان کو چاہئے کہ وہ بھارت کے حوالے سے ایک ایسی پالیسی تیار کرے جو معقول اور متناسب ہونے کے ساتھ ساتھ مثبت اور عوام کے بہترین مفاد میں بھی ہو۔

(انگریزی سے ترجمہ، بشکریہ ڈان)

دہشت گردی کے واقعات میں ''بیرونی ہاتھ'' ملوث ہونے کے حکومتی دعوے پر تحفظات کا اظہار

29 مئی کو ایک سیکیورٹی تجزیہ نگار نے حکومت کے اس دعوے پر شک کا اظہار کیا کہ ملک میں دہشت گردی کی مختلف کارروائیوں میں ''بیرونی ہاتھ'' ملوث ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ اگر ایسا ہے تو یہ ہماری انٹیلی جنس ایجنسیوں کی قابلیت پر ایک سوالیہ نشان ہے۔

سینٹر فار ریسرچ اینڈ سیکیورٹی سٹڈیز اسلام آباد نے پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) کی جانب سے منعقد کیے گئے ایک پروگرام میں میں بتایا کہ حالیہ فوجی آپریشن کے دوران ملک میں موجود کسی اور کی نہیں بلکہ تاجک، عرب اور چینی جنگجوؤں کی موجودگی کا انکشاف ہوا۔

کسی ''بیرونی ہاتھ'' کے ملوث ہونے کے بارے میں ان کا کہنا تھا کہ اگر ایسا ہے تو پھر ہماری ایجنسیاں اس حوالے سے کیا کر رہی ہیں، اور اگر ایسا نہیں تو پھر اس کا ذمہ دار کون ہے۔

''پاکستان میں سیکیورٹی کی صورتحال'' سے متعلق اپنے خطاب میں ان کا کہنا تھا کہ اگر یہ ہماری جنگ نہیں تو پھر سرحد پار سے ہم پر کون حملے کر رہا ہے اور شہری علاقوں میں اتنا تشدد کیوں ہے۔

ان کا کہنا تھا کہ دہشت گردوں کے خلاف آپریشن کے آغاز کے بعد سے دہشت گرد بچوں، خواتین اور مذہبی اقلیتوں کو نشانہ بنا رہے ہیں جو کہ آسان ہدف ہیں۔

پروگرام کے آغاز میں محمد نفیس نے کوائف اکٹھا کرنے کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔ ان کی رائے کے مطابق ''تحقیق کے لیے کوائف کی اہمیت وہی ہے جو کسی سرجن کے لیے سرجری کے آلات کی ہے''۔ سلامتی کی صورتحال سے کی وجوہات سے متعلق اپنی تحقیق کو تشدد کی سیاسی اور جغرافیائی اقسام میں تقسیم کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ان کے لیکچر میں گزشتہ سالوں (2013ء اور 2014ء) اور رواں سال کے کوائف شامل ہوں گے۔

علاقائی تشدد کا ایک تقابلی جائزہ پیش کرتے ہوئے مسٹر نفیس نے کہا کہ 2013ء میں سندھ سب سے زیادہ متاثرہ صوبہ تھا لیکن وقت گزرنے کے ساتھ پنجاب اور وفاق کے زیر انتظام قبائلی علاقوں میں تشدد کے واقعات میں اضافہ ہوا ہے۔ لیکن ان کے مطابق دہشت گردوں کے خلاف آپریشن کے آغاز کے بعد سے ہلاکتوں میں تین سو فیصد اضافہ ہو گیا ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ شہریوں اور سیکیورٹی اہلکاروں کی ہلاکتیں 81 فیصد (2013ء) سے کم ہو کر 49 فیصد (2014ء) رہ گئیں، لیکن جنگجوؤں کی ہلاکتیں 19 فیصد (2013ء) سے بڑھ کر 51 فیصد ہو گئیں۔

انہوں نے شرکاء کو بتایا کہ اگر ضلعے کے لحاظ سے دیکھا جائے تو 2014ء میں سب سے زیادہ ہلاکتیں کراچی میں ہوئیں۔ تشدد کی نوعیت اور طریقہ کار پر بات کرتے ہوئے مسٹر نفیس نے کہا کہ اس کی تین اقسام ہیں: دہشت گردوں کے حملے، دہشت گردی اور ٹارگٹڈ کلنگز۔ (نشانہ زد قتل)

پہلی قسم میں انہوں نے 15 جون کو کراچی ایئر پورٹ پر ہونے والے حملے کی مثال دی جس کے بعد انتہا پسند گروہوں کے خلاف آپریشن شروع کیا گیا۔ 2014ء میں خودکش بم دھماکوں کے 30 واقعات پیش آئے جن میں 196 افراد جاں بحق ہوئے۔ دہشت گردی (بارودی سرنگوں کے دھماکے، بم دھماکے وغیرہ) کے واقعات پر نظر ڈالی جائے تو تشدد کی نوعیت علاقائی لحاظ سے مختلف ہے اور فاٹا، خیبر پختونخوا اور بلوچستان سب سے زیادہ متاثرہ علاقے ہیں۔ اور ٹارگٹ کلنگ کے واقعات میں مختلف شعبوں جیسے کہ سیاست، مذہبی گروہوں سے تعلق رکھنے والے افراد اور جرائم میں ملوث افراد ہلاک ہوئے۔

ان کا کہنا تھا کہ ان واقعات میں 303 پولیس اہلکار اور متعدد فوجی اور فرنٹیئر کانسٹیبلری کے اہلکار وغیرہ جاں بحق ہوئے۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ صوبوں میں تشدد کے باعث ہونے والی اموات کے لحاظ سے دیکھا جائے تو صوبہ بلوچستان اس سے سب سے زیادہ متاثر ہوا لیکن واہگہ میں ہونے والے بم دھماکے کے بعد پنجاب میں بھی تشدد میں اضافہ ہوا۔

انفراسٹرکچر کی تباہی کے حوالے سے مسٹر نفیس نے بتایا کہ گزشتہ دو سالوں کے دوران 42 سکولوں، تین کالجوں اور ایک یونیورسٹی کو نقصان پہنچا جس سے کروڑوں روپے کا نقصان ہوا۔

ان کا کہنا تھا کہ انتہا پسند گروہوں کے خلاف آپریشن پوری شدت سے جاری ہے اور اب دہشت گردوں نے اپنی حکمت عملی تبدیل کر دی ہے۔ اب وہ آسان اہداف کو نشانہ بنا رہے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ 2014ء میں 47 خواتین اور 195 بچے اپنی زندگیوں سے محروم ہو گئے جبکہ اس سال اب تک 32 خواتین اور 18 بچے جاں بحق ہو چکے ہیں۔

اس کے بعد مسٹر نفیس نے مقدس مقامات کی بے حرمتی پر گفتگو کی۔ انہوں نے بتایا کہ 2014ء میں 34 مقدس مقامات کو نقصان پہنچایا گیا اور اس سال چھ مقدس مقامات کو نقصان پہنچایا گیا لیکن نہ تو کسی نے اس کے خلاف احتجاج کیا اور نہ ہی اس پر کوئی قانونی کارروائی کی گئی۔

فرقہ وارانہ تشدد کے حوالے سے ان کا کہنا تھا کہ 2014ء میں شیعہ برادری سے تعلق رکھنے والے 35 ہزارہ سمیت 223 افراد جاں بحق ہوئے۔ انہوں نے بتایا کہ بعد ازاں فرقہ وارانہ تشدد نے شیعہ اسماعیلی برادری کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ مذہبی اقلیتیں معاشرے کا کمزور ترین طبقہ ہیں۔

نفیس سمجھتے ہیں کہ آپریشن ضرب عضب کے بعد جنگجوؤں نے اپنی حکمت عملی تبدیل کر دی ہے۔ اب انہوں نے آسان اہداف جیسے کہ خواتین اور بچوں کو نشانہ بنانا شروع کر دیا ہے، اور دسمبر میں پشاور سکول حملے میں سب سے زیادہ بچے جاں بحق ہوئے۔

دہشت گردوں اور جنگجوؤں کے حملوں، فرقہ وارانہ تشدد، گرم، ٹارگٹ کلنگ، سیکیورٹی آپریشنوں اور ڈرون حملوں کا تجزیہ کرتے ہوئے انہوں نے بتایا کہ کراچی وہ ضلع تھا جہاں 2014ء کے دوران سب سے زیادہ 2029 ہلاکتیں ہوئیں جبکہ شمالی وزیرستان اور خیبر ایجنسی بالترتیب دوسرے اور تیسرے نمبر پر رہے۔ دریں اثنا، سندھ دہشت گردی کے باعث ہونے والی ہلاکتوں کے لحاظ سے وفاق کے زیر انتظام قبائلی علاقوں (فاٹا) اور بلوچستان کو پیچھے چھوڑ کر چوتھے نمبر پر آ گیا ہے۔

مسٹر نفیس نے نشاندہی کی کہ ''آپریشن ضرب عضب کو ایک سال مکمل ہونے کو ہے۔ ہو سکتا ہے مقامات تبدیل ہو رہے ہوں لیکن لوگ اب بھی مر رہے ہیں۔ انہوں نے انکشاف کیا کہ 2014ء میں 7560 افراد جاں بحق جبکہ 3946 زخمی ہوئے۔ پاکستان غالباً وہ واحد ملک ہے جو ایک اندرونی جنگ لڑ رہا ہے جبکہ اس کے پڑوسی ممالک کے ساتھ تعلقات اچھے نہیں ہیں۔''

ان کے مطابق، تشدد میں سب سے زیادہ اضافہ ہلاکتوں کی تعداد جو 2013ء میں 1,457 تھی، 2014ء میں 3,400 ہو گئی جس کی ایک بڑی وجہ فوجی آپریشن تھا۔

انہوں نے یہ بھی دعویٰ کیا کہ گزشتہ سال اسماعیلی، بوہرا، سکھ اور ذکری برادری کے اراکین کے علاوہ والی بال کے کھلاڑی، فٹبال کے کھلاڑی اور سماجی کارکنوں کو نشانہ بنایا گیا۔ نفیس نے کہا کہ ''سیاسی اور مذہبی جماعتوں نے تشدد کی مذمت کی لیکن ان کے کارکنان اب بھی اس میں ملوث ہیں۔ انہوں نے نشاندہی کی کہ 2014ء میں متحدہ قومی موومنٹ کے تمام جماعتوں میں سب سے زیادہ کارکن ہلاک ہوئے جن کی تعداد 81 تھی۔ مولانا عبدالعزیز نے آرمی پبلک سکول حملے کی کھلے عام حمایت کی لیکن وہ اب بھی آزاد گھوم رہے ہیں۔''

(ایچ آر سی پی، کراچی چیپٹر آفس)

ایک سیکیورٹی تجزیہ نگار نے حکومت کے اس دعوے پر شک کا اظہار کیا کہ ملک میں دہشت گردی کی مختلف کارروائیوں میں ''بیرونی ہاتھ'' ملوث ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ اگر ایسا ہے تو یہ ہماری انٹیلی جنس ایجنسیوں کی قابلیت پر ایک سوالیہ نشان ہے۔ سینٹر فار ریسرچ اینڈ سیکیورٹی سٹڈیز اسلام آباد نے پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) کی جانب سے منعقد کیے گئے ایک پروگرام میں میں بتایا کہ حالیہ فوجی آپریشن کے دوران ملک میں موجود کسی اور کی نہیں بلکہ تاجک، عرب اور چینی جنگجوؤں کی موجودگی کا انکشاف ہوا۔ کسی ''بیرونی ہاتھ'' کے ملوث ہونے کے بارے میں ان کا کہنا تھا کہ اگر ایسا ہے تو پھر ہماری ایجنسیاں اس حوالے سے کیا کر رہی ہیں، اور اگر ایسا نہیں تو پھر اس کا ذمہ دار کون ہے۔

خیبر پختونخوا کے بلدیاتی انتخابات سے ہم نے کیا سیکھا؟

آئی۔ اے۔ رحمٰن

بلدیاتی انتخابات کے دوران خیبر پختونخوا میں تشدد، بدانتظامی اور انتخابی بدعنوانی سمیت جو کچھ ہوا وہ غیر متوقع نہیں تھا۔ مختلف سیاسی جماعتوں کی شکایات کو دور کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش ضروری کی جانی چاہئے۔ لیکن متعلقہ حکام کو اس بات کو بھی یقینی بنانے کی کوشش کرنی چاہئے کہ دوسرے صوبوں میں بلدیاتی انتخابات کے دوران وہ سب کچھ نہ ہو جو خیبر پختونخوا میں ہوا تا کہ ان صوبوں میں ہونے والے بلدیاتی انتخابات متنازعہ نہ ہوں۔

خیبر پختونخوا میں ہونے والے بلدیاتی انتخابات نے ملکی سیاست میں بلدیاتی انتخابات کی بڑھتی ہوئی اہمیت کی تصدیق کردی ہے۔ 2002ء سے قبل بلدیاتی اداروں کی رسائی ان مالی وسائل اور سیاسی اثرورسوخ تک نہیں تھی جو انہیں مشرف کے دور میں حاصل ہوئے۔ اس کے باوجود بااثر سیاسی خاندان اپنا ایک پاؤں بلدیاتی سیاست میں جمائے رکھتے تھے۔ یہ روایت پچھلے دنوں ہونے والے بلدیاتی انتخابات میں ابھر کر سامنے آئی جب عملی سطح پر ہر سیاسی بزرجمہر نے اپنے نوجوان نائب یا قائمقام کو انتخابی میدان میں اُتارا۔ بلدیاتی ادارے اوپر یعنی صوبائی یا قومی اسمبلی تک پہنچنے کا ذریعہ بنتے ہیں۔

مشرف حکومت نے مقامی حکومت کے اداروں کو اس حدتک ٹھاٹھ دار اور طاقتور بنا دیا تھا کہ تمام صوبائی حکومتوں نے موقع ملتے ہی اس پورے کے پورے ڈھانچے ہی کو اکھاڑ پھینکا۔ نئے قوانین کے تحت صوبائی حکومتوں نے سختی کے ساتھ بلدیاتی اداروں کے اختیارات کو کم کردیا اور ان پر اپنا کنٹرول سخت کرنے کے لیے غیر معمولی اختیارات حاصل کرلئے ہیں۔ چونکہ بلدیاتی ادارے شہریوں کی بنیادی ضروریات، سماجی بہبود کے بنیادی ڈھانچے، تحفظ اور ماحولیاتی شدت سے بچاؤ کے حوالے سے کام کرتے ہیں اس لئے صوبائی حکومتیں زیادہ عرصے تک ان اداروں کو اپنی محکومی میں نہیں رکھ سکیں گی۔ بہرحال ان اداروں کو تیسری صف کے طور پر آئینی اختیارات رکھنے والے ادارے کی حیثیت حاصل کرنے میں کچھ وقت لگے گا۔

مقامی سطح پر سیاست کرنے کی کوشش تو اپنی جگہ ہے ہی لیکن صوبائی یا قومی اسمبلی کے انتخابات کی نسبت بلدیاتی انتخابات نے لوگوں کی ایک بڑی تعداد میں انتخابی عمل میں شریک ہونے کی جوت جگادی ہے۔ نسبتاً کم حامیوں کی حمایت سے کوئی شخص بلدیاتی ادارے میں نشست حاصل کرسکتا ہے۔ اسی لئے صوبائی/قومی انتخابات کی نسبت پاکستان میں بلدیاتی اداروں کے انتخابات کے نتائج اس وقت تک مختلف ہوں گے جب تک سیاسی جماعتیں بلدیاتی انتخابات میں حصہ نہیں لیتیں۔ صرف اسی صورت میں بلدیاتی انتخابات کو تغیر وتبدل کا پیمانہ قرار دیا جاسکتا ہے جس سے صوبائی یا قومی انتخابات کے نتائج کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، اوپر کے انتخابات کے حوالے سے لوگوں کی رائے کے بارے میں جانا جاسکتا ہے۔

اس کی تصدیق کسی حد تک عوامی نیشنل پارٹی کی بحالی کی علامات سے ہوتی ہے۔ اس سے یہ امکان بڑھ گیا ہے کہ پارٹی کے کارکن اس نا امیدی اور مایوسی سے باہر نکل آئیں گے جو 2013ء کے انتخابات میں پارٹی تنظیم پر طاری ہوگئی تھی۔ تاہم اے این پی کی قسمت میں بہتری کا انحصار پارٹی قیادت کی صلاحیت پر ہوگا کہ وہ اندرونی دراڑوں کو کس طرح بند کرتی اور اپنی نیک نامی کو کیسے بحال کرتی ہے۔

پاکستان تحریک انصاف موجودہ حالات میں مقامی اور اعلیٰ سطح کے انتخابات کے درمیان فرق کو شاید سمجھ نہیں پائی۔ اور وہ یہ باور کرانا چاہتی ہے کہ اقتدار کے دو برسوں کے دوران وہ بہت مضبوط ہوگئی ہے۔ اس کی شہادت پارٹی کے نوجوان کارکنوں کی جسمانی قوت پر

مشرف حکومت نے مقامی حکومت کے اداروں کو اس حدتک ٹھاٹھ دار اور طاقتور بنا دیا تھا کہ تمام صوبائی حکومتوں نے موقع ملتے ہی اس پورے کے پورے ڈھانچے ہی کو اکھاڑ پھینکا۔ نئے قوانین کے تحت صوبائی حکومتوں نے سختی کے ساتھ بلدیاتی اداروں کے اختیارات کو کم کردیا اور ان پر اپنا کنٹرول سخت کرنے کے لیے غیر معمولی اختیارات حاصل کرلئے ہیں۔

بھروسہ کرنے سے ملتی ہے۔ اس کے علاوہ ایک صوبائی وزیر نے طاقت کے استعمال سے متحارب سیاسی جماعتوں کے اس الزام کی تصدیق کردی ہے کہ انتخابات میں دھاندلی کی گئی ہے۔

بدقسمتی سے پولنگ میں وسیع پیمانے پر مداخلت کے خلاف ہونے والے شوروغوغا میں حزبِ اختلاف کی تقریباً سبھی سیاسی جماعتوں کی آواز شامل تھی۔ صرف یہی نہیں بلکہ تحریک انصاف کی حکومت میں شامل جماعت اسلامی بھی مبینہ دھاندلی کے خلاف اٹھنے والے شور میں شامل تھی۔ تحریک انصاف کو دھاندلی سے متعلق شکایات کو ڈھنگ کے ساتھ منصفانہ طور پر جانچنا چاہئے۔ اسے اپنی شہرت اور نیک نامی کو بچانے کے لیے مکمل دیانتداری کے ساتھ یہ کام انجام دینا چاہئے۔ اس کو اس عوامی حمایت کا دھیان رکھنا چاہیے جو اس نے منصفانہ انتخابات کے حوالے سے اپنی مہم کے دوران حاصل کی تھی۔ عمران خان بلدیاتی انتخابات دوبارہ کرانے میں کتنے سنجیدہ ہیں، یہ واضح نہیں ہے لیکن انہوں نے انتخابات دوبارہ کرانے کا جو اظہار کیا ہے، وہ لائق تحسین ہے اور اسی بنیاد پر، دوبارہ انتخابات کروائے بغیر بھی، تمام جماعتوں کے لئے قابلِ قبول حل تک پہنچنا مشکل نہیں ہوگا۔

انتخابات کے حوالے سے ہونے والے تشدد آمیز واقعات میں تقریباً ایک درجن قیمتی جانوں کے ضیاع پر افسوس اور دکھ کا اظہار کیا جاسکتا ہے۔ ان انتخابات میں انسانی جانوں کا نقصان اس نقصان سے کہیں کم ہے جس کا خطرہ تھا۔ اس لئے کہ صوبہ میں عسکریت پسندوں کی موجودگی کے باعث خون خرابے کا خطرہ موجود تھا۔ ایسی صورتحال 2013ء کے انتخابات کے دوران تھی جس میں انتہا پسندوں کے ہاتھوں ہمیں بہت سی انسانی جانوں سے ہاتھ دھونا پڑے تھے۔ کیا انتہا پسندوں نے اپنا ہاتھ اس لئے تو نہیں روک رکھا تھا کہ ان کی ہٹ لسٹ پر موجود پارٹیوں کی کامیابی کا امکان بہت کم تھا۔ اگر ایسا ہی ہے تو پھر یہی ہوگا کہ عسکریت پسندوں سے این او سی لینے والی سیاسی جماعتیں ہی انتخابات میں حصہ لے سکیں گی۔ ایسی صورت میں عسکریت پسندوں کو مداخلت کی ضرورت ہی پیش نہیں آئے گی لیکن ایک بات طے ہے کہ جمہوریت پسندوں کو یوں فارغ نہیں کیا جاسکتا۔

اس بات پر مکمل اتفاق ہے کہ زیر بحث انتخابات انتہائی درجے کی بدنظمی کا شکار تھے۔ خیبر پختونخوا حکومت کا سکیورٹی کی خامیوں کے لئے الیکشن کمیشن کو ذمہ دار ٹھہرانا قطعی طور پر غلط اور نامناسب ہے۔ تاہم الیکشن کمیشن آف پاکستان پولنگ کے عملے کو مناسب تربیت دینے میں بُری طرح ناکام رہا ہے۔ کسی کو نہیں معلوم تھا کہ کمیشن نے کہیں بھی اور کسی بھی وقت ہونے والی زیادتی کا بروقت سدباب کرنے کے لئے کمیشن کے کن حکام کو ذمہ داری سونپ رکھی تھی۔ اس مقصد کے لئے کوئی مناسب طریق کار وضع ہی نہیں کیا گیا تھا۔ ہر ووٹر نے بہت سے ووٹ ڈالنے تھے اس لئے ہر ووٹر کو بہت سے بیلٹ پیپر دیئے گئے تھے تا کہ وہ مختلف عہدوں کے لیے اپنی پسند کے امیدواروں کے ناموں پر مہر لگا سکے۔ اس کے باعث ہر ووٹر کو مختلف ووٹ ڈالنے میں کافی وقت لگا۔ جس سے تاخیر کے ساتھ ساتھ دوسری مشکلات کا سامنا بھی رہا۔ الیکشن کمیشن آف پاکستان کا کہنا ہے کہ اس نے مرحلہ وار انتخابات کروانے کی تجویز دی تھی لیکن خیبر پختونخوا حکومت نے اس کو تسلیم کرنے سے انکار کردیا۔ درحقیقت اس تجویز پر بآسانی عمل کیا جاسکتا تھا۔ اب اس مسئلہ کو اس انداز سے طے کرنا ہے کہ پنجاب اور سندھ میں ہونے والے بلدیاتی انتخابات خراب نہ ہوں، ان میں کوئی خرابی پیدا نہ ہو۔

اس حقیقت کے باوجود کہ بہت سے علاقوں میں خواتین کو حق رائے دہی استعمال کرنے سے روکا گیا تھا، کے پی کے انتخابات نے خواتین کے حقوق کے لئے مہم چلانے والوں کو سرخرو کردیا جس کے لئے وہ تحسین کے مستحق ہیں خواتین نے جس طرح مضبوط پدری نظام کے بخیئے ادھیڑے، اس سے امید ہو چلی ہے کہ وہ وقت اب زیادہ دور نہیں جب خواتین کو ان کے حق رائے دہی کے استعمال سے روکنا ناممکن ہوجائے گا۔

الیکشن کمیشن آف پاکستان نے حلقہ کے پی 95 میں دوبارہ انتخاب کرانے کا حکم دے کر ایک تاریخی فیصلہ دیا ہے۔ اس حلقے میں ہونے والے حالیہ ضمنی انتخاب میں خواتین کو ووٹ دینے سے روک دیا گیا تھا جس پر کمیشن نے دوبارہ انتخاب کا حکم دیا تھا۔ یہ حکم لوئر دیر کی بے آواز خواتین اور بے باک و نڈر سرگرم کارکنوں کی فتح ہے۔ ان سرگرم کارکنوں نے ملک بھر میں ان خواتین کے لئے آواز بلند کی۔ خواتین مخالف قوتیں اپنی شکست کو تسلیم نہیں کریں گی اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ جمہوریت پسند سرگرم افراد ہوشیار اور مستعد رہیں۔

(انگریزی سے ترجمہ، بشکریہ ڈان)

صحافی اور سماجی کارکن کو دھمکی

بدین تحصیل ماتلی کے علاقے بڈھو قمبرانی سے تعلق رکھنے والے مقامی اخبار کے صحافی اور سماجی کارکن سید حسین شاہ کو محکمہ آبپاشی کے ملازم ایوب جونیجو نے دھمکی کہ ''آپ ہمارے خلاف خبریں رپورٹ کرتے ہو، اگر ایسا کرتے رہے تو آپ کے لیے ٹھیک نہیں ہوگا''۔ دھمکی ملنے کے بعد متاثرہ صحافی نے اپنے ساتھیوں کو آگاہ کیا تو صحافیوں نے احتجاج کیا اور پولیس اسٹیشن گئے جہاں پولیس نے ابتدائی شکایت درج کی اور دھمکی دینے والے کے خلاف کارروائی کا یقین دلایا۔ اس حوالے سے متاثر صحافی سید حسین شاہ نے بتایا کہ سب ڈویژن خیر پور گمبو کے ٹیل کے آبادکار پانی کی عدم فراہمی کے خلاف احتجاج کر رہے تھے۔ گزشتہ سال انہوں نے اسلام آباد میں بھی احتجاج کیا تھا اور سپریم کورٹ نے ازخود نوٹس بھی لیا تھا۔ انہیں اس وقت بھی پانی نہیں پہنچ رہا۔ انہوں نے اس مسئلے کو اجاگر کیا تو محکمہ آبپاشی والے غصے میں آگئے اور ایوب جونیجو نے انہیں دھمکیاں دیں۔

(سلیم جروار)

سیاسی، سماجی کارکنوں کے خلاف مقدمات ختم کئے جائیں

گلگت پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق گلگت بلتستان آفس کے زیر اہتمام ''انسانی حقوق کے محافظوں کو درپیش مشکلات اور ان کا تحفظ'' کے عنوان سے ایک مشاورتی اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں انسانی حقوق کے کارکنوں کے علاوہ ذرائع ابلاغ اور سول سوسائٹی سے تعلق رکھنے والے افراد نے شرکت کی۔ اجلاس کا مقصد ملک میں انسانی حقوق کے متحرک کارکنوں کو ہراساں کرنے اور ان پر تشدد کرنے کے خلاف آواز بلند کرنا اور قانون کے دائرے میں رہتے ہوئے انسانی حقوق کے حصول کے لئے منظّم جدوجہد کرنا تھا۔ اجلاس میں مقررین نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ معاشرے میں بسنے والے ہر انسان کو دوسرے انسانوں کے حقوق کا احترام کرنا اور انسانی حقوق کے محافظ کا کردار ادا کرنے کی ضرورت ہے۔ ان مخدوش حالات میں ہر فرد اور تمام سیاسی جماعتیں اور ان کے متوقع امیدواروں پر فرض ہے کہ وہ انسانی حقوق کے لئے جدوجہد کریں اور سیاسی پارٹیاں اس اہم مسئلہ کو اپنے منشور کا حصہ بنائیں۔ اجلاس سے احسان علی ایڈووکیٹ، انٹرنیشنل ہیومن رائٹس کے محمد فاروق، ایچ آر سی پی کے اسرار الدین اسرار کے علاوہ دیگر مقررین نے خطاب کیا۔

(نامہ نگار)

مسلم لیگ (ن) کے رہنما قتل

ڈیرہ مراد جمالی بلوچستان کے علاقے ڈیرہ مراد جمالی میں حکمران جماعت مسلم لیگ (ن) کے رہنما کو فائرنگ کرکے قتل کر دیا گیا۔ پولیس کے مطابق 26 جون کو بلوچستان میں ن لیگ کے لیبر ونگ کے نائب صدر نظام الدین بھٹو کو ریلوے گیٹ کے قریب موٹر سائیکل سوار مسلح افراد نے حملہ کر کے شدید زخمی کر دیا۔ انھیں طبی امداد کے لیے ہسپتال منتقل کیا جا رہا تھا کہ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے وہ راستے میں ہی دم توڑ گئے۔ ن لیگ رہنما کی ہلاکت کی اطلاع کے بعد پارٹی کارکنوں کی بڑی تعداد ہسپتال پہنچ گئی۔ ہسپتال انتظامیہ کی جانب سے ضروری کارروائی کے بعد لاش کو ورثاء کے حوالے کر دیا گیا۔ ادھر تحریک طالبان پاکستان (ٹی ٹی پی) نے مسلم لیگ ن کے رہنما نظام الدین بھٹو کے قتل کی ذمہ داری قبول کر لی ہے۔ ٹی ٹی پی کے ترجمان محمد خراسانی نے میڈیا کے نمائندوں کو اپنے ایک ای میل پیغام کے ذریعے بلوچستان میں نواز لیگ کے لیبر رہنما کو ہلاک کرنے کی ذمہ داری قبول کرنے کا دعویٰ کیا۔ بیان میں کہا گیا ہے کہ '26 جون کو ڈیرہ مراد جمالی میں پھاٹک کے قریب تحریک طالبان پاکستان کے نشانہ بازوں شارپ شوٹر نے ن لیگ کے لیبر ونگ کے نائب صدر نظام الدین کو کامیابی سے ٹارگٹ کیا اور مخصوص انداز میں غائب ہونے میں کامیاب ہوگئے۔

(نامہ نگار)

فائرنگ سے پولیس کانسٹیبل ہلاک

پشاور پشاور میں 29 جون کو نامعلوم افراد نے فائرنگ کرکے ایک پولیس اہلکار کو ہلاک کر دیا۔ فائرنگ کا یہ واقعہ 29 جون کی صبح اُس وقت پیش آیا جب کانسٹیبل نگار علی ڈیوٹی پر جا رہے تھے کہ راستے میں موٹر سائیکل پر سوار مسلح افراد نے ان پر فائرنگ شروع کر دی۔ فائرنگ کے بعد ملزمان موقع سے فرار ہوگئے۔ یکہ توت تھانے کے اہلکار طارق نے بتایا کہ نگار علی پولیس لائن میں عرض نویس کے شعبے میں تعینات تھے۔ نگار علی پشاور کے علاقے ہزار خوانی میں اپنے گھر سے پولیس لائن جا رہے تھے یکہ توت تھانے کی حدود میں ان پر حملہ کیا گیا۔ پولیس کے مطابق ابتدائی طور پر کوئی ایسی اطلاع نہیں ہے کہ نگار علی کی کسی سے کوئی ذاتی دشمنی تھی۔ پولیس اس بارے میں تحقیقات کر رہی ہے۔ پولیس کے مطابق یہ واقعہ بظاہر دہشت گردی کی کارروائی ہے تاہم اس بارے میں تفتیش جاری ہے۔ پشاور سمیت خیبر پختونخوا کے دیگر علاقوں میں اس سے پہلے بھی پولیس کو متعدد بار نشانہ بنایا گیا ہے۔ کچھ ماہ قبل پشاور میں نامعلوم افراد نے فائرنگ کر کے ڈی ایس پی بہادر خان کو ہلاک کر دیا تھا جبکہ گل بہار تھانے کی حدود میں پولیس موبائل پر ریموٹ کنٹرول بم حملے کے نتیجے میں چھ پولیس اہلکار اور ایک راہگیر زخمی ہوگیا۔ خیال رہے کہ پشاور سمیت صوبے کے دیگر اضلاع میں ٹارگٹ کلنگ کے واقعات میں بھی تیزی آئی ہے۔ رواں سال مارچ میں کالعدم تحریکِ طالبان پاکستان نے پشاور میں پاکستانی فوج کے ایک افسر لیفٹیننٹ کرنل اور مانسہرہ کے علاقے اوگی میں ایک ایف سی اہلکار کو قتل کرنے کی ذمہ داری قبول کی تھی۔

(نامہ نگار)

ہزارہ یونیورسٹی میں آٹھ طلباء زخمی

مانسہرہ خیبر پختونخوا کے شہر مانسہرہ کی ہزارہ یونیورسٹی میں طلباء اور سیکیورٹی گارڈ کے درمیان تلخ کلامی کے دوران نامعلوم افراد کی ہوائی فائرنگ اور دستی بم حملے کے نتیجے میں 8 طلباء زخمی ہوگئے۔ 11 جون کو ہزارہ یونیورسٹی میں طلباء کے ایک گروپ کی یونیورسٹی کے سیکیورٹی گارڈ کے ساتھ تلخ کلامی ہوئی، اس دوران طلباء کے ایک دوسرے گروپ نے سیکیورٹی گارڈ کی حمایت کی۔ یونیورسٹی کے طلباء میں ہونے والی اس کشیدگی کے دوران نامعلوم افراد نے ہوائی فائرنگ کی اور دستی بم سے حملہ کر دیا، جس کے نتیجے میں 8 طلباء زخمی ہوگئے۔ واقعے میں زخمی ہونے والے طلباء کو طبی امداد کے لیے شاہ عبداللہ ٹیچنگ ہسپتال منتقل کر دیا گیا۔ ہزارہ یونیورسٹی میں ہونے والے دستی بم کے حملے اور فائرنگ کی اطلاع ملتے ہی پولیس موقع پر پہنچ گئی اور واقعے کی تفتیش شروع کر دی گئی۔

(نامہ نگار)

اقلیتیں

ہندو نوجوان پر حملہ کر کے زخمی کر دیا

بدین 8 جون کو ہاری نوجوان 22 سالہ عارب کولہی ہنگر یو شہر سے گھر کا سامان لے کر اپنے گھر جا رہا تھا کہ راستے میں ایک شخص وریام احمدانی نے عارب کولہی کو رکشہ سے اتار کر لاٹھیوں سے وار کر کے اسے زخمی کر دیا جس سے اس کے دانت ٹوٹ گئے۔ اس پر بری طرح تشدد کیا۔ رکشہ میں بیٹھے دیگر لوگوں نے متاثرہ نوجوان کو بچایا جب کہ ملزم بھاگ کر فرار ہوگیا۔ عارب کو لوگ شہر لے آئے اور اس کا علاج کروایا۔ اسی دوران شہر کے سماجی نوجوان اکٹھے ہوگئے جنھوں نے احتجاج کیا اور پولیس کو اطلاع دی۔ پولیس نے متاثرہ نوجوان کے رشتہ دار جینو کولہی کی مدعیت میں ایف آئی آر درج کر لی ہے۔ پولیس نے ملزم کو گرفتار کر لیا ہے۔ جینو کولہی نے بتایا کہ وہ غریب ہاری ہیں۔ ہر کوئی ان کے لئے تنگ نظر رویہ رکھتا ہے۔ عارب پر بلاوجہ تشدد کیا گیا ہے۔ سماجی کارکن عظیم نے بتایا کہ ایک ہندو نوجوان کو سفر کے دوران تشدد کا نشانہ بنایا گیا ہے جو کہ انتہائی غلط اقدام ہے۔ ملزم وریام احمدانی نے بتایا کہ اسے کسی اور کو مارنا تھا اور اسے نہیں معلوم تھا کہ یہ عارب کولہی ہے۔

(سلیم جروار)

ہندو قبرستان پر قبضہ

بدین بدین کے علاقے کڑیو گھنور پولیس اسٹیشن کی حدود میں دیہہ گھو میں واقعہ ہندو قبرستان پر مقامی زمیندار نے قبضہ کی کوشش کی اور کاشت کے لئے ٹریکٹر کے ذریعے زمین کو ہموار کرنے کی کوشش کی جس کے نتیجے میں 300 قبریں مسمار ہوگئیں۔ قبروں کی بے حرمتی کے خلاف ہندو برادری نے احتجاج کیا اور بدین، ٹھٹھہ روڈ بند کر دی۔ ہندو برادری کے سیوجی کولہی اور دیرو کولہی نے بتایا کہ یہ قبرستان 14 ایکڑ پر مشتمل ہے اور گزشتہ ایک صدی سے ان کے بزرگ یہاں دفن ہیں۔ مگر اب ایک زمیندار اعجاز اپنے دیگر ساتھیوں کے ساتھ مل کر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ انھوں نے مقدمہ درج کروایا ہے مگر تاحال کوئی گرفتاری عمل میں نہیں آئی۔ پولیس پوسٹ انچارج رضا ملا نے بتایا کہ ہندو قبرستان پر قبضہ کرنے اور قبریں مسمار کرنے پر چار افراد کے خلاف مقدمہ درج کر لیا ہے جنہیں جلد گرفتار کر لیا جائے گا۔

(سلیم جروار)

مندر میں توڑ پھوڑ کے خلاف مظاہرہ

حیدر آباد درگاہ شیو منڈلی میں توڑ پھوڑ کے خلاف 4 جون کو ہندو برادری کے درجنوں افراد نے مندر کے سامنے علامتی بھوک ہڑتال کی۔ بھگت پرمن و دیگر نے الزام عائد کیا کہ دو روز قبل ایک جنونی شخص مندر میں داخل ہوا اور مورتیوں کو توڑنے کی کوشش کی تاہم وہاں موجود افراد نے اسے پکڑ کر پولیس کے حوالے کر دیا لیکن پولیس تاحال اس مذہبی اشتعال پھیلانے والے شخص کی سرپرستی کرنے والوں کو بے نقاب نہیں کر سکی جس کے باعث ہندو برادری میں اشتعال پایا جاتا ہے۔

7 جون کو جی او آر تھانے کی حدود سرکٹ ہاؤس میں بنے درگاہ ماتا شیو مندر پر مبینہ طور پر حملہ کرنے کے الزام میں گرفتار نوجوان لطف اللہ لاشاری کا پولیس نے سول کورٹ نمبر چھ سے دو روز کا مزید تفتیشی ریمانڈ حاصل کر لیا اور مزید تفتیش شروع کر دی ہے۔ عدالت نے ملزم کا ذہنی معائنہ کرانے کا حکم دیا تھا۔ پولیس کے مطابق ملزم کا نفسیاتی ہسپتال سے طبی معائنہ کرایا ہے۔ نوجوان کے ورثاء کا کہنا ہے کہ لطف اللہ لاشاری کا سال 2005ء سے نفسیاتی علاج جاری ہے۔

(لالہ عبدالحلیم)

ہندو لڑکے کو اغواء کر کے مسلمان کر دیا گیا

ٹنڈو الہیار سندھ کے علاقے ٹنڈو الہیار میں ایک ہندو خاندان کا دعویٰ ہے کہ ان کے ایک نوعمر لڑکے کو علاقے کی خانقاہ کے نگراں نے اغوا کرنے کے بعد جبراً مسلمان بنا لیا ہے اور اسے اپنی قید میں رکھا ہوا ہے۔ ٹنڈو الہیار پولیس کہتی ہے کہ خانقاہ کے نگراں کے بقول پندرہ سالہ پون کمار مقامی عدالت کے سامنے تبدیلی مذہب کی تصدیق کر چکا ہے اور یہ کہ وہ اس کی بازیابی کے لیے کوششیں کر رہے ہیں۔ پون کے دادا کے چھوٹے بھائی 63 سالہ رتن لال لالوانی ٹنڈو الہیار کی ہندو پنچایت کے صدر ہیں۔ انھوں نے بی بی سی اردو سروس کو بتایا کہ پون 15 جون کو کرکٹ کھیلنے گیا تھا اور جب وہ شام تک واپس نہیں لوٹا تو گھر والوں نے اُسے کال کی مگر اس کا موبائل فون رات دس ساڑھے دس بجے تک بند مل رہا تھا۔ 'رات پونے گیارہ بجے اس کے نمبر سے کال آئی اور وہ بولا کہ کچھ لوگ ہیں جو مجھے چھوڑ نہیں رہے۔ یہ کہہ کے اس نے کال بند کر دی۔' رتن لال لالوانی نے کہا کہ انھوں نے اسی رات پولیس کو رپورٹ کی جس کے بعد پولیس نے کال کو ٹریس کر کے پتہ چلایا کہ پون ضلع عمر کوٹ کے علاقے سامارو کی ایک خانقاہ کے سجادہ نشین پیر ایوب جان سرہندی کی حویلی میں ہے۔ ایوب جان نے کہا کہ گمشدگی کے اگلے دن ایک مقامی ٹی وی چینل پر یہ خبر چلی کہ پون کمار ولد گوپال داس نے اپنی رضا و خوشی سے اسلام قبول کر لیا ہے۔ ٹنڈو الہیار میں ان کے مدارس ہیں اور مرید ہیں۔ وہ وہاں جلسوں میں آتے جاتے رہتے ہیں۔ تو تقریباً پانچ آٹھ مہینوں سے ایک باریش نوجوان مسلسل ان کے پاس آتا تھا اور کہتا کہ وہ مسلمان ہو چکا ہے اور مہربانی کر کے آپ اُسے اپنے پاس رکھیں اور مجھے دینی تربیت دیں۔ لالوانی نے کہا کہ 'اصل میں تو اغوا کی واردات ہوئی ہے جسے چھپانے کے لیے انھوں نے اسلام کا حوالہ دے کر اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کی ہے کیونکہ مدرسے تو ہمارے ٹنڈو الہیار میں بہت ہیں۔ اگر اسے مسلمان ہونا تھا تو اپنے علاقے میں ہی ہو جاتا، وہ 70 سے 80 کلومیٹر دور جا کے مسلمان ہو گیا۔ یہ کیسے ممکن ہے؟' ٹنڈو الہیار پولیس کے سربراہ جاوید بلوچ نے اس بات کی تصدیق کہ یہ معاملہ ان کے علم میں ہے اور وہ فریقین سے رابطے میں ہیں۔ 'میں نے یہ معاملہ ایک ڈی ایس پی کے سپرد کر دیا ہے جو خود جا کے معاملے کو دیکھیں گے۔ ہماری طرف سے جتنی مدد ہو گی ہم کریں گے۔' انھوں نے کہا کہ سرہندی کا کہنا ہے کہ پون نے عمر کوٹ کی عدالت کے سامنے ضابطہ فوجداری کی دفعہ 164 کے تحت بیان ریکارڈ کرایا ہے کہ اب وہ مسلمان ہو چکا ہے مگر انھوں نے کہا کہ پاکستانی قانون کے تحت اٹھارہ برس سے کم عمر بچے کا دفعہ 164 کے تحت بیان ریکارڈ کیا ہی نہیں جا سکتا۔ 'تو میں نے اُن سے کہا کہ یہ تو 15 سال کا بچہ ہے، اس میں اتنی عقل نہیں ہے کہ وہ اس طرح کا بیان دے۔' انھوں نے کہا کہ سرہندی نے خود ان کے ساتھ گفتگو میں اعتراف کیا ہے کہ پون ان کے پاس ہے اور اگر وہ جلد ہی لڑکے کو سامنے نہیں لائے تو پولیس ان کے خلاف مقدمہ درج کر کے قانون کے مطابق کارروائی کرے۔

(بشکریہ بی بی سی اردو)

احمدیوں کو جان کا خطرہ

چکوال پیچ نند کے اس ویران سے گاؤں میں پہلی مرتبہ آنے والا کوئی بھی فرد یہاں کی خاموشی کو ضرور محسوس کرے گا۔ یہ گاؤں ضلعی مرکز تلہ گنگ تحصیل سے 90 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہاں کے 24 ہزار رہائشیوں میں سے زیادہ تر زراعت اور مویشی پال کر اپنی روزی کماتے ہیں۔ اس گاؤں کی ویران سڑکوں پر چلتے ہوئے یہاں کی خاموشی کے پس پردہ کیا ہے، یہ اندازہ لگانا مشکل ہے۔ البتہ چکوال سے 45 کلومیٹر کے فاصلے پر تلہ گنگ تحصیل میں مذہبی کشیدگی کا ابال انتہاء پسندی کے ساتھ بڑھتا جا رہا ہے۔ اس علاقے میں توہین مذہب کے نئے مقدمات درج ہونا معمول کی بات ہے، جس میں سے زیادہ تر میں محمد سعید نامی شخص مدعی ہے، اور ایڈوکیٹ طارق محمود ان کے وکیل ہیں۔ اس طرح کے مقدمات کی بڑھتی ہوئی تعداد نے گاؤں پچنند میں بسنے والے احمدی کمیونٹی کے 80 افراد کو شدید خوف میں مبتلا کر دیا ہے۔ اس گاؤں میں باقاعدگی کے ساتھ منعقد ہونے والی مذہبی کانفرنسوں میں احمدی کمیونٹی کے خلاف تقاریر کی جاتی ہیں۔ ان واقعات سے بھی اس گاؤں پر مقامی پریس کی توجہ مبذول ہوئی ہے۔ تازہ ترین دھچکا 4 مئی کو لگا، جب ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن کورٹ کے حکم پر احمدیوں کی عبادت گاہ سے گنبد اور میناروں کو منہدم کر دیا گیا۔ قانون کے مطابق احمدیوں کی عبادت گاہوں پر مینار یا گنبد تعمیر کر کے اس کو مسجد کی شکل نہیں دی جا سکتی۔ اس انہدام کا علاقے کے دیوبندی اور بریلوی مسالک کے مذہبی رہنماؤں کی جانب سے خیر مقدم کیا گیا، اور مذہبی رہنماؤں کے ان بیانات کو مقامی اخبارات میں کئی دن تک شایع کیا جاتا رہا، جنھوں نے اس اقدام کو مثبت قرار دیا تھا۔ اس گاؤں میں احمدیوں کے خلاف شدید نفرت پائی جاتی ہے۔ مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی ڈپٹی جنرل سیکریٹری ڈاکٹر عمر فاروق نے مقامی اردو اخبار میں ایک انتہائی اشتعال انگیز مضمون 'پیچ نند میں قادیانیوں کو شکست کا سامنا' کے عنوان سے تحریر کیا۔ اس گاؤں میں احمدی کمیونٹی کے ایک بزرگ نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ''ہم اپنی عبادت گاہوں کو نہ تو مسجد پکار سکتے ہیں، نہ ہی ہماری عبادتگاہوں پر مسجد کی طرز پر مینار یا گنبد تعمیر کر سکتے ہیں۔ ہم تو لاؤڈ اسپیکر پر اذان نہیں دے سکتے۔ ہمیں ایک دوسرے کو 'السلام علیکم' کہنے کی بھی اجازت نہیں، اس لیے کہ یہ قانونی طور پر ممنوع ہے۔'' انہوں نے کہا کہ ''بلاشبہ اس طرح کا قانون پاکستان میں موجود ہے۔'' اس گاؤں کے پہلے احمدی برطانوی فوج کے ایک سپاہی ملک محمد خان تھے، جو پہلی عالمی جنگ کے دوران احمدی ہو گئے تھے۔ آج اس گاؤں کے زیادہ تر احمدیوں کا تعلق نچلے طبقے سے ہے جو انتہاء پسند مذہبی پیشواؤں کے ہاتھوں حملوں کے خطرے سے دوچار رہتے ہیں۔ یہاں کے ایک احمدی نے بتایا ''یہاں کی صورتحال 2008ء تک کافی پُرامن تھی، اس کے بعد تلہ گنگ میں مقیم کچھ سخت گیر مذہبی پیشواؤں نے ہمارے خلاف ایک مہم شروع کی۔'' تلہ گنگ شہر کے کچھ مذہبی پیشواؤں نے 2008ء میں احمدیوں کے خلاف مہم شروع کی کہ وہ اپنی عبادتگاہوں کو پھیلانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس مہم کے نتیجے میں 2011ء کے دوران ایک مقدمہ درج کیا گیا۔ 2008ء کے بعد سے اس گاؤں میں احمدی مخالف لٹریچر کی تقسیم معمول بن گئی ہے۔ تین سال قبل 'تحفظ ختم نبوت' کے عنوان سے پہلی کانفرنس تحریک تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام اس گاؤں میں منعقد ہوئی جس میں مذہبی رہنماؤں نے احمدیوں کے خلاف نفرت انگیز تقاریر کیں۔ ایک اور احمدی نے بتایا ''گاؤں میں تقسیم کیے جانے والے پمفلٹس ہمارے خلاف توہین آمیز نعروں سے بھرے ہوتے ہیں اور مجلس احرار اسلام پاکستان اور تحریک تحفظ ختم نبوت کے کارکنان گاؤں کے گھروں اور دکانوں کے دروازوں پر احمدی مخالف اسٹیکرز لگاتے ہیں۔'' ڈان کو دستیاب ان پمفلٹس کی کاپیوں سے اس صورتحال کی سنگینی کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ مجلس احرار اسلام پاکستان کی جانب سے شایع ہونے والے ایک پمفلٹ میں اس گاؤں کے 35 احمدی مردوں کی ایک فہرست دی گئی ہے۔ ان 35 افراد کے ناموں کے ساتھ ان کے گھر کے پتے اور یہاں تک کہ ان کی ذاتوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ اس پمفلٹ میں اہم فرقوں کے مسلمانوں پر زور دیا گیا ہے کہ وہ ان احمدیوں کا سماجی اور سیاسی بائیکاٹ کریں۔ احمدی کمیونٹی کے ایک اور رکن نے بتایا کہ ''اس قسم کا نفرت انگیز مواد ہمیں درپیش سیکیورٹی کے خطرات میں اضافہ کر دیتا ہے۔ ہمارے بچوں کو گاؤں کے اسکولوں میں تنگ کیا جاتا ہے اور ہمیں ان کی زندگیوں کا دھڑکا لگا رہتا ہے۔'' اس گاؤں کے احمدیوں نے نیشنل ایکشن پلان کی سنجیدگی پر بھی سوال اُٹھایا ہے۔ ایک احمدی نے کہا ''اس وقت نیشنل ایکشن پلان کہاں ہوتا ہے جب یہ نفرت انگیز تقاریر کی جاتی ہیں اور ہمارے خلاف اخبارات میں کالمز شایع کیے جاتے ہیں۔'' ایک پولیس اہلکار نے اس صورتحال کی نزاکت کا اعتراف کرتے ہوئے کہا ''ہر ایک کو اپنے مذہب کے مطابق آزادانہ زندگی بسر کرنے کی اجازت ہونی چاہیے۔'' ڈان سے بات کرتے ہوئے جماعت احمدیہ پاکستان کے پریس سیکشن کے انچارج عامر محمود نے پاکستان میں احمدیوں کی حالتِ زار پر تشویش کا اظہار کیا۔ ان کا کہنا تھا کہ ''ہم نے تحریک پاکستان میں فعال طور پر حصہ لیا تھا، لیکن آج ہماری کمیونٹی کے لیے ہر نئے روز جگہ تنگ ہوتی جا رہی ہے۔'' انہوں نے مزید کہا ''لاہور میں 86 احمدیوں کا قتل کیا گیا، اور ہماری خواتین کو گوجرانوالہ میں زندہ جلا دیا گیا، لیکن ہم نے پُرامن احتجاج تک نہیں کیا۔ ہم خاموشی کے ساتھ یہ سب کچھ برداشت کر رہے ہیں۔'' احمدیوں کی حالتِ زار کا ذمہ دار حکومت کو قرار دیتے ہوئے عامر محمود کہتے ہیں کہ صورتحال روز بروز بدتر ہوتی جا رہی ہے۔ انہوں نے کہا ''یہ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ بلالحاظ مذہب وہ اپنے شہریوں کا تحفظ کرے۔'' جب ڈسٹرکٹ پولیس افسر (ڈی پی او) ڈاکٹر معین مسعود سے رابطہ کیا گیا تو انہوں نے احمدیوں کے خلاف نفرت پھیلانے والے عناصر کے خلاف کارروائی کا عزم ظاہر کیا۔ انہوں نے کہا ''کسی کو بھی قانون کی خلاف ورزی کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ اس طرح کے نفرت آمیز مواد شایع کرنے والوں کے خلاف قانونی چارہ جوئی کریں گے۔''

(انگریزی سے ترجمہ بشکریہ ڈان)

تین ہندو لڑکیوں کو اغواء کر لیا گیا

عمرکوٹ عمرکوٹ کے علاقے سے چھ سے زائد مسلح افراد نے شریمتی سوجھان نامی ہندو لڑکی کو اغواء کر لیا۔ مغویہ کے خاوند کے مطابق ساٹھ سالہ شخص مبین شیر نے اپنے دیگر ساتھیوں کے ہمراہ شریمتی کو اغواء کیا۔ انہیں خدشہ ہے کہ ملزم لڑکی کا زبردستی مذہبی تبدیل کر کے اس کے ساتھ جبری شادی کرے گا۔ لڑکی کا خاندان گزشتہ چالیس برسوں سے علاقے کے زمیندار اسلم ڈھری کے ہاں زرعی مزدور کے طور پر کام کرتے تھے جہاں سے 2 جون کو مسلح افراد نے لڑکی کو اغواء کیا تھا۔ متاثرہ خاندان نے مدد کے لیے زمیندار سے رابطہ کیا تھا مگر انہوں نے مدد کرنے سے انکار کر دیا۔ ملزم مبین شیر زمیندار اسلم ڈھری کے ہاں کام کرتا ہے جس کی وجہ سے پولیس بھی متاثرین کی مدد کرنے سے انکار کر رہی ہے۔ عمرکوٹ سے پندرہ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع کرنا موڑی کے علاقے میں بھی دو کمسن ہندو لڑکیوں کے اغواء کا واقعہ پیش آیا جہاں اٹھارہ جون کو علاقے کے جاگیردار چھتو پالی نے اپنے بیٹوں ذوالفقار اور میر محمد کے ہمراہ ہندو واوڈ برادری سے تعلق رکھنے والی پندرہ سالہ ثمینہ اور تیرہ سالہ امینہ کو دوپہر کے وقت ان کے گھر سے اغواء کر لیا۔ لڑکیوں کے والدین نے پریس کلب سے عمرکوٹ کے سامنے احتجاجی مظاہرہ کیا اور کچھ گھنٹوں کے لیے سڑک بھی بلاک کیئے رکھی۔ ان کا کہنا تھا کہ پولیس ملزموں کے خلاف مقدمہ درج نہیں کر رہی۔ کمسن ہندو لڑکی کے اغواء کا تیسرا واقعہ ضلع عمرکوٹ کے علاقے دادوکولھی میں پیش آیا جہاں 14 جون کو آدھی رات کے وقت پندرہ سالہ مادھوری کو اس کے گھر سے اغواء کیا گیا۔ مغویہ آٹھویں جماعت کی طالبہ ہے۔ بچی کی والدہ کے بقول اس کی بیٹی کو حیدر نامی شخص نے اغواء کیا ہے۔ انہوں نے مزید بتایا کہ ملزم اس سے پہلے بھی بچی کو ہراساں کرتا تھا جس کی شکایت اس کے والدین کو کی گئی تھی۔ پولیس نے ملزم کے خلاف مقدمہ درج کر لیا ہے مگر اس رپورٹ کے ارسال ہونے تک اسے گرفتار نہیں کیا گیا تھا۔

(نامہ نگار)

شیڈولڈ ذاتوں کے خلاف امتیازی سلوک کو روکنے کا مطالبہ

اسلام آباد شرکاء، جن میں سے زیادہ تر کا تعلق شیڈولڈ کاسٹ سے تھا، نے اس امر پر تشویش کا اظہار کیا کہ انہیں نہ صرف معاشرتی طور پر بلکہ ان کی اپنی برادری کی جانب سے امتیازی سلوک کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ان خدشات کا اظہار پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) کی جانب سے 14 جون کو اسلام آباد میں ''اپنے عقیدے کی بنا پر غیر محفوظ برادریوں سے متعلق ماہرین کے اجلاس'' میں کیا گیا۔''شیڈولڈ کاسٹ کو درپیش چیلنجز'' کے عنوان سے منعقد ہونے والے اس اجلاس کی صدارت کمیشن کے سیکریٹری جنرل آئی اے رحمان نے کی۔

شرکاء میں پاکستان ہندو فورم کے رکن ڈاکٹر جے پال چھابڑیا، ایڈووکیٹ ویرجی کوہلی اور بھگوان داس بھیل مہیش کمار، کانجی رانو بھیل، رادھا بھیل، رَمشا، پُشپا کماری اور دیگر شامل تھے۔

انہوں نے معاشرے اور برادری میں امتیازی سلوک کی مختلف اقسام پر گفتگو کی۔ان کا کہنا تھا کہ ان کے ساتھ خاص طور پر مسلمانوں کی جانب سے اچھوتوں جیسا برتاؤ کیا جاتا ہے۔انہوں نے کہا کہ سکولوں میں شیڈولڈ کاسٹ سے تعلق رکھنے والے طلباء یا تو الگ گلاس میں پانی پیتے ہیں یا پھر پانی پینے کے لیے کسی اور سے مدد مانگتے ہیں۔

سماجی کارکن رادھا بھیل نے اس امر پر تشویش کا اظہار کیا کہ جب کوئی ہندو لڑکی تبدیلی مذہب کے بعد ہندو مذہب کی جانب واپس لوٹنا چاہتی ہے تو اسلامی تعلیمات کے تحت اسے ایسا کرنے کی اجازت نہیں ہوتی۔کھیتوں میں زمینداروں کی جانب سے مسلمان کسانوں کے مقابلے میں بھیل اور کوہلی برادری سے تعلق رکھنے والی کسان خواتین کو زیادہ امتیازی سلوک کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ شیڈولڈ کاسٹ سے تعلق رکھنے والے طلباء کو اپنے ہم جماعتوں کے ساتھ کھانے پینے کے دوران امتیازی سلوک کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور انہیں عام طور پر کمرہ جماعت میں سب سے آخر میں بٹھایا جاتا ہے۔

مسٹر آئی اے رحمان کا کہنا تھا کہ موجودہ آئین نے معاشرے کے ایک بڑے حصے یعنی اقلیتوں کو علیحدہ کر دیا ہے۔جب آئین کا مسودہ تیار کیا گیا تو ہر کوئی یہ توقع کرتا تھا کہ ضرورت کے وقت اس میں تبدیلیاں کی جائیں گی۔افسوس کی بات یہ ہے کہ ایسا نہیں ہوا اور لفظ ''شیڈولڈ کاسٹ'' اب بھی آئین کا حصہ ہے۔ان کا کہنا تھا کہ ایچ آر سی پی آئین کی ان شقوں کو تسلیم نہیں کرتا جن کا تعلق مذہب سے ہے اور یہ اپنا مذہب تبدیل کرنے کے حق کی حمایت کرتا ہے۔اقلیتیں کسی مخصوص مذہب پر عمل کرنے کے حق پر بحث تو کر سکتی ہیں لیکن انہیں اس تک محدود نہیں رہنا چاہئے اور انہیں ایسے اہداف پر توجہ دینی چاہئے جو قابل حصول ہوں۔تیس سال پہلے مرتدین کے لیے سزائے موت مقرر نہیں تھی، اس لیے یہ لوگ دیگر ممالک میں نقل مکانی کر سکتے تھے۔انہوں نے کہا کہ جب مسلمان اور غیر مسلم، غریب یا کسان کی حیثیت کا معاملہ ہو تو سماجی تعصب کا واضح طور پر مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔

ویرجی کوہلی نے نشاندہی کی کہ اگر کوہلی، بھیل اور دیگر خود پر سے ''شیڈولڈ کاسٹ'' کہلائے جانے کے داغ کو مٹانا چاہتے ہیں تو انہیں نہ صرف آئین کے آرٹیکل 260 بلکہ اپنی مذہبی کتاب مانوسمارتی میں بھی ترمیم کرنا ہوگی جس میں ہندوؤں کی چار ذاتیں بیان کی گئی ہیں۔ ہندو اراکین پارلیمنٹ اور وزراء حلف نہیں اٹھاتے جو صرف مسلمانوں کے لیے مخصوص ہے، جس میں ان سے اسلامی نظریے کا تحفظ کا تقاضہ کیا جاتا ہے۔

ڈاکٹر چھابڑیا نے ہندوؤں کو تمام شعبوں میں پانچ فیصد ملازمتیں دینے کا مطالبہ کیا۔ان کا کہنا تھا کہ سکولوں میں ہندو طلباء کو اسلامیات کا متبادل مضمون پڑھایا جائے۔انہوں نے کہا کہ ہندو قانون ساز اپنی برادری کی اکثریت کی نمائندگی نہیں کرتے۔انہوں نے سیاسی جماعتوں پر زور دیا کہ وہ اپنے ہندو اراکین کے لیے اپنے منشور کی تعریف نو بھی کریں۔

کانجی رانو بھیل نے ہندو برادری میں پائے جانے والے تنازعات سے متعلق گفتگو کی۔ان کا کہنا تھا کہ وہ ملانی (پی پی پی کے قائد) کی نسبت ارباب (سابق وزیر اعلیٰ) کے ساتھ زیادہ اطمینان محسوس کریں گے کیونکہ اول الذکر ان کی برادری کو حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔عطیات دینے والوں کی تسلی کے لیے ویڈیوز میں تھر کی خواتین کو روایتی لباس میں دکھایا جاتا ہے تاہم ان خواتین کو کسی قسم کے حقوق حاصل نہیں ہیں۔انہوں نے مطالبہ کیا کہ غیر مسلموں کے وزیر اعظم، وزیر اعلیٰ یا گورنر بننے پر جو پابندی عائد ہے وہ ختم کی جائے۔

ایچ آر سی پی سندھ چیپٹر کے وائس چیئرپرسن اسد اقبال بٹ، صحافی اور ناول نگار محمد حنیف، ایچ آر سی پی کے ڈائریکٹر نجم الدین اور کے رکن نیل کانٹھ نے بھی اجلاس سے خطاب کیا۔

ان کا کہنا تھا کہ برادریاں صرف اسی صورت میں اپنی حقوق حاصل کر سکتی ہیں کہ وہ خود کو مذہبی اقلیت کی بجائے پہلے خود کو پاکستانی اور انسان سمجھیں۔انہوں نے کہا کہ انہیں مذہب کو اپنے سیاسی اور سماجی نظام سے الگ کرنا چاہئے۔

(انگریزی سے ترجمہ بشکریہ ڈان)

جہد حق پڑھنے والے توجہ کریں

- آپ نے اس شمارہ کا مطالعہ کیا
  جو خامیاں/ کمزوریاں آپ کو نظر آئی ہوں۔ان کی نشاندہی خط کے ذریعے سے کیجئے۔
- آپ بھی اپنے علاقے میں ہونے والی انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی رپورٹ/اطلاع ہمیں اس رسالہ میں چھپنے والا رپورٹ فارم پُر کر کے بذریعہ ڈاک روانہ کر سکتے ہیں۔حقائق اچھی طرح سے تصدیق کر کے لکھیں۔
- ہر شمارہ کی قیمت مبلغ =/5 روپیہ ہے
- سالانہ خریداروں کے لیے =/50 روپیہ ایسے خریدار پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (Human Rights Commission of Pakistan) کے نام صرف =/Rs.50 کا منی آرڈر یا ڈرافٹ (چیک قبول نہیں کیا جائے گا) ہمارے ہیڈ آفس کے پتہ پر روانہ کریں۔ پتہ یہ ہے:

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

''ایوان جمہور'' 107 - ٹیپو بلاک،

نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور

HRCP کارکن متوجہ ہوں

''جہد حق'' کے لیے رپورٹ فارم کے مطابق کوائف پر مبنی رپورٹیں، خبریں، تصاویر اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں سے متعلق دیگر مواد مہینے کے تیسرے ہفتہ تک پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے مرکزی دفتر میں پہنچ جانا چاہیے تا کہ یہ اگلے شمارے میں شائع کیا جا سکے۔

جہد حق کا تازہ شمارہ اور پچھلے شمارے اب ویب سائٹ پر بھی موجود ہیں۔ پتہ:

www.hrcp-web.org

سیاسی بدامنی پر عوامی احتجاج

حیدر آباد پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق اسپیشل ٹاسک فورس حیدر آباد اور بدین کے انسانی حقوق کے کارکنوں، سول سوسائٹی، وکلاء اور صحافیوں کے وفد نے 27 مئی 2015 کو ضلع بدین کا دورہ کیا۔ ضلع کے تین اہم شہروں میں عوامی اجلاس منعقد کئے گئے جس میں مختلف شہروں سے آئے ہوئے شہریوں نے شرکت کی۔ وفد کے دورے کا مقصد ضلع بدین میں گزشتہ دو ماہ سے جاری غیر یقینی صورت حال، عدم تحفظ شہریوں کو درپیش مسائل، عام شہریوں، سیاسی، کارکنوں اور صحافیوں کی گرفتاریاں اور ان کے خلاف انسداد دہشت گردی اور سول عدالتوں میں مقدمات درج کیے جانے کا جائزہ لینا تھا۔ پیپلز لائرز فورم کے صدر محمد عیسی ملاح نے بتایا کہا ایک سازش کے تحت بدین کی عوام کے وسائل پر قبضہ کرنے اور لوٹ مار کا نظام قائم رکھنے کے لیے پولیس نے بدین کو پولیس اسٹیٹ بنا دیا ہے۔ شہر میں ایک ماہ سے غیر اعلانیہ کرفیو کی صورت حال ہے، چار سو سے زائد افراد پر مقدمات درج ہو چکے ہیں۔ صحافی مرتضی میمن نے بتایا کہ کرپشن کے خلاف خبریں دینے پر پی پی پی کی مقامی قیادت ناراض ہے۔ ذوالفقار مرزا کی سیاست سے ان کا کوئی تعلق نہیں رہا۔ ان پر جو ایف آئی آر درج کی گئی اس کیس میں ان کا نام بھی شامل کیا گیا۔ ایک بیوہ عورت نے بتایا کہ اس کے دو بیٹے بے گناہ چالان کر دیے۔ ایک مزدور بزرگ اسحاق قاضی نے بتایا کہ ان کے بیٹے محمد خان اور اس کے دوست خدا بخش شیدی کو پولیس نے پکڑ کر انسداد دہشت گردی کا جھوٹا مقدمہ درج کر دیا۔ جیئے سندھ محاذ کے امیر آزاد پنھور نے بتایا کہ ایس ایس پی کورائی کے آنے سے پہلے بدین رڑی بیلے کی زمین پر قبضہ کرنے کی لیے انور مجید اور اویس ٹپی نے پولیس کو استعمال کرنا شروع کیا اور مقامی ہاریوں کو مزاحمت کرنے پر تشدد کا نشانہ بنایا اور کمال چانگ بھی اس میں برابر کے شریک تھے۔ زرعی انجینئر عبداللہ چانڈیو نے بتایا کہ ان کے بھتیجے واحد چانڈیو پر پانچ مقدمات درج کیے گئے۔ تاجر ندیم مغل کے رشتیداروں عبدالغفار اور کموں میمن نے بتایا کہ ندیم مغل کی 52 لاکھ کی رقم ایک پستول دو موبائل اور کروڑں روپے کے گاڑیوں کے کاغذات پولیس کے قبضے میں ہیں۔ شہر کے معزز تاجر پر پانچ مقدمات درج ہیں۔ ایوان صحافت کے صدر مصطفیٰ جمالی نے کہا کہ سیاسی مفاد حاصل کرنے کے لیے بدین کی پولیس اسٹیٹ میں تبدیل ہوگئی ہے۔ پریس کلب کے صدر تنویر آرائیں نے کہا کہ صحافیوں کو اپنا کام کرنے سے روکنے کے لیے ضلع میں 5 صحافیوں پر جھوٹے مقدمات درج کیے گئے ہیں۔ صحافی اللہ رکیو نے کہا کہ حکمرانوں نے گزشتہ 7 سالوں میں ضلع بدین کو کچھ نہیں دیا۔ اب لوگوں سے ان کا سکون بھی چھینا جا رہا ہے۔ دوسری طرف ٹنڈو باگو میں وفد کو پنگریو کے گلزار ملاح نے بتایا کہ اس کے والد پناہ ملاح کو 4 دن پہلے بدین پولیس گرفتار کر کے لے گئی مگر آج تک گرفتاری ظاہر نہیں کی۔ ان کے دوسرے بھائیوں شاہ جہاں اور دلدار کی چوہڑ جمالی تھانے میں چوری کے کیس میں گرفتاری ظاہر کی۔ الیاس بھان نے کہا کہ مرزا کے حامی دلبر سندھی، ارشاد خواجہ، فیصل چیمہ، سکندر میمن، مختیار، پتافی اور دوسرے شہریوں پر مقدمات درج کراوئے گئے۔ جہاں خان کھوسو نے کہا کہ مرزا کے حامی جن کے نام پینافلیکس پر درج تھے ان کے خلاف بھی مقدمات درج کروائے گئے۔ پریس کلب ٹنڈو باگو کے صدر نصر اللہ جروار اور سیکریٹری امین سندھی نے وفد کو خوش آمدید کہا اور ٹنڈو باگو کی صورت حال کے بارے میں تفصیل سے آگاہ کیا۔ صحافی ہاشم میمن نے بتایا کہ ان کے بیٹے ممتاز میمن کے خلاف پولیس نے بے گناہ مقدمہ درج کیا۔ صحافیوں نے بتایا کہ پی پی پی کے مقامی قیادت اور ایس ایس پی خالد مصطفیٰ کورائی نے پیغام دیا کہ اگر صحافی ذوالفقار مرزا کو دی گئی کوریج کے لیے تحریری طور پر معذرت جمع کروا دیں تو ان صحافیوں کے نام مقدمات سے خارج کر دیے جائیں گے۔ صحافیوں نے اس پیش کش کو مسترد کرتے ہوئے مطالبہ کیا ہے کہ ان پر لگائے گئے الزامات کی تحقیقات کے لئے جوڈیشل کمیشن قائم کیا جائے۔

(ایچ آر سی پی، اسپیشل ٹاسک فورس، حیدر آباد)

قوم پرست سیاسی رہنما کی جبری گمشدگی

کراچی 10 جون کو پاکستان کے صوبہ سندھ کے نامور تاریخ نویس اور مصنف عطا محمد بھنبھرو کے فرزند اور جیے سندھ متحدہ محاذ کے رہنما راجہ داہر کی مبینہ جبری گمشدگی کا واقعہ پیش آیا ہے۔ شبہ ہے کہ وہ قانون نافذ کرنے والے اداروں کی تحویل میں ہیں۔ عطا محمد بھنبھرو سندھ کی تاریخ کے موضوع پر 40 سے زائد کتابوں کے مصنف اور مترجم ہیں۔ انھوں نے سنہ 2012 میں صدارتی ایوارڈ لینے سے انکار کر دیا تھا، ان کا کہنا ہے کہ ان کا بیٹا راجہ داہر گاؤں میں زمینیں سنبھالتا ہے اور 4 جون کی شب قانون نافذ کرنے والے اداروں نے ان کے گاؤں بچل بھنبھرو کا محاصرہ کر کے ان کے بیٹے کو حراست میں لے لیا اور آنکھوں پر پٹی باندھ کر اپنے ساتھ لے گئے۔ عطا محمد بھنبھرو کا دعویٰ ہے کہ ان کا بیٹا کبھی مجرمانہ کارروائی میں ملوث نہیں رہا بلکہ وہ ایک سنجیدہ قوم پرست سیاسی کارکن ہے اور اس پر کوئی مقدمہ بھی درج نہیں۔ انھوں نے خدشہ ظاہر کیا کہ ان کے نوجوان بیٹے کو جعلی مقابلے میں ہلاک کر دیا جائے گا یا تشدد میں ہلاک کر کے مسخ شدہ لاش پھینک دی جائے گی جیسا کہ اس سے پہلے بھی قوم پرست کارکنوں کے ساتھ کیا گیا ہے۔ واضح رہے کہ پاکستان کی حکومت نے جیے سندھ متحدہ محاذ کو کالعدم قرار دیا ہے اور تنظیم کا سربراہ شفیع برفت پولیس کو مطلوب انتہائی ملزمان میں شامل ہے۔ یاد رہے کہ گذشتہ سال دسمبر میں جیے سندھ متحدہ محاذ کے چھ لاپتہ کارکنوں کی مسخ شدہ لاشیں برآمد ہوئی تھیں۔ ان ہی دنوں میں ایک زخمی الہ ودھایو مہر کو سادہ کپڑوں میں ملبوس لوگ کراچی سول ہسپتال سے لے گئے تھے جو تا حال لاپتہ ہے۔ اسی طرح کملیش کمار نامی طالب علم کا بھی کوئی پتہ نہیں چل سکا ہے۔ ایس پی خیر پور ساجد کھوکھر کا کہنا ہے کہ راجہ داہر کی گمشدگی کے حوالے سے ان کے والدین نے پولیس سے کوئی رابطہ نہیں کیا۔ انھوں نے بتایا کہ سیٹھار جا کے علاقے میں ریلوے ٹریک سے ایک بم برآمد کیا گیا تھا۔ ہوسکتا ہے کہ قانون نافذ کرنے والے اداروں نے اس الزام میں راجہ داہر کو تحویل میں لیا ہو لیکن وہ اس بارے میں وثوق سے کچھ نہیں کہہ سکتے۔ ایس پی ساجد کھوکھر کا کہنا تھا کہ سنہ 2007 میں بھی اسی نوعیت کے الزام میں راجہ داہر کی گرفتاری عمل میں آئی تھی لیکن بعد میں انھیں رہا کر دیا گیا۔ بقول ان کے راجہ داہر کا تعلق جیے سندھ متحدہ محاذ شفیع برفت گروپ سے ہے جو ریلوے لائنوں پر دھماکوں میں ملوث رہا ہے۔ دوسری جانب جیے سندھ متحدہ محاذ کے جنرل سیکریٹری سجاد شر کا کہنا ہے کہ ان کی تنظیم نے 30 اگست کو 'سندھ آزادی چاہتا ہے' کے نام سے حیدر آباد میں مارچ کا اعلان کیا تھا، جس کے بعد ریلوے لائنوں پر دھماکوں کو جواز بنا کر ان کے کارکنوں کے خلاف کارروائی کی جا رہی ہے۔ سجاد شر کے مطابق راجہ داہر کے علاوہ خیر پور سے ہی ان کے بزرگ چچا قادر بخش، کزن نثار شر، حیدر آباد سے جمی تنیو اور عرفان جمالی نامی کارکنوں کو بھی حراست میں لیا گیا ہے جن کا تا حال کوئی پتہ نہیں چل سکا۔ جیے سندھ متحدہ محاذ کے کارکنوں کی گرفتاریوں کے بارے میں شفیع برفت نے ایک بیان میں کہا ہے کہ وہ قومی آزادی کو سندھی قوم کی تقدیر سمجھتے ہیں اس لیے ریاستی ادارے کوئی بھی رویہ روا رکھیں، وہ اپنی منزل کی طرف قدم اٹھاتے رہیں گے۔ شفیع برفت کا کہنا تھا کہ وہ موجودہ صوبائی حکومت کو بھی ریاستی اداروں کے مظالم میں برابر کا شریک سمجھتے ہیں۔ دوسری جانب سندھ میں ادیبوں اور مصنفوں کی تنظیم سندھی ادبی سنگت نے بھی عطا محمد بھنبھرو کے بیٹے کی جبری گمشدگی کی مذمت کی ہے اور مطالبہ کیا ہے کہ اگر راجہ داہر کسی غیر قانونی سرگرمی میں ملوث ہیں تو انھیں عدالت میں پیش کیا جائے۔

(بشکریہ بی بی سی اردو)

صحت

پولیومہم کے لیے مطلوبہ فنڈز کی قلت

اسلام آباد ایک ایسے موقع پر جب آپریشن ضرب عضب اور ہیلتھ ورکرز کی لگن نے ملک میں انسداد پولیومہم کے لیے صورت حال کو بہتر بنا دیا ہے، پروگرام کے راستے میں رکاوٹ بننے کے لیے ایک نیا مسئلہ پیدا ہوگیا۔ڈان کو معلوم ہوا ہے کہ صوبائی صحت کے محکموں نے پلاننگ کمیشن کو آگاہ کیا ہے کہ موجودہ مہم کو مکمل کرنے کے لیے 22 ملین ڈالرز کے مزید فنڈز درکار ہیں جبکہ 2016 تک چلنے والے اس تین سالہ پروگرام کو مکمل کرنے کے لیے مزید 314 ملین ڈالرز کی رقم کی ضرورت پڑے گی۔خیال رہے کہ 2014 کے 306 کیسز کے مقابلے میں رواں سال اب تک صرف 25 نئے پولیو کے کیسز ہی سامنے آئے ہیں۔نیشنل ہیلتھ سروسز کی وزارت کے ایک اہلکار نے نام ظاہر نہ کرنے کی شرط پر بتایا کہ اگر اس موقع پر پیسوں کی وجہ سے یہ پروگرام رک جاتا ہے تو یہ ایک بہت بڑا سانحہ ہوگا۔انہوں نے بتایا کہ اسلامک ڈیولپمنٹ بینک نے پاکستان کو تین سالہ پروگرام کے لیے 327 ملین ڈالر رقم قرض پر دی تھی تاہم بل گیٹس اور میلنڈا فاؤنڈیشن نے اس رقم کو قرض کے بجائے گرانٹ میں تبدیل کر دیا تھا۔انہوں نے بتایا کہ آئندہ تین سالوں کے لیے ایک نیا پی سی ون تیار کیا جا رہا ہے جس کے لیے 314 ملین ڈالر کی رقم کی ضرورت ہوگی۔اس بار حکومت پاکستان کو مشورہ دیا جائے گا کہ وہ ملک سے پولیو وائرس ختم کرنے کے لیے پروگرام کی نصف رقم ادا کرے'۔ انہوں نے بتایا کہ اس بار قیاس آرائیاں کی جارہی ہیں کہ پروگرام کے ماڈل کو تبدیل کرتے ہوئے ایک تیسرے فریق کو شامل کی جائے گا جس پر ڈبلیو ایچ او، یونیسیف اور دیگر متعلقہ فریقین بھروسہ کرتے ہیں۔نیشنل ایمرجنسی آپریشن سینٹر کے کوارڈینیٹر ڈاکٹر رانا محمد صفدر نے اجلاس کو بتایا کہ 2015 کے لیے فنڈز دستیاب ہیں تاہم ویکسین خریدنے میں تین ماہ کا عرصہ درکار ہوتا ہے جس کے لیے اگلے سال کے تین ماہ کے لیے پہلے سے انتظامات کرنے پڑتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ وہ بل اور میلنڈا گیٹس فاؤنڈیشن کے ساتھ رابطے میں ہیں اور انہوں نے اس سلسلے میں یقین دہانی کروائی ہے۔

(بشکریہ روزنامہ ڈان)

بلوچستان میں 84 فیصد بچے حفاظتی ٹیکوں سے محروم

کوئٹہ ایمرجنسی آپریشن سینٹر ای او سی نے انکشاف کیا ہے کہ بلوچستان میں 84 فیصد بچے حفاظتی ٹیکوں سے محروم ہیں اور مختلف قابل علاج اور مہلک بیماریوں کا شکار ہیں۔ایمرجنسی آپریشن سینٹر کے کوآرڈینیٹر ڈاکٹر سید سیف الرحمٰن کے مطابق سو میں سے صرف 16 فیصد بچوں کو حفاظتی ٹیکے لگائے گئے ہیں اور یہ صوبے کے لیے ایک خطرناک صورتحال ہے۔ بلوچستان ملک میں سب سے زیادہ قدرتی وسائل سے مالا مال صوبہ ہے البتہ صوبائی محکمہ صحت کے ڈیٹا سے معلوم ہوتا ہے کہ کم ترقی یافتہ اور سماجی اعشاریوں کے اعتبار سے دیگر صوبوں سے پیچھے ہے۔حکومت بلوچستان نے پولیو کے خاتمہ کے لیے بچوں کی حفاظتی ٹیکوں کو یقینی بنانے کے ساتھ ساتھ معمول کے حفاظتی ٹیکوں کے پروگرام کو بیک وقت شروع کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ای او سی اور ای پی آئی کے حکام نے حال ہی میں اجلاس منعقد کیا جس میں تمام بچوں کے لیے حفاظتی ٹیکوں کو یقینی بنانے کے لئے ایک موثر پروگرام شروع کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔یونیسیف اور عالمی ادارہ صحت کے حکام نے صوبے میں حفاظتی ٹیکوں کے لیے تکنیکی اور لاجسٹک سپورٹ فراہم کرنے کی یقین دہانی کرائی۔تاہم محکمہ صحت بلوچستان کے ایک اہلکار نے نام ظاہر نہ کرنے کی شرط پر ڈان کو بتایا کہ صوبے میں زیادہ تر ای پی آئی مراکز غیر فعال ہیں۔ان کا مزید کہنا تھا کہ ضلع قلعہ عبداللہ کے 27 ای پی آئی مراکز میں سے صرف 10 کام کرتے ہیں، البتہ صوبہ کے باقی 31 ضلعوں میں بھی کوئی اچھی صورتحال نہیں ہے۔حکام کا کہنا تھا کہ بلوچستان حکومت نے پولیو، خسرہ، چکن پاکس، ہیپاٹائٹس اور دیگر پانچ قابل علاج بیماریوں کے خاتمے کے لئے ای پی آئی کا آغاز کیا ہے البتہ اس کے باوجود ہر سال ان قابل علاج بیماریوں سے لاتعداد بچے ہلاک ہوجاتے ہیں۔

(انگریزی سے ترجمہ، بشکریہ ڈان)

چاغی میں شرح اموات 34 فیصد

چاغی بلوچستان کے پسماندہ علاقے ضلع چاغی میں دوران زچگی ناکافی سہولیات اور بعدازاں شدید غذائی قلت اور طبی پیچیدگیوں کے باعث 34 فیصد بچوں کی ہلاکت ہورہی ہے۔نیشنل پروگرام فار فیملی پلاننگ اینڈ پرائمری ہیلتھ کیئر چاغی کے اعداد و شمار کے مطابق ہر 11 واں بچہ مناسب دیکھ بھال نہ ہونے سے موت کے منہ میں چلا جاتا ہے جب کہ ہر دس میں تین بچے غذائی قلت کا شکار ہورہے ہیں۔غذائی قلت اور نامناسب طبی سہولیات کے باعث 8 فیصد بچے پیدائش سے پہلے ہی مرجاتے ہیں۔اسی طرح زچگی کے دوران خواتین کی شرح اموات بھی 4.6 فیصد ہے اور مناسب طبی سہولیات نہ ملنے کے باعث ہر 15 میں سے دو خواتین موت کا شکار ہورہی ہیں۔نیشنل پروگرام فار فیملی پلاننگ اینڈ پرائمری ہیلتھ کیئر چاغی کے کوآرڈینیٹر محمد عمران کا اس حوالے سے کہنا ہے کہ ان خواتین اور بچوں کی زیادہ تعداد دور دراز کے علاقوں سے تعلق رکھتی ہے جن کے اعداد و شمار 100 سے زائد لیڈی ہیلتھ ورکرز اور شہری اسپتالوں و طبی سینٹرز سے جون 2014 تک حاصل کیے گئے ہیں۔ان کے مطابق یہ اعداد و شمار ضلع چاغی کے 12 میں سے صرف 5 یونین کونسلز کے ہیں جہاں لیڈی ہیلتھ ورکرز موجود ہوتی ہیں جب کہ دیگر 7 یونین کونسلز کا ریکارڈ موجود نہیں ہے۔محمد عمران کے مطابق پورے ضلع میں ایک بھی ماہر امراض نسواں یعنی گائناکالوجسٹ نہیں ہے جس کے سبب زچگی کے کیسز میں لوگوں کو 320 کلومیٹر دور کوئٹہ جانا پڑتا ہے جب کہ سڑک کی خراب صورتحال کے باعث یہ سفر 6 گھنٹے سے بھی زائد میں طے ہوتا ہے۔ان کا کہنا تھا کہ چاغی سے کوئٹہ جانے کے دوران راستے میں ہی متعدد خواتین اور بچوں کی ہلاکت ہوجاتی ہے تاہم ان ہلاکتوں کے حوالے سے اعداد و شمار موجود نہیں ہیں۔ہیلتھ سینٹرز کے حوالے سے ان کا کہنا تھا کہ پورے ضلع میں صرف 5 زچہ و بچہ سینٹرز ہیں لیکن ان میں سے بعض سینٹرز فعال نہیں ہیں اسی لیے بیشتر بچے اور مائیں ویکسینیشن سے محروم رہتے ہیں اور بروقت طبی امداد نہ ملنے کے ساتھ ساتھ آگاہی مہمات بھی نہیں چلائی جاتیں جس سے ہلاکتیں ہورہی ہیں۔2013 سے یونیسیف اور ورلڈ فوڈ پروگرام کی تعاون سے جاری نیوٹریشن سیل بلوچستان کے ضلع چاغی میں کوآرڈینیٹر محمد حفیظ شہی بھی لیڈی ہیلتھ ورکرز کی مدد سے ضلع چاغی کے پانچ یونین کونسلز میں غذائی قلت پر قابو پانے میں سرگرم ہیں۔انہوں نے آگاہی نہ ہونے کو بڑا مسئلہ قرار دینے کیساتھ ساتھ یہ بھی کہا کہ ضلع چاغی میں ڈاکٹرز بھی پیسے کمانے کے چکر میں غذائی قلت کے شکار بچوں و خواتین کو نیوٹریشن سیل نہیں بھیجتے۔انہوں نے بتایا کہ جون 2014 سے اب تک یعنی گزشتہ ایک سال کے دوران غذائی قلت کی شکار 1158 حاملہ خواتین اور 916 بچے ان کے پاس رجسٹرڈ ہوئے جنہیں ایک خاص قسم کی خشک خوراک فراہم کی جس کی کل مدت کم از کم دو اور زیادہ سے زیادہ چار ماہ ہوتی ہے۔حفیظ شہی کے مطابق اگر 2013 سے اپریل 2015 تک مجموعی طور پر ضلع چاغی میں غذائی قلت کے شکار 6612 بچوں کو رجسٹرڈ کیا گیا ہے جن میں سے صرف 4066 بچوں نے مطلوبہ کورس مکمل کیا اور صحتیاب ہوئے۔ڈسٹرکٹ ہیلتھ آفیسر چاغی ڈاکٹر بشیر احمد سے جب پوچھا گیا کہ چاغی کے 7 یونین کونسلز میں لیڈی ہیلتھ ورکرز بھرتی کیوں نہیں کیے جاتے تو ان کا کہنا تھا کہ مذکورہ یونین کونسلز میں مطلوبہ تعلیمی اہلیت کی حامل خواتین دستیاب نہیں جنہیں بھرتی کیا جائے جس کی واضع مثال یہ ہے کہ مڈوائفری اسکول میں داخلے کے لیے بھی مذکورہ یوسیز سے خواتین داخلہ لینے نہیں آتیں۔

(انگریزی سے ترجمہ بشکریہ ڈان)

پولیو قطرے پلانے سے انکار ایک ’جرم‘

کوئٹہ بلوچستان حکومت نے انسداد پولیو کے حوالے سے مزید اقدامات کرتے ہوئے پولیو سے بچاؤ کے قطرے پلانے سے انکار کو’جرم‘ قرار دینے کا فیصلہ کیا ہے۔صوبائی محکمہ صحت کے ذرائع کا کہنا ہے کہ صوبے میں پانچ سال سے کم عمر بچوں کو پولیو سے بچاؤ کے قطرے لازمی پلانے کے لئے ویکسینیشن ایکٹ کو بلوچستان اسمبلی میں جلد پیش کیا جائے گا۔اس ایکٹ کے تحت بچوں کو پولیو سے بچاؤ کے قطرے پلانے سے انکار کرنے والے والدین کو سزائیں بھی دی جائیں گی۔بلوچستان میں محکمہ صحت کے سیکرٹری نورالحق بلوچ نے بتایا ہے کہ’ہم صوبائی اسمبلی میں پولیو ویکسینیشن ایکٹ پیش کرنے کے لئے ایک مسودہ تشکیل دے رہے ہیں‘۔نورالحق کا کہنا ہے کہ جب تک والدین کی جانب سے انکار کرنے کا سلسلہ جاری رہے گا اس وقت تک پولیو وائرس کا خاتمہ ممکن نہیں ہے۔صوبائی سیکرٹری کا کہنا ہے کہ ایک بچے کو پولیو کے قطرے پلانے سے انکار کرنے کی وجہ سے اس کے اطراف میں موجود 200 میٹرز تک تمام بچے اس وائرس سے متاثر ہو سکتے ہیں۔ان کا کہنا تھا کہ’قطرے پلانے سے انکار کرنا جرم کے مترادف ہے‘۔خیال رہے کہ بلوچستان کے محکمہ صحت کی جانب سے کوئٹہ،قلعہ عبداللہ اور پشین کے 45 یونین کونسلز کو پولیو کے حوالے سے انتہائی خطرناک قرار دیا گیا ہے۔صوبائی محکمہ صحت نے ان یونین کونسلز میں پولیو وائرس کے خاتمے کے لئے لیڈی ہیلتھ ورکرز کو پروگرام میں شامل کرنے کا فیصلہ بھی کیا ہے۔صوبائی حکام کے مطابق حکومت کی جانب سے جاری انسداد پولیو مہم کے دوران صوبے کے 90 فیصد والدین نے اپنے بچوں کو پولیو کے قطرے پلائے ہیں جبکہ 10 فیصد والدین نے انکار کیا۔نورالحق کے مطابق حکومت نے انسداد پولیو مہم کے لئے بلوچستان کے حالیہ بلدیاتی انتخابات میں کامیاب ہونے والے یونین کونسلرز سے رابطے کا فیصلہ بھی کیا ہے۔ان کا کہنا تھا کہ’کونسلرز اس حوالے سے محکمہ صحت کے حکام سے ماہانہ ملاقاتیں بھی کریں گے۔یاد رہے کہ بلوچستان حکومت کی جانب سے صوبے بھر میں پولیو وائرس کے خطرے کے پیش نظر’ایمرجنسی‘ کا اعلان کیا جاچکا ہے۔سال 2011ء کے دوران بلوچستان بھر سے پولیو کے 73 کیسز رپورٹ ہوئے اور صوبائی محکمہ صحت، یونیسیف اور ڈبلیو ایچ او کی مدد سے ان میں بتدریج کمی آئی ہے۔

(نامہ نگار)

اندرون ملک نقل مکینوں کی مشکلات پر توجہ دی جائے

جنوبی وزیرستان موسم گرما کی آمد کے ساتھ ہی بندوبستی علاقوں میں عرصہ چھ سال سے مقیم لاکھوں آئی ڈی پیز آپریشن راہ نجات جنوبی وزیرستان کی مشکلات میں اضافہ ہوگیا ہے۔کھلے آسمان تلے رہائش پذیر متاثرین کے معصوم بچوں کی اموات کا خدشہ بڑھ گیا۔آپریشن راہ نجات کے باعث نقل مکانی کرکے بنوں،لکی مروت،ڈیرہ اسماعیل خان،ٹانک اور گومل میں رہائش پذیر لاکھوں متاثرین کو مسلسل نظرانداز کیا جارہا ہے اور وہ چھ سال قبل کے پھٹے پرانے اور خستہ حال خیموں میں رہنے پر مجبور ہیں۔گرمی سے بچنے کیلئے بجلی، پینے کا صاف پانی اور سر چھپانے کے لئے ٹینٹ جیسی اہم بنیادی سہولیات کا شدید فقدان ہے،آنے والے دنوں میں گرمی کی شدت میں مزید اضافہ اور دوسری جانب مارچ کے مہینے سے وادی گومل کی بجلی واپڈا پیسکو ٹانک نے بقایاجات کی عدم ادائیگی کے باعث منقطع کردی ہے،جس کی وجہ سے بے بس متاثرین بالخصوص چھوٹے بچوں کی زندگیوں کو شدید خطرات لاحق ہیں،جنوبی اضلاع گذشتہ کئی روز سے شدید گرمی کی لپیٹ میں ہیں جس کے باعث بے سروسامانی کے حال میں پڑے متاثرین کے بچوں میں موسمی بیماریاں خارش،جلدی امراض (پیپ) بھی پھوٹ پڑنے کی اطلاعات سامنے آئی ہیں،ضلع ٹانک کے مضافاتی علاقوں میں رہائش پذیر آئی ڈی پیز حاجی شاہ ولی،بادشاہ خان،میر باز خان اور ایران گل محسود نے ملکی اور بین الاقوامی امدادی اداروں پر بے حسی کا الزام عائد کرتے ہوئے کہا کہ ورلڈ فوڈ انجمن ہلال احمر اور اقوام متحدہ نے متاثرین آپریشن راہ نجات جنوبی وزیرستان کو مکمل نظرانداز کردیا ہے۔انہوں نے کہا کہ پولیٹکل انتظامیہ نے متاثرین کے سامان سے گودام بھر کر رکھے ہوئے ہیں لیکن متاثرین کو یہ سامان نہیں دیا جارہا۔انہوں نے کہا کہ ہر متاثرہ خاندان کے گھر میں ایک سے لیکر تین بچوں تک کا اضافہ ہوا ہے لیکن ان بچوں کی کفالت کا خاطر خواہ بندوبست بھی نہیں ہے۔انہوں نے کہا کہ متاثرین کو سہولیات دینے کے دعوؤں میں کوئی حقیقت نہیں۔اور گزشتہ چھ سالوں میں متاثرین کو صرف ایک بار ٹینٹ این ایف آئی کیٹ دیئے گئے ہیں جو پھٹ جانے کے باعث قابل استعمال نہیں رہ گئے ہیں۔علاقے میں گزشتہ دنوں سے شروع ہونے والی گرم لہروں کے باعث شدید گرمی شروع ہوگئی ہے،جس کی وجہ سے ایک طرف گرمی سے بچنے کیلئے ان کے پاس کوئی انتظام نہیں ہے،دوسری جانب ان کے معصوم بچے مختلف بیماریوں میں مبتلا ہوگئے ہیں،جن کے علاج معالجے کا بھی ان کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے،سرکاری اسپتالوں میں ادویات کا فقدان ہے،بعض اسپتالوں میں عملہ بھی موجود نہیں۔نقل مکانی کے دوران متاثرین کی مدد کے حوالے سے حکومت نے جو دعوے کئے تھے،اسی پر عمل درآمد ہوتا دکھائی نہیں دیتا۔انہوں نے کہا کہ اگر انہیں فوری طور پر گرمی سے بچانے کیلئے کوئی بندوبست نہیں کیا گیا تو لاکھوں بے گھر لوگوں کا جینا محال ہوجائے گا۔آپریشن راہ نجات کے باعث نقل مکانی کرکے وادی گومل میں رہائش پذیر متاثرہ فرد سلام جان کا کہنا تھا کہ علاقے میں شدت پسندوں کے خلاف 2009ء میں جاری آپریشن کے باعث انہوں نے نقل مکانی کی تھی،ان کا تعلق علاقہ بدر میژ بوز ہے،جہاں وہ کھیتی باڑی کرکے اپنا گزر بسر کررہے تھے۔تاہم آپریشن راہ نجات کے باعث وہ بے گھر ہوکر رہ گئے ہیں۔5 سال قبل دوران نقل مکانی امدادی اداروں کی جانب سے ایک خیمہ اور دو بستر ملے تھے،جو گومل کی سخت گرمی،شدید سردی اور طوفانی ہواؤں کی وجہ سے خیمے پھٹ گئے ہیں۔متاثرین وزیرستان کی مشکلات کے بارے سینئر صحافی حاجی خلیل محسود نے بات گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ شمالی اور جنوبی وزیرستان سے 20 لاکھ کے قریب لوگ نقل مکانی کرکے بندوبستی علاقوں میں قیام پذیر ہیں،جو لاتعداد مشکلات کا شکار ہیں۔تاہم اتنی بڑی تعداد میں لوگوں کو فوری اور مستقل بنیاد پر مدد فراہم کرنا کسی ایک تنظیم کے بس کی بات نہیں ہے،اسی لئے حکومت کو چاہئے کہ انہیں خیمے،اور گرمی سے بچنے کے سامان سمیت دیگر تمام بنیادی سہولیات فراہم کرے،ان کا کہنا تھا کہ اگر ان کو نظرانداز کیا گیا تو اس صورت میں بالخصوص چھوٹے بچوں میں مہلک بیماریاں پھیل سکتی ہیں،جس کے باعث انسانی جانوں کی ضیاع کا خدشہ ہے۔محسود قبیلے کے ممتاز رہنماء سردار جمال الدین شمن خیل کا کہنا تھا کہ حکومت کو چاہئے کہ محسود متاثرین کا مزید امتحان نہ لیں،کیونکہ دیگر متاثرین کیلئے نقل مکانی کے دوران ہی واپسی کے اقدامات شروع کئے جاتے ہیں،صرف محسود قوم ہے کہ جس کو اپنے وطن سے بے دخلی ہوئے 6 سال پورے ہوچکے ہیں،مگر ان کی واپسی ممکن نہیں ہوسکی ہے۔موسم گرما کے حوالے سے ان کا کہنا تھا کہ آپریشن راہ نجات کے مہاجرین کو امداد کی مد میں دی جانے والے اشیاء خورد نوش بھی ناکافی ہیں،اور ان کی تقسیم بھی ذلت آمیز طریقے سے کی جارہی ہے،جس سے مہاجرین کی عزت مجروح ہوجاتی ہے،دوسری جانب گرمی کا موسم ہے،اور لاکھوں لوگ کھلے آسمان تلے خیموں اور جھونپڑیوں میں قیام پذیر ہیں،اگر حکومت نے بے گھر مہاجرین کیلئے گرمیوں سے بچنے کیلئے انتظامات نہیں کئے تو یہ ایک انسانی المیہ ثابت ہوگا،اس لئے حکومت کو چاہئے کہ فوری طور پر بے گھر لوگوں کو گرمیوں سے بچانے کیلئے ایمرجنسی بنیاد پر انتظامات کرے۔

(محمد ارشاد محسود)

عورتیں

چچا کا بھتیجی پر تشدد

فیصل آباد تھانہ گڑھ میں تعینات کانسٹیبل خدا یار تھانہ سٹی تاندلیانوالہ کے محلّہ مبارک پورہ گلی نمبر تین کا رہائشی ہے۔اس کی اکیس سالہ بیٹی خدیجہ گھر میں صفائی کر رہی تھی کہ اسی دوران اس کا چچا اللہ یار سے جھگڑا ہو گیا جس پر اس نے مشتعل ہو کر خدیجہ کو چھریاں مار دیں جس سے خدیجہ شدید زخمی ہو گئی۔خدیجہ کو زخمی حالت میں سول ہسپتال منتقل کر دیا گیا ہے جہاں پر اس کی حالت غیر تسلی بخش بتائی جاتی ہے۔واقعہ 10 جون کو پیش آیا تھا۔ پولیس نے ملزم کے خلاف مقدمہ درج کر لیا ہے۔

(میاں نوید)

زمین کے تنازع پر چار بہنیں قتل

پشاور پشاور میں 27 جون کو ہمسایوں نے زمین کے تنازع پر چار بہنوں کو فائرنگ کر کے ہلاک جب کہ ان میں سے ایک کے بیٹے کو زخمی کر دیا۔ہشت نگری پولیس اسٹیشن کے ایس ایچ او ریاض علی شاہ کے مطابق فضل حسین اور ان کے بیٹے مبینہ طور پر اقبال حسین کے گھر میں داخل ہوئے اور اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی جس کے نتیجے میں چار خواتین اور ایک لڑکا زخمی ہوا۔ انہوں نے بتایا کہ بظاہر ملزمان اقبال حسین کو نقصان پہنچانا چاہتے تھے جن سے کچھ گھنٹے قبل ان کی تلخ کلامی ہوئی تھی تاہم حملے کے وقت وہ گھر پر موجود نہیں تھا۔ پولیس افسر کے مطابق زمین کی خرید و فروخت کا کاروبار کرنے والے اقبال حسین اور فضل حسین کے درمیان ایک معاہدے پر شدید اختلاف پیدا ہوا تھا جسے گھر کے بزرگ بھی ختم کرنے میں ناکام رہے۔انہوں نے بتایا کہ اقبال حسین اور فضل حسین پڑوسی تھے اور ان کے گھر ساتھ ساتھ واقع تھے۔ہلاک ہونے والوں کی شناخت رقیہ، رانی، ثمرین، اور فرحانہ کے نام سے ہوئی ہے جبکہ زخمی ہونے والا لڑکا عبید اللہ مرحومہ فرحانہ کا بیٹا ہے۔ایک پولیس افسر نے بتایا کہ متاثرہ فیملی بیان ریکارڈ نہیں کروا سکی ہے جس کے باعث ایف آئی آر تا حال درج نہیں ہوئی۔انہوں نے بتایا کہ ہم نے ملزمان کے خلاف کچھ شواہد اکھٹے کر لیے ہیں اور انہیں گرفتار کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔زخمی ہونے والے لڑکے کو گولیاں لگنے سے کئی زخم آئے ہیں اور وہ لیڈی ریڈنگ ہسپتال کے آئی سی یو میں زیر علاج ہیں۔ان کا مزید کہنا تھا کہ خواتین کی لاشوں کو ہسپتال کے سرد خانے میں رکھا گیا ہے جہاں ان کا پوسٹ مارٹم کیا جائے گا۔

(نامہ نگار)

ووٹ ڈالنے کی اجازت نہ دینے پر خواتین کا احتجاج

دیر بالا دیر بالا کے علاقہ واڑی میں ووٹ ڈالنے کی اجازت نہ ملنے کے خلاف خواتین نے دیر پشاور شاہراہ پر دھرنا دے کر احتجاجی مظاہرہ کیا۔ان کا کہنا تھا کہ پولیس اور انتظامیہ نے سکول میں بم کی اطلاع کا بہانہ بنا کر انہیں زبردستی پولنگ اسٹیشن سے نکال دیا اور حق رائے دہی استعمال کرنے کی اجازت نہیں دی۔21 جون کی شب رات گئے اربن کونسل واڑی سے تعلق رکھنے والی درجنوں خواتین نے واپڈا چوک میں دیر پشاور شاہراہ پر دھرنا دیتے ہوئے احتجاجی مظاہرہ کیا۔مظاہرہ کرنے والی خواتین کا کہنا تھا کہ وہ گورنمنٹ مڈل سکول واڑی میں قائم خواتین کے مخصوص پولنگ اسٹیشن میں ووٹ ڈالنے کا انتظار کر رہے تھے کہ وہاں پولیس اہلکاروں نے اچانک بم کی موجودگی کا افواہ پھیلا کر ڈی ایس پی فرمان خان نے زبردستی باہر نکال دیا اور تین گھنٹے انتظار کے باوجود اندر جانے کی اجازت نہیں دی۔ان کا مزید کہنا تھا کہ ایک طرف حکومت الیکشن میں خواتین کے ووٹ ڈالنے پر زور دے رہی ہے تو دوسری طرف پولیس اور ریٹرننگ آفیسر نے فریق بن کر ہمیں حق رائے دہی کے استعمال سے محروم رکھا۔انہوں نے مطالبہ کیا کہ الیکشن کمیشن اور صوبائی حکومت واقعے کا نوٹس لیکر یونین کونسل واڑی میں بلدیاتی انتخابات کالعدم قرار دے بصورت دیگر وہ الیکشن کمیشن کے سامنے دھرنا دیں گی۔یاد رہے کے دیر بالا کی تاریخ میں خواتین نے 1973 کے بعد پہلی مرتبہ کسی الیکشن میں ووٹ کاسٹ کرنے کی کوشش کی ہے۔

(ارشاد احمد)

ونی کی گئی خاتون کو شوہر نے پھانسی دے دی

لیہ صوبہ پنجاب کے ضلع لیہ کے شہر کوٹ سلطان میں 16 جون کو ایک شخص نے اپنی بیوی پر بدترین تشدد کیا اور بعد ازاں بے ہوشی کی حالت میں اسے درخت سے پھندا لگا کر قتل کر دیا، تا کہ معاملے کو خودکشی کا رنگ دیا جا سکے۔قتل کی جانے والی خاتون کی شناخت ہٹاں بی بی کے نام سے کی گئی ہے، جسے 3 سال قبل پنچایت کے فیصلے کے نتیجے میں 'ونی' کے طور پر اس کے شوہر عبدالمجید کو دے دیا گیا تھا۔واضح رہے کہ عبدالمجید کی بہن، ہٹاں بی بی کے بھائی کے ساتھ فرار ہو گئی تھی، جس کے بعد ہٹاں کو ونی کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔کوٹ سلطان کے علاقے سوہیہ تھل میں عبداللہ نامی ایک مقامی شخص نے بتایا کہ ہٹاں بی بی اپنے شوہر سے عمر میں دس سال چھوٹی تھی، جبکہ عبدالمجید نے یہ شادی محض انتقاماً کی تھی، دونوں کی دو سال کی ایک بیٹی بھی ہے۔عبدالمجید دوسری شادی کرنا چاہتا تھا لیکن ہٹاں بی بی نے اُسے اس بات کی اجازت نہیں دی، جس کے بعد گزشتہ روز کو عبدالمجید نے ہٹاں بی بی کو قتل کر دیا اور پولیس کو بتایا کہ اُس کی بیوی نے خودکشی کر لی ہے۔کوٹ سلطان پولیس اسٹیشن کے تفتیشی افسر نے جائے وقوع کا دورہ کر کے وہاں سے شواہد اکھٹے کیے، جن سے یہ ثابت ہوا کہ ہٹاں بی بی نے خودکشی نہیں کی تھی۔دوسری جانب تفتیش کے دوران عبدالمجید نے اقرارِ جرم بھی کر لیا جس کے بعد پولیس نے عبدالمجید اور اس کے بھائی غلام فرید کے خلاف مقدمہ درج کر کے دونوں کو گرفتار کر لیا۔

(انگریزی سے ترجمہ، بشکریہ ڈان)

غیرت کے نام پر خاتون قتل

بونیر ضلع بونیر کے ایک دُور افتادہ گاؤں بھائی کلے میں ایک خاتون کو اُس کے اپنے بیٹے نے پستول سے فائرنگ کر کے ہلاک کر دیا۔ تفصیلات کے مطابق راج سُلطانہ بی بی زوجہ فیروز شاہ سکنہ بھائی کلے ضلع بونیر اپنے دو بیٹوں کے ساتھ ایک گھر میں رہتی تھی جبکہ اُس کا شوہر فیروز شاہ کاروبار کے سلسلے میں ملک سے باہر تھا۔اس دوران ایک شخص محمد راقب ولد سید حسین سکنہ بھائی کلے راج سُلطانہ بی بی کے گھر آتا جاتا تھا۔راج سُلطانہ بی بی کے ایک بیٹے احمد شاہ کو شُبہ تھا کہ اُس کی ماں کے محمد راقب کے ساتھ ناجائز تعلقات تھے۔23 مئی 2015ء کی رات تقریباً گیارہ بجے احمد شاہ اپنے دو ساتھیوں سمیت گھر میں داخل ہوا اور پستول سے فائرنگ کر کے اپنی ماں کو ہلاک کر دیا۔اس کے بعد اپنے دو ساتھیوں سمیت وہاں سے فرار ہو گیا جبکہ مقتولہ راج سلطانہ بی بی کا دوسرا بیٹا اعزاز شاہ سیدھا پولیس سٹیشن پہنچا اور اپنے بھائی احمد شاہ اور اُس کے دو ساتھیوں کے خلاف مقدمہ درج کرا دیا۔ پولیس نے فوراً کاروائی کرتے ہوئے گھر پر چھاپہ مار کر لاش کو قبضے میں لے لیا اور احمد شاہ اور اُس کے ساتھیوں کو گرفتار کر لیا۔حوالات میں احمد شاہ نے اعتراف جرم کرتے ہوئے کہا کہ اُن کی ماں کے غیر مرد سے ناجائز تعلقات تھے جس کی بناء پر اُس نے اپنے دیگر دو ساتھیوں سے مل کر اپنی ماں کو قتل کر دیا۔

(ارشاد احمد)

گھریلو تشدد کا شکار 3 خواتین شکایت سیل پہنچ گئیں

حیدر آباد حیدر آباد شہر کے مختلف علاقوں سے تعلق رکھنے والی تین خواتین نے شوہروں اور سسرالیوں کی جانب سے مبینہ طور پر حبس بے جا میں رکھنے اور تشدد کا نشانہ بنائے جانے پر تحفظ اور مدد کے لئے 26 مئی کو محکمہ ترقی نسواں کے ویمن کمپلین سیل سے مدد طلب کر لی۔ ان کی تحریری شکایات کے اندراج کے بعد سیل نے تینوں شوہروں کو نوٹس جاری کر دیئے۔ ویمن کمپلین سیل کی انچارج سیدہ قرۃ العین شاہ کے مطابق اسماء سلطان زوجہ خلیل شیخ، قرۃ العین زوجہ دانش صدیقی اور رخسانہ شیخ زوجہ جاوید علی نے سیل کے دفتر پہنچ کر اپنے شوہروں کے خلاف حبس بے جا میں رکھنے اور تشدد کا نشانہ بنانے کی شکایات درج کروائی ہیں۔ تین بچوں کی ماء اسماء کی خلیل شیخ سے 2004ء میں شادی ہوئی تھی اس نے شوہر اور سسرالیوں کی جانب سے گھریلو تشدد کا نشانہ بنائے جانے کی شکایت درج کرائی جبکہ قرۃ العین نے جو اپنے بارہ سالہ بچے کے ہمراہ آئی شکایت کی کہ اس کا شوہر نہ تو خرچہ دے رہا ہے اور نہ ہی دیکھ بھال کر رہا ہے۔ رخسانہ شیخ نے بتایا کہ شادی کے چھ روز بعد ہی شوہر نے اسے زبانی طلاق دی اور اب گھر چھوڑنے کا کہہ رہا ہے۔ سیل کی انچارج نے بتایا کہ تینوں خواتین کی شکایت پر ملزمان کو نوٹس بھیجے گئے تھے۔ دانش صدیقی نے نوٹس وصول کرنے سے انکار کر دیا جبکہ دیگر دو شوہروں نے نوٹس وصول کر لیے ہیں۔ سیل کی انچارج کا کہنا تھا کہ تشدد کا شکار خواتین کو مفت قانونی مدد فراہم کی جائے گی۔ ان کی اولین کوشش ہوتی ہے کہ معاملات بات چیت کے ذریعے حل کرائے جائیں تاکہ خواتین کے گھر آباد رہیں۔ جس شخص نے نوٹس وصول نہیں کیا اس کے خلاف قانونی کارروائی کے لیے وکلاء سے مشاورت کی جائے گی۔

(لالہ عبدالحلیم)

بھابھی کو مار ڈالا

فیصل آباد گھریلو جھگڑے پر دیور نے بھابھی کو چھریوں کے وار کر کے قتل کر دیا۔ پولیس کے مطابق تسلیم کو اس کے دیور اصغر نے 14 جون کو نا معلوم وجوہات پر ہونے والے گھریلو جھگڑے پر چھریاں ماردی تھیں۔ ہسپتال ذرائع کے مطابق چک 70 ج ب منصوراں کی رہائشی 42 سالہ تسلیم کو تشویش ناک حالت میں سول ہسپتال منتقل کیا گیا تھا۔ مضروبہ دوران علاج زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے دم توڑ گئی ہے ڈاکٹرز نے ضروری کارروائی کے بعد نعش ورثا کے حوالے کر دی۔

(میاں نوید)

غیرت کے نام پر قتل

شکارپور 07 مئی 2015ء شکارپور کی تحصیل خانپور کے نواحی گاؤں دوست محمد پٹھان حدود تھانہ کوٹ شاہو میں ملزم علی گوہر شر نے اپنی بھابھی 22 سالہ مسماۃ پٹھانی زوجہ علی خان شر کو اپنے ہی برادری کے نوجوان سے سیاہ کاری کرنے کا الزام عائد کر کے فائرنگ کر کے قتل کر دیا اور جائے وقوع سے فرار ہو گیا۔ پولیس نے اطلاع ملتے ہی لاش کو اپنی تحویل میں لے لیا اور خانپور ہسپتال سے پوسٹ مارٹم کے بعد مقتولہ کے ورثاء کے حوالے کر دیا۔ کوٹ شاہو میں مقتولہ کے بھائی امیر بخش شر کی مدعیت میں گوہر شر کے خلاف مقدمہ دائر کر دیا، جس میں مدعی نے موقف اختیار کیا ہے کہ ملزم نے پیسوں کے لین دین کی وجہ سے پٹھانی شر کو فائرنگ کر کے ہلاک کر دیا۔ اصل حقائق یہ ہیں کہ ملزم اور مقتولہ کے ورثا نے سیاہ کاری کا الزام چھپا کر پیسوں کے لین دین کا مسئلہ قرار دے کر پولیس کو رشوت کے عوض خاموش کر دیا ہے، جبکہ انھیں کاروکاری کے الزام کے تحت قتل کیا گیا ہے۔ (شاکر جمالی)

خاتون پر شوہر کا تشدد

بدین ٹنڈو باگو شہر کے وارڈ نمبر 7 کی 27 سالہ خاتون ریما نے بتایا کہ اس کا شوہر اس پر مختلف قسم کے الزامات لگا تا رہا اور اسے ذہنی و جسمانی تشدد کا نشانہ بنایا۔ اس نے اپنے والدین کو بتایا مگر انہوں نے اس مسئلے پر توجہ نہ دی۔ 7 جون کو سلیم نے اسے شدید تشدد کا نشانہ بنایا وہ بھاگ کر تھانے پہنچی اور اپنی جان بچائی۔ پولیس نے 8 جون کو خاتون کو عدالت کے سامنے پیش کیا جہاں اس نے اپنے شوہر پر تشدد کا الزام عائد کیا اور کہا کہ وہ اپنی قریبی رشتہ دار خدیجہ کے پاس جانا چاہتی ہے جہاں وہ محفوظ رہے گی۔ عدالت نے پولیس کو ہدایت کی کہ خاتون کو بحفاظت اس کی رشتہ دار کے پاس پہنچایا جائے۔ متاثرہ خاتون کے شوہر سے واقعہ کے متعلق رابطہ کرنے کی کوشش کی گئی مگر رابطہ نہیں ہو سکا۔ لڑکی کی رشتہ دار خدیجہ نے بتایا کہ سلیم اپنی بیوی پر الزام لگا کر تشدد کرتا تھا اور لڑکی کو خطرہ تھا کہ اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ (سلیم جروار)

تشدد کے بعد بیوی کا سر مونڈ دیا

لالہ عبدالحلیم 7 جون کو تھانہ اے سیکشن کے علاقے میں ایک شخص نے مبینہ طور پر اپنی بیوی پر تشدد کے بعد اس کا سر مونڈ دیا اور گھر سے نکال دیا۔ پولیس نے ملزم کو حراست میں لے کر اس کے خلاف مقدمہ درج کر لیا ہے۔ متاثرہ خاتون غلام فاطمہ کے مطابق اس کی شادی 2004ء میں ذوالفقار سے ہوئی اور اس کے چار بچے ہیں۔ غلام فاطمہ نے بتایا کہ اس کے شوہر نے شادی کے بعد ہی سے اسے تشدد کا نشانہ بنانا شروع کر دیا۔ 7 جون کو اسے ایک بار پھر تشدد کا نشانہ بنایا اور اس کے سر کے بال کاٹ دیئے۔ اس موقع پر متاثرہ خاتون کی دس سالہ بیٹی اقراء نے اپنی ماں کی تائید کی کہ ان کا والد والدہ پر تشدد کرتا ہے۔ دوسری جانب اے سیکشن پولیس نے شوہر کو حراست میں لینے کے بعد اس کی متاثرہ بیوی غلام فاطمہ کی مدعیت میں مقدمہ درج کر لیا ہے۔ (لالہ عبدالحلیم)

جرگے کے حکم پر دس سالہ لڑکے پر جرمانہ عائد

سکھر ایک قبائلی جرگے کی جانب سے ایک دس برس کے لڑکے کو ناجائز تعلقات رکھنے کا مجرم قرار دیا گیا ہے۔ جرگے نے اس لڑکے کے اہل خانہ کو حکم دیا ہے کہ وہ مدعی فریق کو سات لاکھ روپے بطور جرمانہ ادا کرے۔ کندھ کوٹ کشمور ضلع کے ٹنگوانی قصبے کے نزیک واقع گاؤں نہال باکھرانی میں مقیم باکھرانی اور بنگلانی برادریوں کے درمیان دشمنی کے نتیجے میں یہ معاملہ سامنے آیا تھا۔ مدعی قبیلہ یہ معاملہ جرگے میں لے گیا۔ یہ جرگہ 15 مئی کو ایک قبائلی رہنما جہانگیر بنگلانی کی سربراہی میں منعقد ہوا۔ جہانگیر بنگلانی نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ دونوں فریقین کے دلائل سنے، اور ایک دس سالہ لڑکے تیمور بنگلانی کو باکھرانی قبیلے سے تعلق رکھنے والے ایک خاندانی کی لڑکی کے ساتھ ناجائز تعلقات رکھنے کا مجرم قرار دے دیا۔ بنگلانی قبیلے کے اس خاندان کو حکم دیا کہ وہ سات لاکھ روپے بطور جرمانہ ادا کرے۔ مجرم کی طرف سے موقع پر پچاس ہزار ادا کیے گئے، اور بقایا رقم تین مہینے کے اندر اندر ادا کرنے کی مہلت لے لی۔ (انگریزی سے ترجمہ، بشکریہ ڈان)

بچے

باپ نے تین بچوں کو قتل کر دیا

فیصل آباد باپ نے غربت سے دلبرداشتہ ہوکر اپنی تین بچیوں کو گلا دبا کر قتل کر دیا۔ چک 313 گ ب پھلائی کا ارشاد احمد کافی عرصہ سے بے روز گار تھا۔ ارشاد مالی مشکلات کی وجہ سے اپنے سمیت گھر والوں اور بچوں کو دو وقت کی روٹی دینے سے عاجز تھا۔ غربت اور بے روز گاری کے سبب اکثر ارشاد اور اس کی بیوی میں لڑائی جھگڑا رہتا تھا۔ 7 جون کو ارشاد نے اپنی سات سالہ بیٹی ایمان، چھ سالہ کشمان اور پانچ سالہ فائزہ کو رسی کی مدد سے گلا دبا کر قتل کر دیا۔ اطلاع ملنے پر پولیس موقع پر پہنچ گئی اور نعشوں کو قبضہ میں لے کر پوسٹ مارٹم کے لئے ہسپتال کے شعبہ مارچری میں بھیج دیا ہے۔ (میاں نوید)

بیوی، بچوں کو قتل کر کے خودکشی کر لی

لاہــــور لاہور میں ایک شخص نے 24 جون کو مبینہ طور پر اپنی بیوی، دو بیٹوں اور ایک بیٹی کو قتل کر کے خودکشی کر لی۔ 42 سالہ بشارت، ان کی 39 سالہ بیوی فائزہ، دو بیٹے آٹھ سالہ عبداللہ اور چھ سالہ عبدالہادی اور پانچ سالہ بیٹی حبہ ماڈل ٹاؤن میں اپنے گھر میں گولیوں کے زخموں کے ساتھ مردہ حالت میں پائے گئے۔ ماڈل ٹاؤن سپریٹینڈنٹ مستنصر فیروز نے بتایا کہ ابتدائی تحقیقات میں یہ بات سامنے آئی ہے کہ بشارت پر بھاری قرض تھا۔ بشارت اپنے اہلخانہ کے ساتھ گھر کے گراؤنڈ فلور پر رہائش پذیر تھا جبکہ ان کے بھائی جو کہ واپڈا کے ملازم بھی ہیں، اپنے بیٹے کے ساتھ پہلے فلور پر رہتے ہیں۔ ایس پی فیروز نے بتایا کہ ابتدائی تحقیقات کے مطابق بشارت نے پہلے اپنی بیوی کو گولی ماری اور پھر اپنے بچوں کو قتل کر کے خودکشی کر لی۔ تمام افراد کو کنپٹی پر گولی ماری گئی۔ پولیس افسر کے مطابق جائے وقوعہ سے تین پستولیں اور چھ گولیاں برآمد ہوئی ہیں جبکہ اہلخانہ کے درمیان کسی لڑائی جھگڑے کی کوئی اطلاع نہیں۔ موقع واردات سے جوس اور دیگر مشروبات کی کئی بوتلیں بھی برآمد ہوئیں ہیں جنہیں فارنزک ٹیسٹ کے لیے بھیجا جا چکا ہے۔ پولیس کو شبہ ہے کہ بشارت نے قتل کرنے سے قبل اپنے بیوی بچوں کو کوئی نشہ آور چیز دی تھی۔ مقتول کے پڑوسی خالد سلمان نے کہا کہ یہ لوگ 1985 سے یہاں رہائش پذیر ہیں تاہم وہ کبھی ان کے گھر نہیں گئے کیوں بشارت اور ان کے بھائی زیادہ میل جول کے شوقین نہیں۔ بشارت کے بھائی نے صحافیوں کو بتایا کہ مقتول کسی زرعی زمین کا مالک تھا اور انہیں بھاری نقصان ہوا تھا۔ انہوں نے بتایا کہ انہیں اس واقعے کے بارے میں پڑوسیوں سے علم ہوا۔ لاشوں کو پوسٹ مارٹم کے لیے بھجوا دیا گیا ہے۔ پولیس نے ابتدائی شواہد کی بنیاد پر بشارت کے خلاف مقدمہ درج کر لیا ہے۔

(انگریزی سے ترجمہ بشکریہ ڈان)

بھٹے پر کام کرنے والے بچوں کے لیے سکول قائم کرنے کا فیصلہ

راولپنڈی ضلعی محکمہ تعلیم نے راولپنڈی کے تمام علاقوں میں بھٹوں پر کام کرنے والے بچوں کے لیے سکول قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ انتظامیہ ضلعے کے پینتالیس بھٹوں پر کام کرنے والے تقریباً ایک ہزار بچوں کے لیے پانچ سکول قائم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ یہ بھٹے ضلع میں لوسر کے علاقے میں واقع ہیں جہاں بھٹوں کی تعداد کہیں زیادہ ہے۔ خواندگی اور غیر رسمی تعلیمی شعبے سے تعلق رکھنے والی ٹیموں نے شعبہ محنت کے تعاون سے ایک سروے کا انعقاد کیا تا کہ بھٹوں پر کام کرنے والے بچوں کی تعداد کا اندازہ لگایا جا سکے۔ شعبہ محنت کے مطابق ضلع میں بھٹوں کی تعداد تقریباً 250 ہے جن میں سے 167 کا اندراج نہیں ہے۔ شعبہ خواندگی کے ضلعی افسر زوہیب آرائیں کا کہنا ہے کہ سروے کے اندازے کے مطابق ان پینتالیس بھٹوں میں ایک ہزار بچے کام کرتے ہیں۔ انہوں نے وضاحت کی کہ ہر بھٹے پر تقریباً بیس سے تیس خاندان اپنے بچوں کے ہمراہ کام کر رہے ہیں۔ یہ بچے اپنے والدین کے ساتھ مل کر روزی کمانے کا بوجھ اٹھاتے ہیں اور اسی لیے انہیں کبھی بھی سکول میں داخل نہیں کرایا جاتا۔ زوہیب آرائیں نے کہا کہ ''ہم پانچ سے چھ بھٹوں میں کام کرنے والے بچوں کے لیے ایک سکول قائم کریں گے، جس کے لیے زمین اور عمارت بھٹہ مالک فراہم کریں گے''۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ اس کے علاوہ سکول میں دیگر بنیادی سہولیات جیسے کہ ڈسپنسریاں اور پینے کا صاف پانی بھی فراہم کیا جائے گا۔ بچوں کو مفت کتابیں، پنسلیں اور یونیفارم بھی مہیا کیے جائیں گے۔ اس سے پہلے بھٹوں پر کام کرنے والے بچوں پر کام کرنے والی ایک غیر سرکاری تنظیم نے اس بات کی نشاندہی کی تھی کہ بھٹوں پر تقریباً آٹھ سو بچے کام کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ: ''لیکن جب سروے مکمل ہوا تو پتا چلا کہ یہ تعداد اس سے کہیں زیادہ تھی''۔ علاوہ ازیں، مالی معاونت کے حوالے سے دونوں شعبوں کے حکام نے حکومت پر زور دیا کہ وہ این جی اوز اور بین الاقوامی این جی اوز کو اس عمل میں شامل کرے۔ ایسے بچوں کو تعلیم کی فراہمی کے لیے ماضی میں بھی اقدامات کیے گئے تھے۔ لہٰذا اس کے لیے سکول بھی قائم کیے گئے لیکن بعد ازاں جب زیادہ تر بچے اپنے آبائی علاقوں کو منتقل ہو گئے تو یہ منصوبہ منسوخ کر دیا گیا۔ زوہیب آرائیں نے منتقلی کی وجوہات بتاتے ہوئے واضح کیا کہ بھٹوں پر کام کرنے والے زیادہ تر خاندان خانہ بدوش تھے اور وہ کبھی بھی ایک جگہ پر زیادہ دیر تک قیام نہیں کرتے تھے۔ شعبہ محنت کے ایک ایک عہدیدار نے نام ظاہر نہ کرنے کی شرط پر بتایا کہ ''مون سون کے دوران بارشوں کی وجہ سے بھٹے کام کرنا بند کر دیتے ہیں۔ لہٰذا یہ خاندان اپنے آبائی علاقوں میں واپس چلے جاتے ہیں اور ان میں سے بہت کام واپس آتے ہیں''۔ ان بچوں کو کام کے سخت اور خطرناک حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور ان سے کسی قسم کی احتیاطی تدابیر کے بغیر ننگے پاؤں کام کروایا جاتا ہے۔

تاہم شعبہ محنت کے مطابق ان میں سے کوئی بھی بچہ گروی مزدور کے طور پر کام نہیں کر رہا۔ غیر اندراج شدہ بھٹوں کے بارے میں ان کا کہنا تھا کہ انہیں نوٹس جاری کیے گئے ہیں کہ وہ اپنا اندراج کروائیں۔

تعلیم بنام روزگار

بھٹے پر کام کرنے والے بچوں کے والدین کے لیے تعلیم ایک ترجیح نہیں ہے۔ ان میں سے ایک بچے کے والد محمد افضل کا کہنا ہے کہ ''اگر ہم کام نہ کریں تو ہم کھانا نہیں کھا سکتے''۔ اس نے مزید کہا کہ اگرچہ وہ تعلیم کی اہمیت سے واقف ہیں لیکن وہ زندہ رہنے کو فوقیت دیتے ہیں۔ جب ایک بھٹے کے ٹھیکیدار سے بچوں کی ملازمت کے بارے میں پوچھا گیا تو اس نے بتایا کہ ''ہم جانتے ہیں کہ یہ چائلڈ لیبر اور بچوں کے حقوق کی خلاف ورزی کے زمرے میں آتا ہے لیکن ہم کیا کریں۔ انہیں روزگار کمانے کے لیے ملازمت دینا حکومت کی ذمہ داری ہے۔ اگر ہم انہیں ملازمت دینے سے انکار کریں تو وہ کسی اور بھٹے پر کام کر لیں گے۔''

(انگریزی سے ترجمہ بشکریہ روزنامہ ڈان)

''انتہا پسندی کے خاتمے کیلئے انسانیت دوست اقدار کا فروغ''

کے حوالے سے مستوج، پشین، خضدار، ٹاؤن 3 پشاور اور ٹاؤن 4 پشاور میں دو روزہ تربیتی ورکشاپس کا انعقاد کیا گیا

مستوج: 10-9 جون

پشین: 14-13 جون

ٹاؤن 3، پشاور: 14-13 جون

ٹاؤن 4، پشاور: 16-15 جون

خضدار: 17-16 جون

انتہا پسندی کے خاتمے کے لیے انسانیت دوست اقدار کا فروغ

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے زیر اہتمام تکثیری اقدار کے فروغ اور انسانی حقوق کی تعلیم کے لئے مختلف مقامات پر دو روزہ تربیتی ورکشاپوں کا انعقاد کیا گیا۔ اس سلسلے میں پہلی ورکشاپ 9 اور 10 جون کو ضلع چترال کی تحصیل مستوج میں بونی انسٹیٹوٹ آف ایجوکیشن اینڈ مینیجمنٹ سائنسز میں منعقد کی گئی جس میں مختلف طبقات سے تعلق رکھنے والے افراد نے شرکت کی۔دوسری تربیتی ورکشاپ مورخہ 13 اور 14 جون کو پشاور ٹائون 3 میں برٹش لاج گیسٹ ہائوس یونیورسٹی ٹائون پشاور میں منعقد کی گئی ۔16 اور 17 جون کو پشاور ٹائون 4 میں تیسری ورکشاپ پشاور ان ہوٹل یونیورسٹی روڈ پشاور میں منعقد کی گئی۔ اس طرح 13 اور 14 جون کو ایلیمنٹری کرلز کالج پشین میں ایک ورکشاپ منعقد کی گئی جس میں 15 خواتین سمیت 27 افراد نے شرکت کی۔ان ورکشاپس کی کاروائی درج ذیل ہے۔

تحصیل مستوج ضلع چترال

انتہا پسندی وتعصب کے خاتمے کے لیے سول سوسائٹی اور انسانی حقوق کے کارکنوں کا کردار

ندیم عباس

انتہا پسندی کا مطلب ہے دوسروں پر زبردستی اپنی رائے ٹھونسنا۔آج پاکستان میں انتہا پسندی کی بھینٹ چھوٹے بچوں سے لیکر بڑے بوڑھوں تک سبھی چڑھ رہے ہیں۔اسکی ایک وجہ تعلیم کی کمی ہے کیونکہ جب لوگوں میں شعور نہیں ہوتا تو وہ آسانی سے شر پسند لوگوں کی باتوں میں آجاتے ہیں ۔معاشرے میں بہت سے مسائل جنم لیتے ہیں ۔ایک اندازے کے مطابق مارچ 2015 تک 70,000 پاکستانی انتہا پسندی اور دہشت گردی کی بھینٹ چڑھ چکے ہیں۔سول سوسائٹی کی تنظیمیں اگر منظم طریقے سے کام کریں تو لوگوں کی اصلاح ہوسکتی ہے اور ہم اس معاشرے کو نقصان سے بچاسکتے ہیں۔اس ضمن میں ریاست کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے شہریوں کو تحفظ اور ان کے بنیادی حقوق فراہم کرے۔سب سے بڑی اہم بات یہ ہے کہ فرقہ واریت کی سرکوبی ہو اور فرقہ وارانہ جنگ کو ختم کیا جائے اس سے انتہا پسندی کو جڑ سے اکھاڑا جاسکتا ہے۔

انتہا پسندی کیا ہے؟اسکی مختلف اقسام ،ہماری زندگیوں پر اثرات اور روک تھام کے لیے لائحہ عمل

جاوید خان

انتہا پسندی ایک غیر لچکدار رویے کا نام ہے جس میں انسان اپنے سوچ اپنے خیالات وتصورات کو کسی مثبت دلیل کی بجائے محض دھونس اور دھمکی سے دوسروں پر مسلط کرتا ہے۔انسانی معاشرے میں یہ غیر صحت مندانہ روّیہ جسے ہم انتہا پسندی کہتے ہیں کئی صورتوں میں ظہور پذیر ہوتا ہے۔اسکی ایک صورت تو سماجی انتہا پسندی ہے۔انتہا پسندی کی ایک قسم مذہبی انتہا پسندی ہے جو کہ بہت خطرناک قسم ہے اور اس سے معاشرے میں شدید بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔دنیا کا ہر مذہب امن ،محبت اور بھائی چارے کا درس دیتا ہے۔مذہبی انتہا پسندی کے حوالے سے ہم لوگوں کو مختلف خانوں میں تقسیم کرکے تعصب کو ہوا دیتے ہیں اور یہی تعصب انتہا پسندی تک پہنچ جاتا ہے اور ہم ایک دوسرے کو انسانیت کے دائرے سے خارج کر دیتے ہیں۔ان سب کا براہ راست اثر معاشرے کے لوگوں پر پڑتا ہے اور کسی کی جان و مال محفوظ نہیں رہتی۔یہ اثرات نہ صرف اجتماعی بلکہ انفرادی طور پر بھی معاشرے پر پڑتے ہیں اور تباہی کا پیش خیمہ ثابت ہوتے ہیں۔اس کی روک تھام کا ایک ہی ذریعہ ہے کہ لوگ رواداری ، برداشت اور یک جہتی کا مظاہرہ کریں۔

طرز فکر میں مثبت تبدیلی اور جمہوری رویوں کے فروغ کے لیے، تعلیمی اداروں اور نصاب میں انسانی حقوق کی تعلیم کی شمولیت کی اہمیت

مولانگاہ نگاہ

سب سے پہلے یہ بتانا ضروری ہے کہ ملک میں اجتماعی مفادات بری طرح پامال ہو رہے ہیں ۔طرز فکر میں مثبت تبدیلی تب ہی ممکن ہے جب معاشرے میں تخریبی عناصر کارفرما نہ ہوں اور معاشرے میں امن اور سکون کی فضا قائم ہو۔ہماری بدقسمتی ہے کہ آج کل ہمارے ملک کے حالات کافی خراب ہیں اور انتہا پسندی و دہشت گردی اپنی جڑیں مضبوط کئے ہوئے ہے۔جمہوریت امن کی روح ہے اگر کسی ریاست میں سب کو اپنی رائے کے اظہار کا حق حاصل ہوگا تو امن اور آشتی قائم رہے گی اور لوگوں کی سوچ مثبت اور تعمیری ہوگی۔تعلیم چونکہ ایک بنیادی چیز ہے اس لیے اس کا حصول ناگزیر ہے اور تعلیم میں انسانی حقوق کے متعلق آگاہی شامل کرنا بہت اہم ہے۔بدقسمتی سے ہمارے تعلیمی اداروں میں تعلیم تو دی جاتی ہے لیکن صرف وہ جو کہ نصاب میں شامل ہو۔اب نصاب میں کونسی تعلیم شامل ہوتی ہے وہ آپ بھی جانتے ہیں اور ہم بھی، تو کیا ہی اچھا ہو کہ ہمارے نصاب میں شروع سے ہی بچوں کو انسانی حقوق کے متعلق بتایا جائے تا کہ وہ اپنے حقوق سے بھی باخبر ہوں اور دوسروں کی حقوق عدولی نہ کریں۔

انتہا پسندی ایک غیر لچکدار رویے کا نام ہے جس میں انسان اپنے سوچ اپنے خیالات وتصورات کو کسی مثبت دلیل کی بجائے محض دھونس اور دھمکی سے دوسروں پر مسلط کرتا ہے۔

انتہا پسندی کے انسداد یا فروغ میں میڈیا کا کردار

فضل کرم

جس ذریعے یا چینل کے توسط سے مختلف معلومات کا تبادلہ ہوتا ہے اسے میڈیا کہہ سکتے ہیں۔میڈیا کی دو بڑی اقسام ہیں جو کہ معلومات دینے کے سب سے تیز اور بڑے ذرائع مانے جاتے ہیں یعنی پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا۔پرنٹ میڈیا کا آغاز تو بہت پہلے قیصر روم کے زمانے سے ہوا تھا لیکن الیکٹرانک میڈیا کا آغاز 19 ویں صدی میں ہوا۔پاکستانی میڈیا نے لوگوں کے اعتماد کو ٹھیس پہنچاتے ہوئے ان کو غلط معلومات فراہم کیں۔میڈیا نے انتہا پسندی کی روک تھام کی بجائے انتہا پسند گروہوں کو اتنی کوریج دی کہ وہ اور بھی مضبوط ہوگئے اور ملک دشمن کاموں میں مصروف ہوگئے جس کا نتیجہ ہم آج بھگت رہے ہیں۔میڈیا نے ایسی فوٹیجز دکھائیں جس سے لوگوں میں نہ صرف خوف وہراس پھیلا بلکہ وہ ذہنی اذیت کا بھی شکار ہوئے۔میڈیا اگر عوام کی صحیح رہنمائی کرے اور ان انتہا پسند گروہوں کو پروان نہ چڑھائے تو ممکن ہے کہ یہاں کے حالات پھر سے ٹھیک ہوجائیں۔میڈیا کو کسی

> یہ لوگ جہاد کے نام پر صرف غریبوں کے بچے مرواتے ہیں۔

بھی ملک کا چوتھا ستون مانا جاتا ہے۔ اگر ستون ہی کمزور ہو تو عمارت کے گرنے کا خدشہ تو ہوگا۔

تحصیل مستوج کی سطح پر مسائل کا جائزہ

محبوب الحق

تحصیل مستوج میں بنیادی حقوق اکثر لوگوں کو میسر نہیں۔ دوسرا یہ کہ دور افتادہ علاقہ ہونے کے سبب صحت کی سہولیات بھی ناپید ہیں۔ لوگوں کو اپنے مریض چترال شہر لے جانے پڑتے ہیں جہاں پہنچنے سے پہلے ہی اکثر فوت ہو جاتے ہیں۔ سڑکوں کا حال بے حد خراب ہے۔ سڑکوں کی اس حالت کی وجہ سے یہاں کا پھل مارکیٹ تک وقت پر نہیں پہنچتا اور گل سڑ جاتا ہے۔ عورتوں کے حقوق پامال کئے جاتے ہیں اور ان کو گھروں تک محدود رکھا جاتا ہے۔

کمیونٹی میٹنگ کے متعلق سامعین کی رائے

شرکاء کو ذمہ داری دی گئی کہ جو باتیں یہاں ان کو سیکھنے کو ملیں اپنے گلی محلے میں جا کر دوستوں کو اکٹھا کر کے یہ ان تک پہنچائی جائیں۔ اس سے اس ورکشاپ کا مقصد پورا ہوگا اور لوگوں میں آگاہی پیدا ہوگی۔ بعد از ورکشاپ شرکاء کا استعدادی جائزہ لیا گیا تا کہ معلوم ہو سکے کہ ورکشاپ سے پہلے وہ انسانی حقوق سے متعلق کتنا کچھ جانتے تھے اور اس ورکشاپ میں شرکت کے بعد ان کی انسانی حقوق سے متعلق معلومات میں کتنا اضافہ ہوا ہے۔

دوران ورکشاپ پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کی کاوشوں پر مبنی "ہم آواز اٹھاتے رہیں گے" کے عنوان سے ایک دستاویزی فلم دکھائی گئی۔ ہم انسان کے نام سے ایک اور دستاویزی فلم دکھائی گئی جس میں مذہبی ہم آہنگی اور بھائی چارے کا درس تھا، شرکاء نے اس کاوش کو کافی سراہا۔

سٹڈی سرکل: تمام شرکاء کو کتاب" تکثیری اقدار" سے کچھ موضوعات دیے گئے جن پر ان سے ان موضوعات پر ان کی معلومات حاصل کی گئیں۔ ورکشاپ کے دوسرے دن ہر شریک کار نے کسی ایک موضوع پر دیگر شرکاء کے ساتھ مختصر اظہار خیال کیا اور شرکاء کے سوالات کے جواب دیئے۔ تحصیل مستوج میں انسانی حقوق کی صورتحال کا جائزہ لینے کے لئے ایک فارم کے ذریعے شرکاء سے گروپ کی شکل میں ان کی تحصیل کے مسائل کے حوالے سے معلومات حاصل کی گئیں۔

ٹاؤن 3، پشاور

انتہا پسندی کیا ہے، اس کی مختلف اقسام، ہماری زندگیوں پر اثرات اور روک تھام کے لیے لائحہ عمل

سیف اللہ

انتہا پسندی کا مطلب ہے کسی مقصد کو پانے کے لیے کسی بھی حد تک جانا اور دوسروں پر زبردستی اپنی رائے ٹھونسنا۔ انتہا پسند عناصر خود کے علاوہ کسی اور کو برداشت نہیں کرتے اور اپنی رائے کو برتر اور اٹل سمجھتے ہیں۔ انتہا پسندی کی ویسے تو بہت سی اقسام ہیں مثلاً مذہبی انتہا پسندی، سیاسی انتہا پسندی اور معاشی انتہا پسندی۔ سب سے خطرناک مذہبی انتہا پسندی ہے کیونکہ اس میں اپنے سے مختلف فرقے یا عقیدے کے لوگوں کو بلا امتیاز نشانہ بنایا جاتا ہے۔ اس سے لوگوں کی زندگی غیر محفوظ ہو جاتی ہے اور ان کی زندگیاں ہر لحاظ سے اثر انداز ہوتی ہیں۔ انتہا پسندی انتہائی خطرناک نتائج مرتب کرتی ہے۔ انتہا پسند یہ نہیں سوچتے کہ ان کے انتہا پسندانہ عمل یا سوچ سے کتنے لوگ متاثر ہونگے۔ اب

> ہمارے ملک یا معاشرے میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو کہ عقلمند اور کارآمد ہیں لیکن مسئلہ یہ ہے کہ ان میں مثبت طرز فکر پروان نہ چڑھنے کی وجہ سے وہ معاشرے میں مثبت کردار ادا کرنے سے قاصر رہتے ہیں۔

جہاں تک بات ہے انتہا پسندی کی روک تھام کی تو اس میں سب سے بڑا کردار ریاست کا ہے کہ وہ ایسے عناصر سے ملک کو صاف کرے جو کہ انتہا پسندی کی وجہ بنتے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ ہم ایک دوسرے سے مثبت رویہ رکھیں اور برداشت کا مظاہرہ کریں اور ایسے انتہا پسند عناصر کو آگے نہ بڑھنے دیں جو کہ معاشرے کے بگاڑ کا سبب بنتے ہیں۔

انتہا پسندی کے انسداد یا فروغ میں میڈیا کا کردار

فضل کرم

جس ذریعے یا چینل کے توسط سے مختلف معلومات کا تبادلہ ہوتا ہے اسے میڈیا کہہ سکتے ہیں۔ میڈیا کی دو بڑی اقسام ہیں جو کہ معلومات دینے کے سب سے تیز اور بڑے ذرائع مانے جاتے ہیں یعنی پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا۔ اگر اس دور میں میڈیا کے کردار پر روشنی ڈالی جائے تو اندازہ ہوگا کہ میڈیا کو کافی دوام ملا لیکن ساتھ ہی اس کی ساکھ بھی کافی متاثر ہوئی، لوگ اسی پر یقین کرتے ہیں جو میڈیا پر دکھایا جاتا ہے، لیکن میڈیا نے لوگوں کی سادہ لوحی یا اعتبار کو ٹھیس پہنچاتے ہوئے ان کے جذبات کو کافی نقصان پہنچایا۔ بجائے اس کے کہ میڈیا انتہا پسندی کی روک تھام کے لیے کام کرے دہشت گردوں اور انتہا پسندوں کو میڈیا نے اتنی زیادہ کوریج دی کہ وہ اور بھی مضبوط ہوگئے جس کا نتیجہ آج ہم بھگت رہے ہیں۔ میڈیا نے ایسی فوٹیجز دکھائیں جس سے لوگوں میں نہ صرف خوف و ہراس پھیلا بلکہ وہ ذہنی اذیت کا بھی شکار ہوئے۔ میڈیا اگر عوام کی صحیح رہنمائی کرے اور ان انتہا پسند گروہوں کو پروان نہ چڑھائے تو کچھ دیر نہیں کہ یہاں کے حالات پھر سے ٹھیک ہو جائیں۔

طرز فکر میں مثبت تبدیلی اور جمہوری رویوں کے فروغ کیلئے تعلیمی اداروں اور نصاب میں انسانی حقوق کی تعلیم کی شمولیت کی اہمیت

شاہد اللہ جان

طرز فکر سوچنے کے انداز کو کہتے ہیں کہ کس طرح سوچا جائے اور کیا سوچا جائے۔ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ اپنی سوچ کو تعمیری اور مثبت بنایا جائے۔ ہمارے ملک یا معاشرے میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو کہ عقلمند اور کارآمد ہیں لیکن مسئلہ یہ ہے کہ ان میں مثبت طرز فکر پروان نہ چڑھنے کی وجہ سے وہ معاشرے میں مثبت کردار ادا کرنے سے قاصر رہتے ہیں۔ سوچ میں مثبت تبدیلی تب ہی ممکن ہے جب ہم خود کے اندر تبدیلی لائیں گے اور دوسروں سے محبت اور خلوص سے پیش آئیں گے، ایک دوسرے کا احترام کریں گے۔ جتنے بھی مسائل ہوں ان کو پر امن طریقے سے حل کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی بہت ضروری ہے کہ ہمارے رویے مثبت اور جمہوری ہوں۔ جمہوریت امن کی روح ہے۔ اگر ہم جمہوری رویوں کو فروغ دینگے تو معاشرے میں امن اور بھائی چارہ قائم رہے گا۔ عوام جمہوری طرز حکومت میں خوشحال ہوں گے تو ملک ترقی کرے گا۔ جمہوریت کو مضبوط بنانے کے لیے اچھی اور دیرپا پالیسی بھی بنانی پڑتی ہے تا کہ لوگ خود کو محفوظ سمجھیں اور ریاست سے جڑے رہیں۔ اس کے علاوہ تعلیمی اداروں اور اس کے نصاب میں انسانی حقوق کی تعلیم کو شامل کرنا ناگزیر ہے۔ اگر بچوں کو ان کے سکول کی کتاب میں انسانی حقوق اور جمہوریت کے متعلق پتہ چلے گا تو وہ ضرور اس پر عمل کریں گے۔

انتہا پسندی و تعصب کے خاتمہ کیلئے سول سوسائٹی اور انسانی حقوق کے کارکنوں کا کردار

سید شکیل شاہ

انسانی حقوق کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ جاگیردارانہ نظام ہے۔ ایک خان یا جاگیردار نہیں چاہتا کہ اس

کا مزارع پڑھ لکھ جائے، بڑا آدمی بنے یا اسے اپنے حقوق ملیں۔عرصہ دراز سے جاگیرداروں اور خانوں نے لوگوں کی زندگی اجیرن بنا رکھی ہے۔قائداعظم نے جس سوچ کے تحت اس ملک کے حصول کی کوششیں کی تھیں اس پر عمل درآمد نہیں کیا جارہا۔ایک اور مسئلہ لوگوں کے عدم تحفظ کا ہے خاص طور پر یہاں کی خواتین خود کو محفوظ نہیں سمجھتیں۔ بہاولپور میں دن دہاڑے ایک لڑکی کو بجلی کے جھٹکے دے کر ہلاک کیا گیا صرف اس وجہ سے کہ اس لڑکی نے اپنی مرضی سے شادی کرنی چاہی تھی۔پنچایت کا دقیانوسی نظام اب بھی قائم ہے جو کہ معصوم لوگوں کے ساتھ ظلم کرتا ہے۔پنچایت کے فیصلوں کو ماننے سے کئی لوگوں نے انکار بھی کیا ہے کیونکہ یہ غیر قانونی ہے اور حکومت کو بھی چاہئے کو وہ اس پر کارروائی کرے۔انتہا پسندی اسی طرح پھیلتی ہے جب اس قسم کے گروہ معاشرہ میں سر اٹھا لیتے ہیں۔اس سے لسانی اور معاشرتی، مذہبی تعصب بھی پھیلتا ہے۔سول سوسائٹی اس ضمن میں بہترین کردار ادا کرسکتی ہے کیونکہ سول سوسائٹی لوگوں کے بیچ رہتی ہے اور سب مسائل سے باخبر ہوتی ہے۔اگر لوگوں کے قریب رہ کر ان کے مسائل کو جانا جائے گا اور ان کو حل کرنا نہایت آسان ہوگا۔اس کے علاوہ پاکستان میں انسانی حقوق کے کارکنوں کی کافی تعداد ہے جو کہ اپنی اپنی جگہ میں اس حوالے سے کافی کام کر سکتے ہیں کیونکہ ان کو انسانی حقوق کے حوالے سے کافی آگاہی ہوتی ہے۔اگر تمام انسانوں میں برابری کی بنیاد پر حقوق کا نفاذ ہو تو کوئی بھی اپنے حق سے محروم نہیں رہے گا۔اگر کسی ملک میں وسیع پیمانے پر انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہو تو اقوام متحدہ اپنا اجلاس بلا کر ایک قرارداد منظور کرواتی ہے اور ان ممالک کے دورے بھی کرتی ہے۔آخر میں ایک بات کہ جہاں رواداری اور برداشت کا فقدان ہوگا، وہاں انتہا پسندی لازمی ہوگی۔

تحصیل کی سطح پر مسائل کا جائزہ: وجیح احمد صاحب نے مختصر طور پر ٹاؤن 3 کے مسائل پر روشنی ڈالی اور کہا کہ بنیادی حقوق یہاں کے اکثر لوگوں کو میسر نہیں۔نکاس آب کا مسئلہ ہے، اور بچیوں کی تعلیم و تربیت پر زیادہ توجہ نہیں دی جاتی۔عورتوں کو ان کے برابر کے حقوق ملنے میں دشواری ہوتی ہے۔بچوں سے مشقت کے کام کروائے جاتے ہیں۔ پینے کا پانی کھارا ہوتا ہے یا آلودہ ہوتا ہے کیونکہ پائپ جگہ جگہ پر ٹوٹے ہوتے ہیں اور پانی گندا ہو جاتا ہے۔ایسے بھی کچھ لوگ ہیں جو کہ انتشار پھیلاتے ہیں۔

کمیونٹی میٹنگ کے متعلق سامعین کی رائے: شرکاء کو ایک ذمہ داری دی گئی کہ وہ اپنی رائے دیں اور اپنے گلی محلے میں جا کر دوستوں کو اکٹھا کر کے یہ باتیں پہنچائیں جو کہ یہاں ان کو سیکھنے کو ملیں۔اس سے اس ورکشاپ کا بھی مقصد پورا ہوگا اور لوگوں میں آگاہی پیدا ہوگی۔شرکاء کی قبل از ورکشاپ اور بعد از ورکشاپ استعداد کا جائزہ لیا گیا تاکہ معلوم ہو سکے کہ ورکشاپ سے پہلے وہ کتنا کچھ جانتے تھے اور ورکشاپ میں شرکت کے بعد وہ انسانی حقوق کے بارے کتنا کچھ سیکھ چکے ہیں۔

سٹڈی سرکل: شرکاء کو کتاب تکثیری اقدار سے کچھ موضوعات دیے گیے جن پر اگلے دن بات کرنی تھی۔شرکاء کو تفویض کردہ مضامین کا ان کی طرف سے مختصر جائزہ لیا گیا۔

دستاویزی فلم: ہم انسان کے نام سے دستاویزی فلم دکھائی گئی جس میں مذہبی ہم آہنگی اور بھائی چارے کا درس تھا، شرکاء نے ایچ آر سی پی کی اس کاوش کو کافی سراہا۔ایک اور دستاویزی فلم دکھائی گئی جسکا عنوان "ضمیر کی عینک" تھا۔اس فلم میں پاکستان کے مختلف طبقوں مے مابین اتحاد، اور اتفاق کی بات کی گئی ضمیر پروری کی بات کی گئی، اور مذہبی ہم آہنگی اور رواداری کی بات کی گئی، تقسیم در تقسیم سے بچنے کی بات کی گئی۔ پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق نے اپنی کاوشوں کو ایک دستاویزی فلم کی شکل دی ہے تاکہ لوگ آسانی سے ان کی کوششوں سے بارآور ہوسکیں، اس لیے "ہم آواز اٹھاتے رہیں گے" کے عنوان سے ایک دستاویزی فلم دکھائی گئی۔

> انتہا پسندی ایک ایسا ذہنی روّیہ ہے جو مسائل کو غیر موزوں حل کے حصول پر زور دیتا ہے۔انتہا پسند حالات کو اپنی خواہشات کے مطابق لانے کی کوشش کرتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ اس سے معاشرے یا لوگوں پر کیا اثر پڑے گا۔

ٹاؤن 3، پشاور

انتہا پسندی کیا ہے، اس کی مختلف اقسام، ہماری زندگیوں پر اثرات اور روک تھام کے لیے لائحہ عمل

پروفیسر محمد حامد

انتہا پسندی ایک ایسا ذہنی روّیہ ہے جو مسائل کو غیر موزوں حل کے حصول پر زور دیتا ہے۔انتہا پسند حالات کو اپنی خواہشات کے مطابق لانے کی کوشش کرتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ اس سے معاشرے یا لوگوں پر کیا اثر پڑے گا۔انتہا پسند دھمکیوں اور تشدد کا سہارا لے کر اپنی بات منوانے یا معاشرے میں بگاڑ پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔اگر دیکھا جائے تو انتہا پسندی کی تاریخ بہت پرانی ہے۔ہمیں تاریخ سے پتہ چلے گا کہ مغل بادشاہ ظہیرالدین بابر نے ہندوؤں کو فتح نہیں کیا تھا بلکہ ہندوستان پر حاکم ایک مسلمان خاندان کو شکست دی تھی۔گورونانک اپنی کتاب بابربانی میں لکھتے ہیں کہ انہوں نے بلاامتیاز قتل وغارت مچائی یعنی بہت سے لوگوں کا قتل عام کیا۔اس کے علاوہ اورنگزیب نے اپنے باپ کو زندان میں ڈالا تھا اور بھائیوں کو قتل کیا تھا۔اسی طرح مختلف اوقات میں بعض لوگوں نے مذہب کا ناجائز فائدہ اٹھایا اور اس کا غلط استعمال کیا۔ابن رشد کا ایک قول ہے کہ مذاہب کی تجارت جاہل معاشروں میں رائج ہوتی ہے۔کچھ ایسی تحریکیں بھی چلیں جنہوں نے انتہا پسندی کو کچھ حد تک متعارف کروایا جیسا کہ، فرائضی تحریک، تیتو میر، یا دوسری جہادی تحریکیں۔پاکستان کی اگر بات کریں تو یہاں انتہا پسندی کو دوام جنرل ضیاء الحق کے دور میں ملا۔دینی مدارس بنائے گئے جہاں پر طلباء کی عسکری تربیت کی جاتی اور انہیں جنگ کے لیے بھیجا جاتا۔ہر دور میں انتہا پسندی فتنہ وفساد کا سبب بنی ہے اور جب تک اس کے انسداد کے لیے کوششیں نہیں کی جائیں گی معاشرے میں بگاڑ قائم رہے گا۔اور جب تک ملک میں ریاستی ادارے، سیاسی جماعتیں اور میڈیا اپنا کردار ادا نہ کرے، غربت کا خاتمہ نہ ہو، تعلیم عام نہ ہو لوگوں کو برابر کے حقوق نہ ملیں، معاشی ترقی نہ ہو، اور تہذیب وثقافت کو فروغ نہ ملے انتہا پسندی اسی طرح ہمارے ملک کی بنیادیں کمزور کرتی رہے گی۔

طرز فکر میں مثبت تبدیلی اور جمہوری رویوں کے فروغ کے لیے، تعلیمی اداروں اور نصاب میں انسانی حقوق کی تعلیم کی شمولیت کی اہمیت

شاہد اللہ جان

طرز فکر میں مثبت تبدیلی سے مراد یہ ہے کہ اپنی سوچ میں ایسی تبدیلی لائی جائے جو کہ نہ صرف اپنے لیے فائدہ مند ہو بلکہ دوسروں کو بھی اس سے فائدہ ملے۔اس لیے ہم جو بھی کام کریں معاشرے کی فلاح و بہبود کے لئے کریں۔اس کے علاوہ یہ بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ ہمارے رویے بہت ترش اور قابل افسوس ہیں۔ہم دوسروں کو خود سے کم تر سمجھتے ہیں اور اس وجہ سے نفرت آمیز رویہ پروان چڑھتا ہے اور معاشرے میں بگاڑ کا سبب بنتا ہے۔ایک جمہوری ملک صرف برائے نام نہیں ہونا چاہیے بلکہ وہاں جمہوریت عملی طور بھی نافذ ہونی چاہیے۔ریاست کو چاہیے کہ وہ لوگوں کی رائے اور ان کے حقوق کا احترام کرے اور جمہوری روّیوں کو فروغ دینے کے کیلئے مثبت اقدامات کیے جائیں۔ انسانی حقوق اور جمہوریت کا آپس میں گہرا تعلق ہے کیونکہ اگر لوگوں کو ان کے حقوق ملیں گے تو معاشرے میں جمہوری روّیہ پروان چڑھے

گا۔جمہوریت سے انسانی حقوق کو اور انسانی حقوق سے جمہوریت کوالگ نہیں کیا جاسکتا۔انسانی حقوق کے پرچار کے لیےضروری ہے کہ ہرسطح پراس کی تعلیم دی جائے اور بہترین طریقہ یہ ہے کہ انسانی حقوق کو نصاب کا حصہ بنا دیا جائے۔اس طرح ہمارے بچوں کوشروع سے ہی انسانی حقوق کاعلم ہوگااوراس سےحقوق تحریری شکل میں بھی محفوظ ہونگے۔ ضروری بات یہ کہ ہمیں مطالعہ اورتحقیق سے چیزوں کوآسانی سے سمجھنے میں مدد ملے گی اور دوسروں کو بھی سمجھا پائیں گے۔اگرسب کواظہاررائے کی آزادی ہوتو سب کواپنے حقوق ملیں گےاورملک میں امن رہے گا۔

انتہاپسندی کے انسداد/فروغ میں میڈیا کا کردار

فضل کرم

انتہاپسندی ایک ایسےروّیے کا نام ہے جوانسان کےاندر کسی بیماری کی طرح پھیلتا ہےاور جب وہ انتہا کی حدتک پہنچ جاتاہے توپھر معاشرے کے لئے خطرے کا باعث بنتا ہے۔انتہا پسندی کا شکارمریض چاہتا ہے کہ اس کا یہ مرض دوسروں کوبھی لگ جائے اور وہ بھی اس کی طرح ہوجائیں۔

یاست کی جوذمہ داریاں ہیں اس میں یہ بھی شامل ہے کہ وہ سول سوسائٹی کے اداروں کے تحفظ کی ضمانت دے تا کہ یہ ادارے ملک کی ترقی وخوشحالی میں اپنا کرداراداکریں۔

اس دور میں اپنی اس بیماری کو پھیلانے کے لئے انتہاپسندوں نے میڈیا کا سہارا لیا۔پاکستان میں میڈیا جسے کہ ریاست کا چوتھاستون مانا جاتا ہےایک عرصے سےاس بیماری کو پھیلانے میں اپنا کردارادار کر رہا ہے۔میڈیا حالات کوسنگین بنانے اور سنسنی پھیلانے کے لیے ذرائع ابلاغ کے ضابطہ اخلاق کونظر انداز کر رہا ہے۔یہ نہیں سوچا جاتا کہ جوہم دکھارہے ہیں اس کا معاشرے کے لوگوں،بچوں،عورتوں اور بزرگوں پر کیا اثرپڑے گا۔میڈیا نے پچھلی ایک دھائی یا اس سے زیادہ کے دور میں انتہا پسندی پھیلانے اورعوام کومنفی چیزیں دکھانے کی وجہ سے ملک کے وقار کوشدیدنقصان پہنچایا ہے۔اگرمیڈیاانتہا پسندوں کا ساتھ نہ دے تو کچھ بعید نہیں کہ ہمارا ملک امن کا گہوارہ بنےاور یہاں بھی خوشحالی کےترانے گائے جائیں۔

انتہاپسندی وتعصب کے خاتمہ کیلئے سول سوسائٹی اورانسانی حقوق کے کارکنوں کاکردار

پروفیسرظفر

انتہا پسندی اورتعصب ایک ہی روّیے کے دونام ہیں اوراس کے اثرات بھی ایک جیسے ہیں،انتہا پسندی جب حد سے بڑھنے لگے اورعملی شکل اختیار کرنے پر آجائی تو وہ تعصب بن جاتی ہے۔اس دور کے معاشرے میں اگردیکھا جائےتو ہر بندے کودوسرے شخص سےکوئی نہ کوئی تعصب ہےاور اس کا روّیہ اس کے ساتھ ٹھیک نہیں۔انتہا پسندی صرف یہ نہیں کہ لوگوں کو جانی ومالی نقصان ہو۔ضرورت اس امر کی ہے کہ اس قسم کے روّیوں کو کیسےختم کیا جائے۔سول سوسائٹی یعنی ہم لوگ اس میں ایک فعال کردار ادا کرسکتے ہیں اگر ہم لوگوں کے بیچ جاکر ان کے آپس کے جھگڑے ختم کریں اوران کے مسائل سن کر ان کے حل کے لیے کوششیں کریں یاایسے حالات پیدا کریں کہ لوگ خوشحال رہ سکیں۔دیکھا جائے تو سول سوسائٹی کےاداروں نےاس ملک میں ایسے کام کئے ہیں جوکہ قابل ستائش ہیں لیکن افسوس کہ یہ ادارے اب خودبھی محفوظ نہیں اس لیے یہ اب اتنے فعال بھی نہیں۔ریاست کی جو ذمہ داریاں ہیں اس میں یہ بھی شامل ہے کہ وہ سول سوسائٹی کےاداروں کے تحفظ کی ضمانت دے تا کہ یہ ادارے ملک کی ترقی وخوشحالی میں اپنا کردار ادا کریں۔کیونکہ سول سوسائٹی کےاداروں کی عوام تک رسائی ہوتی ہےاوریہی لوگ اس معاشرے کے سدھار کا ذریعہ بن سکتے ہیں۔دنیا میں لاکھوں انسانی حقوق کےعلمبردار ہونگے اور کام بھی کرتے ہونگے لیکن ان کے کام اور کام کرنے کے طریقے الگ ہونگے۔ایسے قوانین ایسے ضابطے بنانے چاہیئں کہ انسانوں کے حقوق پامال ہونے سے بچ جائیں،ان کی زندگیاں آسان ہوں اوران کے ملک میں امن ہو،خوشحالی ہو اورحقوق کا بول بالا ہو۔

استعدادی جائزہ: ورکشاپ کےآغاز میں سب شرکاءکا استعدادی جائزہ لیا گیا۔بعدازورکشاپ شرکاءکاایک دفعہ پھر استعدادی جائزہ لیا گیا تا کہ پتہ چل سکے کہ شرکاءانسانی حقوق کے بارے کتنا کچھ سیکھ چکے ہیں۔

دستاویزی فلم: ورکشاپ کے دوران شرکاء کوانسانی حقوق کے موضوعات پر پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کی تیارکردہ دستاویزی فلمیں بھی دکھائی گئیں۔

تحصیل کی سطح پر مسائل کا جائزہ: ساجد محمد نےمختصر طور پرٹاؤن4 کے مسائل پرروشنی ڈالی اورکہا کہ شہر کا حصہ ہوتے ہوئے بھی یہ علاقہ کافی پسماندہ ہے۔نکاسی آب کا بھی مسئلہ ہے۔بچیوں کی تعلیم و تربیت پر زیادہ توجہ نہیں دی جاتی۔عورتوں کو برابری کے حقوق ملنے میں دشواری ہے۔ بچوں سے مشقت والے کام کروائے جاتے ہیں۔ پینے کا پانی آلودہ ہوتا ہے کیونکہ پائپ جگہ جگہ سے ٹوٹے ہوئے ہیں جس سے پانی گندا ہو جاتا ہے۔معاشرتی،سیاسی اور ذاتی دشمنیاں عروج پر ہیں اور لوگ ایک دوسرے سےلڑتے جھگڑتے ہیں۔

پشین

ورکشاپ کےاغراض ومقاصد

محمد یونس

ورکشاپ میں شرکت سے انسانی حقوق کے بارے بہت کچھ سیکھا جاسکتا ہے۔اس حوالے سے تمام شرکاءکوتربیتی و معلوماتی کتابیں فراہم کی جارہی ہیں۔ہمیں چاہیے کہ ہم ان معلوماتی کتابوں کو نہ صرف پڑھیں بلکہ اس علم کو معاشرے کے دوسرے افراد میں منتقل کرنے کے لئے بھی اپنا کردار ادا کریں۔نہ صرف ورکشاپ کے دوران بلکہ عملی زندگی میں بھی ہمیں ایک دوسرے کی رائے کی احترام کرنا چاہیے۔ہوسکتا ہے ہماری رائے ایک دوسرے سے مختلف ہومگر اس کا یہ مطلب نہیں ہونا چاہیے کہ ہم ایک دوسرے کے خلاف ہیں۔اس ٹریننگ میں معلومات کا تبادلہ ہوسکتا ہے،ایک دوسرے سے بھی سیکھنے کا ملے گا،ورکشاپ کے دوران گروپ ورک کا تجربہ حاصل ہوگا اور بنیادی انسانی حقوق کے متعلق شعوروآگاہی ملے گی۔ٹریننگ کے دوران ہم سب کی خوداعتمادی میں اضافہ ہوگا۔بہتر ہوگا کہ اس ورکشاپ میں جو کچھ ہم سیکھیں اس کو دوسرےلوگوں تک منتقل کرنے کا کردار بھی ادا کریں۔

دنیا میں لاکھوں انسانی حقوق کےعلمبردار ہونگے اور کام بھی کرتے ہونگے لیکن ان کے کام اور کام کرنے کے طریقے الگ ہونگے۔ ایسے قوانین ایسے ضابطے بنانے چاہیئں کہ انسانوں کے حقوق پامال ہونے سے بچ جائیں،ان کی زندگیاں آسان ہوں اوران کے ملک میں امن ہو،خوشحالی ہو اور حقوق کا بول بالا ہو۔

انسانی حقوق کے فروغ،حقوق کی تحریک کومستحکم کرنے کے لئےحکمت عملی کی تشکیل اورعوام تک رسائی حاصل کرنے میں سول سوسائٹی کا کردار

حفیظ بزدار

پوری زندگی سیکھنے کا ایک عمل ہے۔اگرکوئی پچاس سالہ شخص کہے کہ میں نے سب کچھ سیکھ لیا تو وہ درست نہیں کیونکہ سیکھنے کا عمل زندگی بھرجاری رہتا ہے۔ہم اپنے سماج سے سیکھتے ہیں یا حالات سے سیکھتے ہیں۔خیال بنیادی طور پر عمل کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔ہمارا موضوع بنیادی طور پر تین حصوں پر مشتمل

ہے۔انسانی حقوق کے سلسلے میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہم حق کس سے مانگتے ہیں۔ہمارے پاس کیا دلیل ہے جس کی بنیاد پر ہم کسی شخص یا ادارہ سے حق مانگتے ہیں۔ ہماری زندگی میں سوچ کا بڑا کردار ہے۔اس کائنات میں جتنی بھی چیزیں وجود میں آئی ہیں ان سب کا تعلق پہلے سوچ سے ہوتا ہیں۔پہلی دفعہ جب انسان نے پیالہ بنایا تو اس کے پیچھے ایک خیال تھا۔سوئی سے لیکر ہوائی جہاز تک انسان نے بنایا اور انسان کو اللہ تعالیٰ نے بنایا۔اگر ہمیں چیزوں کو بدلنا ہے تو انسانی سوچوں کو بدلنا ہوگا۔انسان کی سوچ کو بدلنے کے لئے اعتماد بنیادی ضرورت ہوتی ہے اور یہ اعتمادی سازی کرنا پڑتی ہے۔

جب ہم طرزِفکر کی بات کرتے ہیں تو یہ جاننا ضروری ہے کہ طرزفکر کیا ہے اور اِس میں مثبت تبدیلی کی اہمیت کیا ہے۔اور سب سے پہلے ہم جاننا چاہیں گے کہ سوچ کیا ہے، کہاں سے آتی ہے، کیا سب لوگ مختلف سوچتے ہیں؟ سوچ حالات اور واقعات سے جنم لیتی ہے۔سوچ میں مثبت تبدیلی کے لیے دلیل کی ضرورت ہوتی ہے اور دلیل تعلیم سے ملتی ہے۔

جب ہم طرزِفکر کی بات کرتے ہیں تو یہ جاننا ضروری ہے کہ طرزفکر کیا ہے اور اِس میں مثبت تبدیلی کی اہمیت کیا ہے۔اور سب سے پہلے ہم جاننا چاہیں گے کہ سوچ کیا ہے، کہاں سے آتی ہے، کیا سب لوگ مختلف سوچتے ہیں؟ سوچ حالات اور واقعات سے جنم لیتی ہے۔سوچ میں مثبت تبدیلی کے لیے دلیل کی ضرورت ہوتی ہے اور دلیل تعلیم سے ملتی ہے۔ہمارے ہاں تعلیم تو ہے مگر اُس میں علم نہیں ہوتا۔تو لوگوں نے سوچا کہ اگر اسی طرح قتل و غارت جاری رہی تو دُنیا میں شاید لوگ ہی ختم ہوجائیں تو اس طرح اُن کے درمیان سوچ کی تبدیلی کی بحث کا آغاز ہوا۔پھر وہ اس مسئلے پر مل کر بیٹھے اور عالمی سیاست، انسانی مفادات اور دیگر پہلوؤں کو زیرِ بحث لاتے ہوئے اُنہوں نے جنگ بندی کا اعلان کیا۔اور اِس فیصلے میں شامل تمام ممالک کے نمائندگان کو UN نامی تنظیم کا نام دیا گیا اور 10 دسمبر 1948 کو اِس تنظیم نے انسانی حقوق کے پہلے اعلامیے کا اعلان کیا۔جس کا پہلا فیصلہ یہ تھا کہ ہر انسان کو زندہ رہنے کا حق ہے۔ بعد ازاں تمام ممبران نے انسانی حقوق کے اِس اعلامیے پر دستخط کیے۔

ضرورت اِس بات کی ہے کہ سب کو یہ سکھایا جائے کہ ہم سب سے پہلے انسان ہیں اور سب کے حقوق برابر ہیں۔انسانی حقوق کی تعلیمات کو عام کیا جائے اور انسانی حقوق کے کارکنان کو فعال کیا جائے۔بچوں کو جدید تعلیم سے آراستہ کیا جائے اور انسانی حقوق کے چارٹر سے خود بھی آگاہی حاصل کریں اور دوسروں کو بھی آگاہی دیں۔سوسائٹی میں موجود اداروں سے رابطے میں رہیں۔ جتنے بھی ادارے اور لوگ انسانی حقوق کے لیے کام کررہے ہیں اُنہیں منظم کیا جائے اور میڈیا اور اُس کے نمائندوں کو مثبت سوچ اور انسانی حقوق کی تعلیمات دی جائیں۔

طرز فکر میں مثبت تبدیلی اور جمہوری رویوں کے فروغ کیلئے تعلیمی اداروں اور نصاب میں انسانی حقوق کی تعلیم کی شمولیت کی اہمیت

اقبال کاکڑ

ہم جو سوچتے ہیں وہ ہمارا طرز فکر ہوتا ہے۔ہم اپنی طرز فکر میں کیسی تبدیلی لا سکتے ہیں اس کو پشین کی حد تک دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ ہمیں سمجھنے میں آسانی ہو۔کسی علاقے کے سکولوں میں زیر تعلیم بچیوں کی تعداد اضافہ ہورہا ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ اس کی وجہ سے وہاں مثبت تبدیلی آرہی ہے۔اس کے برعکس اگر وہاں زیر تعلیم بچیوں کی تعداد کم ہورہی ہے تو اس کا مطلب ہے کہ وہاں طرز فکر میں منفی تبدیلی آرہی ہے۔جمہوری رویہ اپنانے کے لئے ہمیں اپنی زندگیوں میں کچھ بنیادی اصولوں کو اپنانا چاہیے۔عام زندگی میں ہم جہاں اپنی رائے کو اہمیت دیتے ہیں وہیں ہمیں دوسروں کی رائے کو بھی اہمیت دینی چاہیے۔جمہوری روّیوں کے فروغ کے لئے شعوری تعلیم کو عام کرکے انسانی روّیوں میں تبدیلی لائی جاسکتی ہے۔جب تک صحیح معنوں میں لوگوں کی روّیوں کو تبدیل نہیں کیا جاتا اس وقت تک ہم ایک ترقی یافتہ اور روادار معاشرہ نہیں بنا سکتے۔ ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ ہمارے تعلیمی نصاب میں انسانی حقوق کی اہمیت کے متعلق کوئی ایک مضمون بھی شامل نہیں ہے۔ہونا یہ چاہیے کہ تعلیمی نصاب کو بناتے وقت ہمارے سماج کا مشاہدہ کیا جائے اور اس مشاہدہ کے نتائج کے مطابق تعلیمی نصاب کو بنایا جائے۔تعلیمی اداروں اور تعلیمی نصاب میں انسانی حقوق کے متعلق مضامین کا ہونا ضروری ہے۔اس سے زیر تعلیم بچے کو اپنے حقوق کے متعلق آگاہی حاصل ہوتی ہے۔

انتہاپسندی کے انسداد/فروغ میں میڈیا کا کردار

شمس الملک مندوخیل

سینکڑوں سال پہلے انسان ان جگہوں پر ٹھہرتے تھے جہاں پانی ہوتا تھا۔یہ سکونت عارضی طور پر ہوا کرتی تھی کیونکہ انسان سارا سال ایک جگہ سے دوسرے جگہ ہجرت کرتے تھے۔پھر آہستہ آہستہ عارضی سکونت دیہات میں تبدیل ہوگئی اور شہر وجود میں آتے گئے۔وہ افراد بادشاہ بن گئے جو زیادہ طاقتور ہوتے تھے۔بادشاہوں نے اپنے اپنے قوانین بنائے اور وہ سیاہ وسفید کے مالک بن گئے۔پورا نظام بادشاہ کے گرد گھومتا تھا۔اس دوران لوگوں نے بادشاہ کے خلاف بولنا شروع کیا، ان کی بادشاہت اور قوانین پر تنقید کرنا شروع کی اور لوگوں نے آزادی، قانون کی بالا دستی، اور انسانی حقوق کے لئے جدوجہد کا آغاز کردیا۔اسی طرح لوگوں کے آپس میں رابطے بڑھ گئے سائنسی ایجادات ہونے لگیں، تعلیم پھیلنے لگی اور میڈیا وجود میں آیا۔ دنیا میں بادشاہت کی جگہ جمہوریت نے لینا شروع کی اور حکومتیں عام لوگوں میں منتقل ہونے لگیں۔دنیا میں پرنٹ اور بعد ازاں الیکٹرانک میڈیا ایجاد ہوئے۔پچھلے دوعشروں میں میڈیا نے دنیا کو گلوبل ولیج میں تبدیل کردیا اور اب دنیا میں میڈیا ایک کلیدی کردار ادا کر رہا ہے۔آج صورتحال یہ ہے کہ اگر پشین میں کوئی واقعہ رونما

ضرورت اِس بات کی ہے کہ سب کو یہ سکھایا جائے کہ ہم سب سے پہلے انسان ہیں اور سب کے حقوق برابر ہیں۔انسانی حقوق کی تعلیمات کو عام کیا جائے اور انسانی حقوق کے کارکنان کو فعال کیا جائے۔

ہوجائے تو چند سیکنڈ میں اس واقعہ کی خبر دنیا میں پھیل جاتی ہے۔میڈیا دوقسم کے ہیں ایک الیکٹرانک و دوسرا پرنٹ میڈیا ہے۔ پرنٹ میڈیا میں اخبارات، رسائل، کتابیں وغیرہ آتی ہیں جبکہ الیکٹرانک میڈیا میں ٹی وی، ریڈیو، فلم، سوشل میڈیا فیکس، ای میل وغیرہ شامل ہیں۔میڈیا تین الفاظ کے اردگرد گھومتا ہے واقعہ، خبر اور سچائی۔واقعہ تو تبدیلی یا کردار کے حوالے سے ہوتا ہے لیکن خبر اور سچائی میں فرق ہے۔مثال کے طور پر میں اس وقت چھوٹا تھا جب ایران وعراق کی جنگ ہو رہی تھی۔ایرانی ٹی وی نے ایک خبر نشر کی کہ عراق کے جنگی جہازوں نے ایران کی شہری آبادی کو نشانہ بنایا اور عراقی جہازوں کو اسرائیلی پائلٹ اڑا رہے ہیں۔اس خبر میں تین باتیں ہمیں نظر آتی ہیں۔پہلی یہ کہ عراق کے جنگی جہازوں نے سولین آبادی کو نشانہ بنایا۔دوسری یہ کہ جہاز اسرائیلی پائلٹ اڑا رہے ہیں۔تیسری یہ کہ عراقی حکومت نے دہشت گردی کر کے بین الاقوامی قوانین کی خلاف ورزی کی۔مطلب ایرانی حکومت نے سچائی کو چھپایا اور کسی کو حقائق تک جانے نہیں دیا۔پاکستان میں دہشت گردی کا آغاز جنرل ضیاء الحق کے دور میں شروع ہوا جب افغانستان میں روسی افواج داخل ہوئیں۔جنرل ضیا الحق معاشرے کو 1980ء میں طالبانائزیشن کی طرف لے گئے۔اسی طرح سعودی عرب اور

امریکہ نے اسلام کا سہارا لیکر جنگ کا آغاز کیا جس میں روس کو افغانستان میں نکلنے میں میڈیا اور سعودی پیٹرو ڈالر نے کلیدی کردار ادا کیا جس کا آج تک ہمارا معاشرہ سامنا کر رہا ہے۔ اس وقت سے لیکر آج تک ٹی وی اور اخبارات میں جہادی نظریات کی ترویج ہو رہی ہے۔ جنرل مشرف کے دور میں ملک میں مزید ٹی وی چینل آگئے اور کسی ممکنہ حد تک میڈیا کو آزادی مل گئی۔ اس دوران ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی کوشش میں عجیب وغریب تبصرے نشر ہونا شروع ہو گئے۔ انتہاء پسندوں نے مساجد، اسکولوں، بازاروں اور عام لوگوں کو اپنی دہشت گردی کا نشانہ بنانا شروع کیا۔ جہاں کوئی

ملک میں تقریباً ساٹھ فیصد آبادی غربت کی لکیر سے نیچے زندگی گزار رہی ہے۔ ریاست نے ملک میں غربت کے خاتمے کے لئے کوئی حکمت عملی ترتیب نہیں دی ہے۔

دہشت گردی کا واقعہ رونما ہوتا ٹی وی چینل دہشت گردی کا شکار ہونے والے لوگوں کی لاشیں براہ راست دکھانا شروع کر دیتے جس سے ملکی و بین الاقوامی سطح پر نفسیاتی اثرات مرتب ہوئے۔ اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ میڈیا شدت پسندی کو فروغ دے کر ملک میں عوام کو خوفزدہ اور بے حوصلہ کر رہا ہے۔

کوئٹہ کے ایک نفسیاتی ڈاکٹر کے مطابق ٹی وی وغیرہ پر بم دھماکوں اور لاشوں کو براہ راست دکھانے کے عمل سے لوگ نفسیاتی مریض بن رہے ہیں۔ آج تعلیمی اداروں کے نصاب اور میڈیا کے منفی کردار کی وجہ سے معاشرے میں قوت برداشت کا خاتمہ ہوا ہے۔ معاشرے کو فرقہ پرستی میں تقسیم کیا گیا۔ معاشرے میں جو لوگ انتہاء پسندی میں ملوث ہیں وہ جنرل ضیاء کے دور کے مدارس کے طلباء ہیں۔

سوال۔ ہمارا میڈیا غیر ضروری چیزوں کو کیوں دکھانے کو اہمیت دیتا ہے؟

جواب۔ ہمارا میڈیا اصل مسائل پر توجہ نہیں دیتا کیونکہ ہماری سرکار نہیں چاہتی کہ عوام کو اپنے مسائل کے بارے میں مکمل طور پر آگاہی ہو سکے۔ حکومت کو عوام کے مسائل حل کرنے میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ اس ملک میں جب قانون کی بالادستی نہیں ہوگی اور انصاف میسر نہیں ہوگا تب تک میڈیا سے لیکر وزیراعظم تک جمہوریت کے نام پر ہمارے عوام کے ووٹوں کا مزاق اڑاتے رہیں گے۔ اشتہارات کی حصول کی وجہ سے میڈیا اصل معاملات کی جانب توجہ نہیں دیتا۔

سوال۔ پیمراء کا بنیادی کردار کیا ہے؟

جواب پیمرا کا بنیادی کام یہ ہے کہ وہ میڈیا پر چیک اینڈ بیلنس برقرار رکھے تاکہ میڈیا ایسے پروگرام نشر نہ کرے جس سے ملک کی سلامتی کو خطرہ ہو اور عوام کے حقوق کی پامالی ہو۔ مگر پیمراء کے ذمہ داران بھی اپنے اصل کام کو انجام دینے میں ناکام ہوگئے ہیں۔

انتہا پسندی کیا ہے، اس کی مختلف اقسام، ہماری زندگیوں پر اثرات اور روک تھام کے لیے لائحہ عمل

سلطان احمد ترین

کسی چیز کو آخری حد تک لے جانے اور اپنی مرضی کے نتائج حاصل کرنے کو انتہاء پسندی کہا جاتا ہے۔ اس میں چاہے طاقت کا استعمال ہی کیوں نہ ہو۔ اپنی رائے کو دوسرے لوگوں پر زبردستی مسلط کرنا بھی انتہا پسندی کہلاتا ہے۔ انتہاء پسندی کی مختلف شکلیں ہوتی ہیں۔ ہمارے معاشرے میں لوگوں کے عدم رواداری کی طرف لے جانے کے لئے میڈیا بنیادی کردار ادا کر رہا ہے کیونکہ میڈیا معاشرے میں بسنے والے ہر انسان کے ذہن پر جلد اثر انداز ہوتا ہے۔ انتہاء پسند تنظیمیں زیادہ تر میڈیا کا سہارا لیتی ہیں۔ غریب بچوں کو اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرنے کی وجہ سے نوجوان کی انتہاء پسندی کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔ اس کی ایک خاص وجہ بے روزگاری اور غربت بھی ہے۔ ملک میں تقریباً ساٹھ فیصد آبادی غربت کی لکیر سے نیچے زندگی گزار رہی ہے۔ ریاست نے ملک میں غربت کے خاتمے کے لئے کوئی حکمت عملی ترتیب نہیں دی ہے۔ کرپشن نے غربت کی شرح میں مزید اضافہ کیا ہے۔ سوشل میڈیا نے بھی انتہاء پسندی کے لئے ایک پل کا کردار ادا کر رہا ہے۔ سوشل میڈیا پر دن میں سینکڑوں کی تعداد میں ایسے پیغامات نشر ہوتے ہیں جس کی وجہ سے معاشرے میں انتہاء پسندی کو فروغ ملتا ہے۔ اس پر حکومت کی طرف سے کوئی خاطر خواہ پابندی نہیں ہے اس لئے انتہاء پسند تنظیمیں اپنا ٹارگٹ حاصل کرنے کے لئے بھر پور انداز میں سوشل میڈیا کا استعمال کرتے ہیں۔

انتہاء پسندی کے اثرات۔ انتہاء پسندی کے معاشرے میں بہت برے اثرات پڑتے ہیں۔ لوگوں میں رواداری ختم ہوجاتی ہے۔ امن کو شدید خطرہ لاحق ہوتا ہے جبکہ معاشرہ کے لئے امن بنیادی اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ جس معاشرے میں امن نہیں ہوتا وہاں لوگوں کی معاشی حالت تباہ ہو جاتی ہے۔ غربت میں اضافہ ہو جاتا ہے ساتھ ہی ساتھ انسانی حقوق خصوصاً خواتین کے حقوق کی پامالی ہوتی ہے۔ انتہاء پسند انسانی حقوق پر یقین نہیں رکھتے۔ ان کا ٹارگٹ ہمیشہ انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہی ہوتی ہے۔ آج اس خطے میں امن ناپید ہو چکا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے حکمرانوں نے شروع ہی سے ملک میں مذہبی تنظیموں کو فروغ دیا اور اُن کو وسائل فراہم کئے۔

انتہاء پسندی کی روک تھام کے لئے لائحہ عمل۔ ہر مذہب انسان کو امن کا درس دیتا ہے۔ ایسی صورتحال کا احاطہ کرنا ضروری ہے جس کی وجہ سے بنیاد پرستی پھیلتی ہے۔ موجودہ تناظر میں میڈیا اور تعلیمی نصاب بنیاد پرستی پھیلانے کا سبب بن رہے ہیں۔ مساجد کے پیش امام بھی انتہاء پسندی کو ختم کرنے کے لئے ہم کردار ادا کر سکتے ہیں

ضلع پشین کے بنیادی مسائل:

شرکاء سے پوچھا گیا کہ آپ کی نظر میں پاکستان کا سب سے بڑا مسئلہ کیا ہے۔ کلیم اللہ خان نے کہا کہ پاکستان کا سب سے بڑا مسئلہ معیاری تعلیم کا نہ ہونا ہے۔ طبقاتی تعلیم کی وجہ سے غریب کے بچے نالائق اور امیروں کے بچے لائق گردانے جاتے ہیں۔ نور جہاں نے کہا کہ پاکستان کا بنیادی مسئلہ امن وامان کا ہے۔ یہاں کسی کی جان و مال محفوظ نہیں۔ ریاست

پاکستان کا سب سے بڑا مسئلہ معیاری تعلیم کا نہ ہونا ہے۔ طبقاتی تعلیم کی وجہ سے غریب کے بچے نالائق اور امیروں کے بچے لائق گردانے جاتے ہیں۔ نور جہاں نے کہا کہ پاکستان کا بنیادی مسئلہ امن وامان کا ہے۔ یہاں کسی کی جان و مال محفوظ نہیں۔ ریاست عوام کو تحفظ دینے میں ناکام ہوگئی ہے۔

عوام کو تحفظ دینے میں ناکام ہوگئی ہے۔ سلطانہ ناز کا کہنا تھا کہ پاکستان کا سب سے بڑا مسئلہ تعلیم کی کمی کا ہے۔ شازیہ رشید کا کہنا تھا کہ پاکستان کا بنیادی مسئلہ اپنے حقوق سے لاعلمی کا ہے۔ ہم نے ووٹ دیکر جن لوگوں کو منتخب کیا آج عوام ان سے سوال تک نہیں کرتے کہ انہوں نے ہمارے لئے کیا کیا؟ جمیلہ کاکڑ نے کہا کہ پاکستان کا سب سے بڑا مسئلہ فرقہ وارانہ تشدد ہے۔ ہم خود فرقوں میں تقسیم ہوگئے ہیں جس کی وجہ سے پاکستان کمزور ہوتا جا رہا ہے۔ روبا خان کا کہنا تھا کہ پاکستان کا سب سے بڑا مسئلہ امن وامان کا ہے دہشت گردی کی وجہ سے آج ہم دنیا میں دہشت گرد قوم کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ ریاست دہشت گردی کے واقعات کو کنٹرول کرنے میں بری طرح ناکام ہوگئی ہے۔ صفیہ اچکزئی نے کہا کہ پاکستان کا سب سے بڑا مسئلہ بے روزگاری کو قرار دیتے ہوئے کہا کہ بے روزگاری کی وجہ سے دہشت گردی سمیت تمام جرائم جنم لیتے ہیں۔ شرکاء کی اکثریت نے اپنے اظہار خیال میں پاکستان کا سب سے بڑا مسئلہ تعلیمی سہولیات کی فقدان، بچیوں کی تعلیم پر عدم توجہی، لوڈ شیڈنگ، طبقاتی نظام تعلیم کو قرار دیا اور ان مسائل کے حل کی تمام ذمہ داری ریاست اور حکومت پر عائد کی۔

تعلیم

پرنسپل پر پولیس کا حملہ

سکول کے بچوں کا احتجاجی مظاہرہ

نلتر گلگت کے پرفضا مقام نلتر میں پولیس کی پرنسپل سے بدتمیزی اور تشدد کے خلاف آرمی پبلک سکول کے بچوں نے روڈ بلاک کر کے شدید نعرے بازی کی اور احتجاج ریکارڈ کروایا۔ ذرائع کے مطابق نلتر کے پولیس اہلکار نے آرمی پبلک سکول کے پرنسپل سکندر کے ساتھ بدتمیزی کی اور تلخ کلامی کے بعد ان پر تشدد کیا۔ جس پر مذکورہ سکول کے بچے مشتعل ہو کر سڑکوں پر نکل آئے جس کے باعث نلتر گلگت روڈ بند ہو گیا۔ کئی گھنٹے احتجاج کے بعد ان پولیس اہلکاروں کے خلاف کارروائی کا مطالبہ منظور ہونے پر احتجاج ختم کر دیا گیا۔

(نامہ نگار)

سکول کی چھت گرنے کا خدشہ

فیصل آباد شہر کے عین وسط مہتاب مسجد چوک میں واقع گورنمنٹ گرلز مڈل سکول نمبر 2 کی عمارت خستہ حالی کا شکار ہے۔ لکڑی کے بالے ٹوٹنے کی وجہ سے چھت جگہ جگہ سے لٹک رہی ہے جبکہ دیواروں میں بھی دراڑیں پڑ چکی ہیں۔ نکاسی آب کا نظام درہم برہم ہونے کی وجہ سے عمارت کی بنیادیں بھی بیٹھ چکی ہیں۔ عمارت کسی بھی وقت کسی بڑے سانحہ کا سبب بن سکتی ہے۔ طالبات کھلے آسمان تلے تعلیم حاصل کرنے پر مجبور ہیں۔ اہل علاقہ نے ڈی سی او اور محکمہ تعلیم کے ارباب اختیار سے اس مسئلے کا فوری نوٹس لینے کا مطالبہ کیا ہے۔

(میاں نوید)

خواتین کالج کی اساتذہ کا مظاہرہ

حیدر آباد 8 جون کو گورنمنٹ ایلمنٹری کالج آف ایجوکیشن فار ویمن تلک چاڑی کی اساتذہ نے کالج انتظامیہ سے کرائی جانے والی تربیت کا وظیفہ نہ دینے کے خلاف کالج کے اندر مظاہرہ کیا اور دھرنا دیا۔ احتجاج میں شریک رحیماں اور انعم نے بتایا کہ کالج انتظامیہ کی جانب سے کچھ دن قبل سات روز کا تربیتی پروگرام کرایا گیا تھا۔ اس وقت بتایا گیا تھا کہ تربیت میں شریک تمام اساتذہ کو مشاہرہ بھی دیا جائے گا لیکن اس کے بعد مشاہرہ دینے سے انتظامیہ نے انکار کر دیا ہے۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ وعدے کے مطابق انہیں ان کا مشاہرہ دیا جائے۔

(لالہ عبدالحلیم)

بجلی کی لوڈشیڈنگ کے خلاف احتجاجی مظاہرہ

گلگت بجلی کی لوڈشیڈنگ سے تنگ بسین کے عوام سڑکوں پر نکل آئے، انہوں نے شاہراہ غذر اور نپورہ روڈ آٹھ گھنٹے تک بلاک کئے رکھا۔ گلگت شہر کے مضافاتی علاقہ بسین بالا و پائین میں بجلی کی لوڈشیڈنگ اور من پسند افراد کو سپیشل لائنوں کی فراہمی کے خلاف سخت احتجاج کیا گیا۔ اور مکینوں کی کثیر تعداد نے سڑکوں پر نکل کر آٹھ گھنٹوں تک احتجاج کیا اس دوان بسین بالا و پائین کی دکانیں بند رہی جبکہ شاہراہ غذر اور نپورہ روڈ آٹھ گھنٹے تک ہر قسم کی آمدورفت کے لیے بلاک کر دیا گیا۔ احتجاج میں شریک افراد کا کہنا تھا کہ محکمہ پاور بسین کے عوام کے ساتھ امتیازی سلوک کر رہا ہے اور دیگر مقامات سے گئی گھنٹے زیادہ اوقات کے لیے بجلی بند کر دی جاتی ہے، مکینوں کا کہنا تھا کہ 24 گھنٹوں کے دوران دو سے تین گھنٹے بجلی دی جاتی ہے جبکہ دیگر مقامات کے لئے چھ سے آٹھ گھنٹے تک ہوتی ہے اس قسم کی ناانصافی مزید برداشت نہیں کی جائے گی۔ مظاہرین کارگاہ پن بجلی گھر کو ٹھیک کرنے سمیت من پسند افراد کو دیئے گئے اسپیشل کنکشن کاٹنے کا مطالبہ بھی کرتے رہے۔ 8 آٹھ گھنٹے تک جاری احتجاج کو ختم کرانے کے لیے ایکسیئن واٹر اینڈ پاور موقع پر پہنچ گئے اور انہوں نے مطالبات کو حل کرنے کا یقین دلایا جس پر مظاہرین نے 10 دن کی ڈیڈ لائن دیتے ہوئے 10 دن تک احتجاج ملتوی کر دیا اور مطالبات پورے نہ ہونے پر 10 روز بعد پھر احتجاج کرنے کا فیصلہ کیا۔

(نامہ نگار)

گرلز ہائی سکول میں سہولیات کا فقدان

فیصل آباد جڑانوالہ گورنمنٹ گرلز پرائمری سکول 280 گ ب منج کا چک بنیادی سہولتوں سے عرصہ دراز سے محروم ہے۔ 300 طالبات کے لئے صرف 2 ٹیچرز تعینات ہیں۔ سکول کی نہ تو عمارت ہے اور نہ فرنیچر دستیاب ہے۔ پینے کے صاف پانی، بجلی اور سیوریج سمیت کوئی بھی سہولت دستیاب نہیں ہے۔ منتخب نمائندوں اور محکمہ تعلیم کے متعلقہ حکام کو متعدد بار آگاہ کرنے کے باوجود ابھی تک سکول کی عمارت تعمیر نہیں ہو سکی۔ اہل علاقہ نے وزیر اعلیٰ پنجاب اور محکمہ تعلیم کے اعلیٰ افسران سے فوری طور پر نوٹس لینے کا مطالبہ کیا ہے۔

(نامہ نگار)

تحریک طالبان کی خواتین کے تعلیمی اداروں کو بند کرنے کی دھمکی

گلگت تحریک طالبان کی طرف سے گلگت بلتستان میں خواتین کے تعلیمی ادارے بند کرنے کی دھمکی آمیز خطوط موصول ہونے پر انتظامیہ نے سکولوں اور کالجوں کو سکیورٹی بڑھانے کی ہدایت کر دی ہے۔ محکمہ تعلیم کے اہم ذرائع نے بتایا ہے کہ تحریک طالبان کی طرف سے سادہ کاغذ پر خواتین کی تعلیم کو غیر شرعی قرار دے کر فوری بند کرنے کی دھمکی دی گئی ہے اور عمل نہ کرنے کی صورت میں سنگین نتائج بھگتنے کے لئے تیار رہنے کو کہا ہے۔ تحریک طالبان کے اس دھمکی آمیز خط کے ساتھ انتظامیہ نے مراسلے کے ساتھ تمام خواتین کے تعلیمی اداروں کو بھجوا دیا ہے اور فوری طور پر طالبان کی دھمکی کے تناظر میں سکیورٹی انتظامات کرنے کی ہدایت کر دی ہے۔ اساتذہ گلگت بلتستان کی تنظیم کے صدر شاہد حسین نے کہا کہ انتظامیہ نے طالبان کے دھمکی آمیز مراسلے کو تو سکولوں اور کالجوں کو بھجوا دیا ہے مگر سکیورٹی کا انتظام تعلیمی اداروں کو خود کرنے کو کہا ہے مگر تعلیمی اداروں کے پاس سکیورٹی کے لئے وسائل ہیں اور نہ سکیورٹی پلان، اس لئے محض دھمکی آمیز خطوط کو تعلیمی اداروں کو بھجوانے کی بجائے موثر حفاظتی اقدامات کو یقینی بنایا جائے۔

(نامہ نگار)

صحت اور تعلیم کے مسائل پر توجہ دی جائے

ملتان پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق HRCP سپیشل ٹاسک فورس ملتان کا ماہانہ اجلاس مورخہ 17 جون 2015 کو کمیشن کے دفتر واقع خالد کالونی ملتان کینٹ میں منعقد ہوا۔ اجلاس میں انسانی حقوق کے ممبران، کارکنان، سول سوسائٹی کے عہدیداران اور وکلاء نے شرکت کی۔ اجلاس میں درج ذیل ایجنڈہ پر بات چیت کی گئی۔

☆ علاقے میں انسانی حقوق کی موجودہ صورتحال۔

☆ ملتان میں صحت اور تعلیم کے موجودہ مسائل۔

ماہانہ اجلاس کا آغاز کرتے ہوئے انسانی حقوق کمیشن ملتان کے کوآرڈینیٹر فیصل تنگونی نے اجلاس میں شرکت پر شرکاء کا شکریہ ادا کیا۔ ایچ آر سی پی کے ممبر رکن مہر اشرف نے بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے علاقے قاسم بیلہ، کینٹ اور اردگرد میں نجی سکولوں میں اضافہ ہو رہا ہے پرائیویٹ سکول کی بھرمار ہوتی جارہی ہے اور وہ طلبہ سے بھاری فیسیں بھی وصول کررہے ہیں۔ جبکہ ان کے پاس اکثر پڑھانے والے سٹاف کی قابلیت حقیقی طور پر میٹرک ہوتی ہے۔ دوسرا یہ کہ گورنمنٹ کی طرف سے گرمیوں کی چھٹیوں میں فیس کی ادائیگی کے بارے میں منع کیا گیا ہے لیکن اس کے برعکس پرائیویٹ سکولز چھٹیوں میں بھی بھاری فیسیں وصول کررہے ہیں۔ شاہد محمود لودھی نے کہا کہ یہ انتہائی اہم مسئلہ ہے۔ واقع ہی بڑا اہم مسئلہ ہے۔ ان کے مطابق گل گشت میں بھی اسی طرح کی کافی شکایات سننے کو مل رہی ہیں۔ سب ساتھیوں کو اس پر غور کرنا چاہیے تاکہ جلد ہی اعلیٰ حکام کو اس اہم مسئلہ بارے آگاہ کرنا چاہیے کہ ایسے تمام سکولوں کے خلاف سخت کاروائی کریں۔ تعلیم ایک بنیادی حق ہے۔ تعلیم سب کے لئے مفت ہونی چاہیے نہ کہ کمرشل۔ لوگ ایجوکیشن کو کاروبار بنا کر پیسہ کما رہے ہیں۔ جبکہ محکمہ تعلیم کے افسران سب کچھ جاننے کے باوجود خاموش بیٹھے رہتے ہیں۔ سرکاری سکولوں میں حکومت کی طرف سے کوئی توجہ نہیں ہے جس کی وجہ سے تعلیمی معیار کم سے کم ہوتا جارہا ہے۔ شاہد علی نے کہا کہ وڈیرہ شاہی اور جاگیردرانہ نظام ہمارے معاشرے میں سرائیت کرگیا ہے لوگ اپنے اوپر ہونے والے مظالم کو قسمت سمجھ کر قبول کرلیتے ہیں۔ مظلوم شخص تھانے جانے کا تصور ہی نہیں کرسکتا۔ کیونکہ پولیس کے رویوں کے بارے میں وہ واقف ہوتا ہے اور وہاں اس کی کوئی دادرسی نہیں ہوتی۔ غلام حیدر تھیم نے کہا کہ اس وقت اہم مسئلہ تعلیم کا ہے۔ ملتان میں جتنی بھی فلاحی تنظیمیں کام کررہی ہیں ان سب کو ملکر اس اہم مسئلہ پر کوئی لائحہ عمل تیار کرنا چاہئے۔ اٹھارہویں ترمیم میں یہ بات بالکل واضح ہے کہ میٹرک تک تعلیم لازمی ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ سرکاری سکولوں میں داخلوں کی شرح کم ہے۔ سوسائٹی فار ویمن رائٹس ملتان کی حمیرا مقبول نے کہا کہ سکولوں کی تعداد بڑھانے کی بجائے گورنمنٹ کو تعلیمی معیار کو بہتر بنانا ہوگا۔ سرکاری سکول میں معیاری تعلیم نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ ہمیں چاہیے کہ یونین کونسلز کی سطح پر ایجوکیشن کمیٹیاں بنائیں جو وقتاً فوقتاً حکام بالا کو صورتحال سے آگاہ کرتی رہیں۔ تعلیم کے مسئلہ پر آنکھیں بند نہیں کی جاسکتیں۔ ہمیں ترقی کرنی ہے، آگے بڑھنا ہے، دنیا کے ساتھ چلنا ہے اور جدید ٹیکنالوجی سے آگہی حاصل کرنی ہے۔ ایچ آر سی پی ملتان کے کوآرڈینیٹر فیصل تنگوانی نے کہا کہ تعلیم کے مسئلہ کے ساتھ صحت کے بھی ملتان اور اردگرد کے علاقوں میں بہت سے مسائل ہیں۔ حالیہ سیلاب سے متاثرہ علاقوں میں انتظامیہ کی جانب سے انتظامات نہیں کئے گئے۔ وہاں کے رہائشی علاقوں میں مختلف بیماریوں نے ڈیرے ڈال رکھے ہیں۔ انسانوں کے ساتھ ساتھ مویشی بھی مختلف وبائی امراض کا شکار ہیں۔ پینے کے صاف پانی کے کوئی انتظامات نہیں ہیں۔ نہروں کے گندے پانی سے فصلیں تیار ہو رہی ہیں جو کہ ہمارے زیر استعمال ہیں، جن سے پیٹ کی بیماریاں جنم لے رہی ہیں۔ حکومت کو اس اہم مسئلے پر غور کرنا چاہئے۔ انسانی حقوق کمیشن کے ممبر محمد صادق نے کہا کہ نشتر ہسپتال جنوبی پنجاب کا بہت بڑا ادارہ ہے لیکن بدقسمتی سے اس کی صورتحال اس وقت ایسی ہے کہ وہاں مریضوں کو کسی قسم کی طبی سہولیات میسر نہیں ہیں یہ مریضوں کو صحت دینے کی بجائے موت دینے میں اہم کردار ادا کررہا ہے۔ مریضوں کو مفت ٹیسٹ کی جو سہولیات میسر تھیں وہ بھی کافی عرصہ سے بند پڑی ہیں۔ دور دراز سے آئے غریب مریضوں کو زبردستی پرائیویٹ ٹیسٹ کرانے کے لئے مجبور کیا جاتا ہے۔ صفائی کا کوئی خاطر خواہ انتظام نہیں ہے۔ اکثر وارڈز کے باتھ روم خراب پڑے ہیں۔ ٹھنڈے پانی کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ نشتر کے انتہائی اہم وارڈ برن یونٹ میں ائیرکنڈیشنڈ کی سہولیات دستیاب نہیں ہیں۔ وہاں تیزاب اور آگ سے جلے ہوئے مریضوں کا کوئی پرسان حال نہیں ہے۔ اخبارات میں اس طرح کی خبریں آئے روز چھپتی رہتی ہیں مگر انتظامیہ اس پر کوئی توجہ نہیں دیتی۔

(ایم اکمل، ایچ آر سی پی ٹاسک فورس، ملتان)

حفاظتی آلات کی عدم فراہمی کے باعث محکمہ بجلی کے ملازمین کی ہلاکتی

..... محکمہ بجلی میں صرف ایک دہی میں چار لائن مین غیر محفوظ حالات کار اور بجلی کا کرنٹ لگنے کی بنا پر المناک حادثات سے موت کا لقمہ بن گئے۔ پھولنگر لیسکو لاہور، چوہدری ہزاد لائن مین سیکنڈ رضوی ہسپتال سب ڈویژن لطیف آباد حیدرآباد سندھ، محمد یونس لائن مین سیکنڈ سمندری روڈ سب ڈویژن پیپلز کالونی ڈویژن سیکنڈ سرکل فیصل آباد، اقبال گھڑا لائن مین سیکنڈ دفتر رورل سب ڈویژن کمالیہ ڈویژن جھنگ سرکل، حاجی امانت علی بھٹی لائن مین فرسٹ دفتر سرفرازنگر سب ڈویژن لیسکو قصور سرکل کے 11 کے وی لائنوں پر بجلی کا کرنٹ لگنے سے المناک موت کا شکار ہوئے جبکہ محمد آصف لائن مین چوہنگ سب ڈویژن لیسکو کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے۔ محمد افضال لائن مین وہاڑی سب ڈویژن کے دونوں ہاتھ کٹ گئے ہیں اور محمد اسلم لائن مین فرسٹ شاہ جیونہ سب ڈویژن فیسکو جھنگ کی دونوں ٹانگیں بجلی کا سٹرکچر گرنے سے ٹوٹ گئی ہیں۔ 17 جون 2015ء بروز بدھ محکمہ بجلی کے کارکنوں نے کام پر اُنہیں محفوظ حالات کار اور بجلی کا کرنٹ لگنے سے آئے دن کے المناک حادثات روکنے کے لیے آل پاکستان واپڈا ہائیڈرو الیکٹرک ورکرز یونین سی بی اے کے زیر اہتمام تمام ملک میں ''سیفٹی ڈے'' منایا اور مختلف شہروں میں خصوصی طور پر سیفٹی کانگرنسیں منعقد کیں۔ محکمہ بجلی میں ہر سال 250 سے زائد لائن سٹاف بجلی کے کرنٹ لگنے سے موت کا لقمہ بننے پر یوم شہداء کی تقریبات منعقد کیں۔ لاہور میں محکمہ بجلی کے سینکڑوں کارکنوں اور ٹریڈ یونین نمائندگان کی بختیار لیبر ہال لاہور می بزرگ مزدور راہنما خورشید احمد مرکزی جنرل سیکرٹری یونین کی صدارت میں سیفٹی کانفرنس منعقد ہوئی جس سے حاجی محمد یونس، رانا عبدالشکور، ساجد کاظمی، چوہدری مقصود احمد، جاوید احمد نمائندگان یونین اور اُسامہ طارق سیکرٹری آل پاکستان ورکرز کنفیڈریشن نے خطاب کیا۔ کانگرنس میں ایک قرارداد کے ذریعے محکمہ بجلی کے لائن اور گرڈ سٹاف کو آئے روز غیر معمولی حالات کار کی بدولت بجلی کا کرنٹ لگنے پر سخت تشویش کا اظہار کرتے ہوئے انتظامیہ سے پرزور مطالبہ کیا کہ وہ ان حادثات کو روکنے کے لیے کارکنوں کو مناسب حفاظتی آلات کی فراہمی کریں اور حفاظتی تدابیر پر مؤثر عمل درآمد کریں۔

(آل پاکستان واپڈا ہائیڈرو الیکٹرک یونین)

صحت اور تعلیم کے مسائل پر توجہ دی جائے

ملتان پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق HRCP سپیشل ٹاسک فورس ملتان کا ماہانہ اجلاس مورخہ 17 جون 2015 کو کمیشن کے دفتر واقع خالد کالونی ملتان کینٹ میں منعقد ہوا۔ اجلاس میں انسانی حقوق کے ممبران، کارکنان، سول سوسائٹی کے عہدیداران اور وکلاء نے شرکت کی۔ اجلاس میں درج ذیل ایجنڈہ پر بات چیت کی گئی۔

☆ علاقے میں انسانی حقوق کی موجودہ صورتحال۔

☆ ملتان میں صحت اور تعلیم کے موجودہ مسائل۔

ماہانہ اجلاس کا آغاز کرتے ہوئے انسانی حقوق کمیشن ملتان کے کوآرڈینیٹر فیصل تنگوانی نے اجلاس میں شرکت پر شرکاء کا شکریہ ادا کیا۔ ایچ آر سی پی کے ممبر رکن مہر اشرف نے بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے علاقے قاسم بیلہ، کینٹ اور اردگرد میں نجی سکولوں میں اضافہ ہو رہا ہے پرائیویٹ سکول کی بھرمار ہوتی جا رہی ہے اور وہ طلبہ سے بھاری فیسیں بھی وصول کر رہے ہیں۔ جبکہ ان کے پاس اکثر پڑھانے والے سٹاف کی قابلیت حقیقی طور پر میٹرک ہوتی ہے۔ دوسرا یہ کہ گورنمنٹ کی طرف سے گرمیوں کی چھٹیوں میں فیس کی ادائیگی کے بارے میں منع کیا گیا ہے لیکن اس کے برعکس پرائیویٹ سکولز چھٹیوں میں بھی بھاری فیسیں وصول کر رہے ہیں۔ شاہد محمود لودھی نے کہا کہ یہ انتہائی اہم مسئلہ ہے۔ واقعی ہی بڑا اہم مسئلہ ہے۔ ان کے مطابق گل گشت میں بھی اسی طرح کی کافی شکایات سننے کو مل رہی ہیں۔ سب ساتھیوں کو اس پر غور کرنا چاہیے تاکہ جلد ہی اعلیٰ حکام کو اس اہم مسئلہ بارے آگاہ کرنا چاہیے کہ ایسے تمام سکولوں کے خلاف سخت کاروائی کریں۔ تعلیم ایک بنیادی حق ہے۔ تعلیم سب کے لئے مفت ہونی چاہیے نہ کہ کمرشل۔ لوگ ایجوکیشن کو کاروبار بنا کر پیسہ کما رہے ہیں۔ جبکہ محکمہ تعلیم کے افسران سب کچھ جاننے کے باوجود خاموش بیٹھے رہتے ہیں۔ سرکاری سکولوں میں حکومت کی طرف سے کوئی توجہ نہیں ہے جس کی وجہ سے تعلیمی معیار کم سے کم ہوتا جا رہا ہے۔ شاہد علی نے کہا کہ وڈیرہ شاہی اور جاگیردارانہ نظام ہمارے معاشرے میں سرایت کر گیا ہے لوگ اپنے اوپر ہونے والے مظالم کو قسمت سمجھ کر قبول کر لیتے ہیں۔ مظلوم شخص تھانے جانے کا تصور ہی نہیں کر سکتا۔ کیونکہ پولیس کے رویوں کے بارے میں وہ واقف ہوتا ہے اور وہاں اس کی کوئی دادرسی نہیں ہوتی۔ غلام حیدر تھیم نے کہا کہ اس وقت اہم مسئلہ تعلیم کا ہے۔ ملتان میں جتنی بھی فلاحی تنظیمیں کام کر رہی ہیں ان سب کو ملکر اس اہم مسئلہ پر کوئی لائحہ عمل تیار کرنا چاہئے۔ اٹھارہویں ترمیم میں یہ بات بالکل واضح ہے کہ میٹرک تک تعلیم لازمی ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ سرکاری سکولوں میں داخلوں کی شرح کم ہے۔ سوسائٹی فار ویمن رائٹس ملتان کی حمیرا مقبول نے کہا کہ سکولوں کی تعداد بڑھانے کی بجائے گورنمنٹ کو تعلیمی معیار کو بہتر بنانا ہوگا۔ سرکاری سکول میں معیاری تعلیم نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ ہمیں چاہیے کہ یونین کونسلز کی سطح پر ایجوکیشن کمیٹیاں بنائیں جو وقتاً فوقتاً حکام بالا کو صورتحال سے آگاہ کرتی رہیں۔ تعلیم کے مسئلہ پر آنکھیں بند نہیں کی جا سکتیں۔ ہمیں ترقی کرنی ہے، آگے بڑھنا ہے، دنیا کے ساتھ چلنا ہے اور جدید ٹیکنالوجی سے آگاہی حاصل کرنی ہے۔ ایچ آر سی پی ملتان کے کوآرڈینیٹر فیصل تنگوانی نے کہا کہ تعلیم کے مسئلہ کے ساتھ صحت کے بھی ملتان اور اردگرد کے علاقوں میں بہت سے مسائل ہیں۔ حالیہ سیلاب سے متاثرہ علاقوں میں انتظامیہ کی جانب سے انتظامات نہیں کئے گئے۔ وہاں کے رہائشی علاقوں میں مختلف بیماریوں نے ڈیرے ڈال رکھے ہیں۔ انسانوں کے ساتھ ساتھ مویشی بھی مختلف وبائی امراض کا شکار ہیں۔ پینے کے صاف پانی کے کوئی انتظامات نہیں ہیں۔ نہروں کے گندے پانی سے فصلیں تیار ہو رہی ہیں جو کہ ہمارے زیر استعمال ہیں، جن سے پیٹ کی بیماریاں جنم لے رہی ہیں۔ حکومت کو اس اہم مسئلے پر غور کرنا چاہئے۔ انسانی حقوق کمیشن کے ممبر محمد صادق نے کہا کہ نشتر ہسپتال جنوبی پنجاب کا بہت بڑا ادارہ ہے لیکن بدقسمتی سے اس کی صورتحال اس وقت ایسی ہے کہ وہاں مریضوں کو کسی قسم کی طبی سہولیات میسر نہیں ہیں یہ مریضوں کو صحت دینے کی بجائے موت دینے میں اہم کردار ادا کر رہا ہے۔ مریضوں کو مفت ٹیسٹ کی جو سہولیات میسر تھیں وہ بھی کافی عرصہ سے بند پڑی ہیں۔ دور دراز سے آئے غریب مریضوں کو زبردستی پرائیویٹ ٹیسٹ کرانے کے لئے مجبور کیا جاتا ہے۔ صفائی کا کوئی خاطر خواہ انتظام نہیں ہے۔ اکثر وارڈز کے باتھ روم خراب پڑے ہیں۔ ٹھنڈے پانی کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ نشتر کے انتہائی اہم وارڈ برن یونٹ میں ایئرکنڈیشنڈ کی سہولیات دستیاب نہیں ہیں۔ وہاں تیزاب اور آگ سے جلے ہوئے مریضوں کا کوئی پرسان حال نہیں ہے۔ اخبارات میں اس طرح کی خبریں آئے روز چھپتی رہتی ہیں مگر انتظامیہ اس پر کوئی توجہ نہیں دیتی۔

(ایم اکمل، ایچ آر سی پی ٹاسک فورس، ملتان)

حفاظتی آلات کی عدم فراہمی کے باعث محکمہ بجلی کے ملازمین کی ہلاکتی

..... محکمہ بجلی میں صرف ایک دہائی میں چار لائن مین غیر محفوظ حالات کار اور بجلی کا کرنٹ لگنے کی بنا پر المناک حادثات سے موت کا لقمہ بن گئے۔ پھولنگر لیسکو لاہور، چوہدری ہزاد لائن مین سیکنڈ رضوی ہسپتال سب ڈویژن لطیف آباد حیدرآباد سندھ، محمد یونس لائن مین سیکنڈ سمندری روڈ سب ڈویژن پیپلز کالونی ڈویژن سیکنڈ سرکل فیصل آباد، اقبال گھڑا لائن مین سیکنڈ دفتر رورل سب ڈویژن کمالیہ ڈویژن جھنگ سرکل، حاجی امانت علی بھٹی لائن مین فرسٹ دفتر سرفراز نگر سب ڈویژن لیسکو قصور سرکل کے 11 کے وی لائنوں پر بجلی کا کرنٹ لگنے سے المناک موت کا شکار ہوئے جبکہ محمد آصف لائن مین چوہنگ سب ڈویژن لیسکو کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے۔ محمد افضال لائن مین وہاڑی سب ڈویژن کے دونوں ہاتھ کٹ گئے ہیں اور محمد اسلم لائن مین فرسٹ شاہ جیونہ سب ڈویژن فیسکو جھنگ کی دونوں ٹانگیں بجلی کا سٹریکچر گرنے سے ٹوٹ گئی ہیں۔ 17 جون 2015ء بروز بدھ محکمہ بجلی کے کارکنوں نے کام پر اُنہیں محفوظ حالات کار اور بجلی کا کرنٹ لگنے سے آئے دن کے المناک حادثات روکنے کے لیے آل پاکستان واپڈا ہائیڈرو الیکٹرک ورکرز یونین سی بی اے کے زیر اہتمام تمام ملک میں ''سیفٹی ڈے'' منایا اور مختلف شہروں میں خصوصی طور پر سیفٹی کانگرنسیں منعقد کیں۔ محکمہ بجلی میں ہر سال 250 سے زائد لائن سٹاف بجلی کے کرنٹ لگنے سے موت کا لقمہ بننے پر یوم شہداء کی تقریبات منعقد کیں۔ لاہور میں محکمہ بجلی کے سینکڑوں کارکنوں اور ٹریڈ یونین نمائندگان کی بختیار لیبر ہال لاہور میں بزرگ مزدور راہنما خورشید احمد مرکزی جنرل سیکرٹری یونین کی صدارت میں سیفٹی کانفرنس منعقد ہوئی جس سے حاجی محمد یونس، رانا عبدالشکور، ساجد کاظمی، چوہدری مقصود احمد، جاوید احمد نمائندگان یونین اور اُسامہ طارق سیکرٹری آل پاکستان ورکرز کنفیڈریشن نے خطاب کیا۔ کانگرنس میں ایک قرارداد کے ذریعے محکمہ بجلی کے لائن اور گرڈ سٹاف کو آئے روز غیر معمولی حالات کار کی بدولت بجلی کا کرنٹ لگنے پر سخت تشویش کا اظہار کرتے ہوئے انتظامیہ سے پرزور مطالبہ کیا کہ وہ ان حادثات کو روکنے کے لیے کارکنوں کو مناسب حفاظتی آلات کی فراہمی کریں اور حفاظتی تدابیر پر مؤثر عمل درآمد کریں۔

(آل پاکستان واپڈا ہائیڈرو الیکٹرک یونین)

سیاسی رہنماؤں پر تشدد اور انہیں بے جا حبس میں رکھنے کا الزام

سکردو یونائیٹڈ کشمیر پیپلز نیشنل پارٹی کے وائس چیئرمین شریف کاکڑ نے ایچ آر سی پی کے ضلعی کوآرڈینیٹر کو بتایا کہ وہ گلگت بلتستان میں ہونے والے انتخابات میں پاکستان کے انتخابی امیدوار سید مہدی شاہ کے حق میں دستبردار ہوئے تھے جس پر مخالف فریق نے انہیں ہراساں کیا اور پولیس نے دباؤ میں آکر 8 جون کی رات کو انہیں گھر سے اٹھالیا اور 9 جون تک انہیں حبس بے جا میں رکھا تاکہ وہ اپنا حق رائے دہی نہ استعمال کرسکیں۔ اسی قسم کا الزام پیپلز پارٹی پارٹی کے سکردو سے تعلق رکھنے والے کارکن مظہر حسین نے بھی عائد کیا۔ ان کا کہنا تھا کہ بعض نامعلوم افراد نے 6 جون کی رات کو ان پر قاتلانہ حملہ کیا اور بعدازاں پولیس نے سیاسی دباؤ کے تحت ان پر نشے کی حالت میں فائرنگ کرنے کے الزام میں 7 جون کو گرفتار کرلیا اور 9 جون تک انہیں حبس بے جا میں رکھ کر شدید تشدد کا نشانہ بنایا گیا اور انہیں حق رائے دہی کے استعمال سے بھی محروم رکھا گیا۔ دونوں متاثرہ سیاسی کارکنوں نے متعلقہ حکام سے اپیل کی ہے کہ ان کے ساتھ ہونے والی زیادتی کا نوٹس لیا جائے۔

(وزیر مظفر)

بھٹہ مزدوروں کے بچوں کی احتجاجی ریلی

فیصل آباد 12 جون کو بچوں سے جبری مشقت کے خلاف عالمی دن کے موقع پر بھٹہ مزدوروں کے سینکڑوں بچوں نے چوک ضلع کونسل سے ڈی سی او آفس تک احتجاجی ریلی نکالی۔ مظاہرے میں شریک بچوں نے بینرز اور پلے کارڈز اٹھا رکھے تھے جن پر بنیادی حقوق سے متعلق نعرے درج تھے۔ بچوں نے اپنے مطالبات کے حق میں شدید نعرے بازی کی۔ اس ریلی کا انعقاد لیبر قومی موومنٹ نے کیا تھا۔ مظاہرین بچوں نے ضلعی انتظامیہ اور حکومت کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ ان کے والدین مزدور ہیں اگر ان کو ان کے بنیادی حقوق مل جائیں تو وہ جبری مشقت سے بچ جائیں گے۔ بچوں نے ڈی سی او آفس کے سامنے کتابیں اور تعلیمی سہولیات فراہم کیے جانے کے لیے شدید نعرے بازی کی۔ بچوں نے حکومت اور ضلعی انتظامیہ سے مطالبہ کیا کہ ان کے والدین کو سوشل سکیورٹی کارڈ فراہم کیے جائیں تاکہ وہ بھی ورکر ویلفیئر بورڈ سے تعلیمی سکالرشپ، ڈیتھ گرانٹ، میرج گرانٹ اور میڈیکل سہولیات حاصل کرسکیں۔ لیبر قومی موومنٹ کے سربراہ اسلم معراج نے کہا کہ حکومت نے انٹرنیشنل لیبر آرگنائزیشن کے کنونشن کو تسلیم کیا ہے اور اس پر عمل درآمد کے لیے دستخط بھی کیے ہیں مگر حکومت غیر سنجیدگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کنونشن کے قوانین کی پاسداری نہیں کر رہی۔ انہوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ مزدوروں کے تمام حقوق کی فراہمی کو یقینی بنائے تاکہ آنے والی نسلیں زرخرید غلام کی حیثیت سے کام کرنے سے بچ سکیں۔

(میاں نوید)

پسند کی شادی کرنے والا نوجوان قتل

فیصل آباد 29 مئی کو پسند کی شادی کرنے والے نوجوان کو اس کی بیوی کے بھائیوں نے فائرنگ کر کے ہلاک کردیا۔ تھانہ جھنگ بازار کے علاقہ جج والا بدر کالونی کے احمد نے تین ماہ قبل مدینہ ٹاؤن کی رہائشی ثانیہ سے پسند کی شادی کی تھی۔ لڑکی کے بھائیوں فیصل اور عدنان نے احمد کے گھر جا کر فائرنگ کردی جس سے احمد موقع پر ہی جاں بحق ہوگیا۔ واقع میں زخمی ہونے والی احمد کی ماں نسرین کو تشویش ناک حالت کے باعث الائیڈ ہسپتال منتقل کردیا گیا ہے۔ اطلاع ملنے پر جھنگ بازار پولیس نے موقع پر پہنچ کر نعش کو قبضہ میں لے کر مارچری یونٹ منتقل کر کے قانونی کارروائی شروع کردی ہے۔

(میاں نوید)

گلگت 26 اپریل 2015: ویژن ویلفیئر سوسائٹی نے سٹی پارک گلگت میں ''ہم کسی سے کم نہیں'' کے عنوان سے بلائنڈ کرکٹ ٹورنامنٹ کا انعقاد کیا۔

طویل لوڈشیڈنگ کا سلسلہ جاری

بنوں بنوں میں 18 سے 22 گھنٹے کی طویل لوڈشیڈنگ کا سلسلہ جاری ہے۔ گھروں اور مساجد میں پانی ناپید، کاروبار تباہ ہوکر رہ گیا ہے۔ بنوں کے شہری علاقوں میں لوڈشیڈنگ کا دورانیہ 16 سے 18 گھنٹے تک پہنچ گیا جبکہ دیہی علاقوں میں 20 سے 22 گھنٹے کی لوڈشیڈنگ کی جارہی ہے جس کی وجہ سے عوام کو شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، کیونکہ گھروں میں پینے کا صاف پانی جبکہ مساجد میں وضو تک کیلئے پانی ناپید ہوگیا ہے۔ اب عوام نے پینے کے پانی کے حصول کیلئے جوہڑ کے گندا پانی کا رخ کرلیا ہے جو مختلف مہلک بیماریوں کا باعث بن رہا ہے۔ اسی طرح کاروبار بھی مکمل طور پر بند ہیں کیونکہ مشینیں بجلی نہ ہونے کی وجہ سے بند ہیں جس کا معیشت پر براہ راست اثر پڑ رہا ہے۔ دوسری طرف گرمی کی شدت میں بھی بے پناہ اضافہ ہوگیا ہے۔ انجمن تاجران بنوں کے صدر ملک مقبول خان، سویٹ اینڈ بیکرز ایسوسی ایشن کے صدر حاجی یوسف خان، انجمن تاجران مصالحہ منڈی کے صدر فرمان نیاز خان منڈان، پریٹ گیٹ کے صدر حاجی ہمایون خان، صرافہ اینڈ زرگر ایسوسی ایشن کے صدر سجاد خان زرگر، فداء اللہ خان، حاجی طارق خان، ٹانچی بازار کے صدر سید عدنان ہاشمی اور دیگر نے اس امر پر افسوس کا اظہار کیا کہ بنوں میں بجلی کی فراہمی کیلئے گرڈسٹیشنوں میں ہیوی ٹرانسفارمر فراہم کردیئے گئے ہیں جبکہ تقریباً ہر علاقے کیلئے بھی الگ فیڈر نصب کردیا گیا ہے لیکن اس کے باوجود بنوں میں 22 گھنٹے کی بجلی لوڈشیڈنگ اور کم وولٹیج کا مسئلہ برقرار ہے۔ اُنہوں نے مطالبہ کیا کہ واپڈا، پیسکو بنوں میں بجلی کی کمی کو پورا کریں اور لوڈشیڈنگ کا دورانیہ کم کریں۔ اور رمضان المبارک کے مہینے میں بنوں کو بجلی لوڈشیڈنگ سے مستثنیٰ قرار دیا جائے بصورت دیگر بنوں کی تاجر برادری بنوں کے لاکھوں عوام سڑکوں پر نکل کر احتجاجی تحریک شروع کریں گے۔

(ارشاد احمد)

قانون نافذ کرنے والے ادارے

پولیس انسپکٹر سمیت دو افراد ہلاک

کوئٹہ بلوچستان کے دارالحکومت کوئٹہ میں 29 جون کو دو مختلف حملوں میں پولیس انسپکٹر سمیت دو افراد ہلاک ہو گئے۔ پولیس حکام نے بتایا کہ 29 جون کو نامعلوم حملہ آوروں نے جان محمد روڈ پر ایک نجی گاڑی پر فائرنگ کرتے ہوئے پولیس انسپکٹر نسیم اختر کو ہلاک کر دیا۔ پولیس حکام کے مطابق نسیم اختر موقع پر ہی ہلاک ہو گئے جبکہ حملہ آور موٹر سائیکل پر فرار ہونے میں کامیاب رہے۔ واقعہ کے بعد پولیس اور ایف سی کے اہلکار بڑی تعداد میں جائے وقوعہ پر پہنچے اور تحقیقات شروع کر دیں۔ ایک اور مختلف واقعہ میں نامعلوم حملہ آوروں نے مشرقی بائی پاس کے علاقے میں ایک دکان پر فائرنگ کی، جس کے نتیجے میں سید محمد ہلاک ہوئے۔ تاحال کسی نے ان حملوں کی ذمہ داری قبول نہیں کی۔

(نامہ نگار)

خودکش حملے میں دو ایف سی اہلکار جاں بحق

پشاور پشاور: صوبہ خیبر پختونخوا کے دارالحکومت پشاور میں ڈپٹی کمانڈنٹ فرنٹیئر ریزرو پولیس (ایف آر پی) کی گاڑی پر خودکش حملے کے نتیجے میں 2 اہلکار ہلاک جبکہ ڈپٹی کمانڈنٹ سمیت 6 افراد زخمی ہو گئے۔ سینیئر سپرنٹنڈنٹ پولیس (ایس ایس پی) آپریشنز میاں سعید کے مطابق 11 جون کو پشاور کے علاقے حیات آباد فیز 5 میں ڈپٹی کمانڈنٹ فرنٹیئر ریزرو پولیس (ایف آر پی) ملک طارق کی گاڑی کو خودکش حملے کا نشانہ بنایا گیا جس کے نتیجے میں 2 اہلکار ہلاک جبکہ ملک طارق سمیت 6 افراد زخمی ہو گئے۔ زخمیوں کو حیات آباد میڈیکل کمپلیکس ہسپتال منتقل کر دیا گیا جہاں ڈپٹی کمانڈنٹ ملک طارق کی حالت تشویش ناک بتائی ہے۔ ہسپتال ذرائع کے مطابق زخمی ہونے والوں میں ڈپٹی کمانڈنٹ ایف آر پی ملک طارق، 3 پولیس اہلکار اور 2 راہگیر شامل ہیں۔ سیکیورٹی ذرائع کے مطابق خودکش حملہ آور نے اپنی موٹر سائیکل ڈپٹی کمانڈنٹ ایف آر پی کی گاڑی سے ٹکرادی، جس کے نتیجے میں گاڑی مکمل طور پر تباہ ہوگئی۔ ڈپٹی کمانڈنٹ فرنٹیئر ریزرو پولیس (ایف آر پی) ملک طارق گھر سے دفتر جا رہے تھے کہ انھیں دھماکے کا نشانہ بنایا گیا۔ دھماکے کے بعد ریسکیو ٹیمیں جائے وقوع پر پہنچ گئیں اور ریسکیو کا کام شروع کر دیا گیا۔ بم ڈسپوزل اسکواڈ اور اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کے اہلکار بھی دھماکے کے مقام پر پہنچ گئے اور شواہد اکھٹے کر کے تفتیش کا آغاز کر دیا گیا۔ اسسٹنٹ انسپکٹر جنرل (اے آئی جی) بم ڈسپوزل یونٹ ملک شفقت کے مطابق خودکش دھماکے میں 5 سے 6 کلوگرام بارودی مواد استعمال کیا گیا۔ دوسری جانب کالعدم تحریک طالبان پاکستان (ٹی ٹی پی) نے حیات آباد میں ڈپٹی کمانڈنٹ ایف آر پی ملک طارق کی گاڑی پر حملے کی ذمہ داری قبول کر لی۔ ٹی ٹی پی ترجمان محمد خراسانی نے اپنے ایک بیان میں خودکش حملے کی ذمہ داری قبول کرنے کا دعویٰ کیا تاہم اس دعوے کی آزادانہ ذرائع سے تصدیق نہیں کی جاسکی۔

(نامہ نگار)

جبری مشقت، دنیا میں پاکستان کا تیسرا نمبر

کراچی جبری مشقت کے شکار مزدوروں کی آزادی کے لیے کام کرنی والی تنظیم گرین رورل ڈویلپمنٹ آرگنائزیشن (جی آر ڈی او) کے ڈاکٹر غلام حیدر کا کہنا ہے کہ ''ایک جمہوری ریاست ہونے پر فخر کرنے والے ملک میں اب بھی غلامی کی مختلف شکلیں موجود ہیں۔'' سندھ میں جبری مشقت کے خاتمے کے لیے کراچی پریس کلب پر ایک مہم کے آغاز کے موقع پر ٹریڈ یونین لیڈرز، کسانوں کی تنظیموں کے نمائندے اور سول سوسائٹی کے سرگرم کارکنان اکھٹا ہوئے۔ اس موقع پر اس حقیقت کو اجاگر کیا گیا کہ کس طرح اس مسئلے نے صوبے کے دیہی علاقوں کو اپنی گرفت میں لے رکھا ہے۔ ڈاکٹر غلام حیدر نے کہا کہ یہ غیر انسانی طریقہ کار زرعی صنعت، اینٹوں کے بھٹے اور ماہی گیری کے شعبوں میں روز بروز بڑھتا جا رہا ہے۔ انہوں نے ان مزدوروں کی حالت زار کی بہت سے مثالیں پیش کیں، جن کا بااثر زمینداروں کی جانب سے سنگدلی کے ساتھ استحصال اور ان کمزور طبقات کے خلاف مظالم کا ارتکاب کیا جا رہا ہے۔ جی آر ڈی او نے سندھ بھر میں غلام مزدوری کے خاتمے کے لیے ایک مہم شروع کی ہے۔ اس مسئلے کو اُجاگر کرنے کے لیے جی آر ڈی او کا ارادہ ہے کہ صوبے کے مختلف حصوں میں احتجاج، مظاہرے کیے جائیں، کیمپ لگائے جائیں اور دھرنے دیے جائیں۔ ڈاکٹر غلام حیدر کے مطابق 23 لاکھ سے زیادہ افراد جبری مشقت پر مجبور ہیں، جن میں ہندوؤں کی تعداد 80 فیصد سے زیادہ ہے۔ جبری مشقت کے خاتمے کے ایکٹ 1992 کے بارے میں بات کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ پاکستان میں اس کا سختی کے ساتھ نفاذ نہیں کیا گیا، جس کے نتیجے میں ''پاکستان جبری مشقت سے متاثرہ دنیا میں تیسرا بڑا ملک بن گیا ہے۔'' سندھ مزدور یکجہتی کمیٹی کے کنوینئر حبیب الدین جنیدی نے کہا ''بہتر نظم و نسق کو آگے بڑھانا چاہیے۔ قوانین تو موجود ہیں، لیکن ان کا نفاذ نہیں ہو رہا، نتیجے میں یہ سماجی برائی پھیل رہی ہے۔'' انہوں نے کہا ''انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کو روکنے کے لیے کوئی سیاسی عزائم موجود نہیں ہیں۔ بااثر زمیندار اپنے کسانوں کو ان کے واجبات ادا نہیں کرتے، اور بالفرض یہ مزدور اپنے حق کا مطالبہ کریں تو وہ تشدد کا سہارا لیتے ہیں۔ کچھ مثالوں میں زمینداروں نے اپنے حصے کا مطالبہ کرنے والے کسانوں کے خلاف جعلی مقدمات درج کرا دیے تھے۔'' ڈاکٹر غلام حیدر نے واضح کیا کہ ان کی تنظیم نے کس طرح جبری مشقت کا شکار مزدوروں کی آزادی کے لیے کام شروع کیا۔ انہوں نے سب سے پہلے زمینوں کے مالکوں سے رابطہ کیا۔ اگر ان کے ساتھ مذاکرات لاحاصل ثابت ہوئے تو انہوں نے ضلعی عدالت سے رجوع کیا اور ان مزدوروں کی رہائی کے لیے ایک پٹیشن دائر کی گئی۔ انہوں نے کہا ''اس کے بعد عدالت نے پولیس کو ان مزدوروں کو زمینوں کے مالکان کے چنگل سے رہا کرنے کا حکم دیا۔'' اس موقع پر سانگھڑ کی ایک خاتون کسان رجو نے اسی طرح کی ایک کہانی سنائی، انہیں ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کی مدد سے 1998 میں جبری مشقت سے آزاد کرایا گیا تھا، اور اس وقت سے وہ بھی اس جدید غلامی کی شکل سے دوسروں کو رہائی دلوانے کے لیے کام کر رہی ہے۔ جبری مشقت کے مسئلے پر لوگوں کی بے حسی پر ان کے لہجے سے مایوسی ظاہر ہو رہی تھی۔ اس کی کہانی کا انجام دل خوش کن ہوا تھا کہ اس کو رہائی مل گئی تھی۔ لیکن ہر ایک کے ساتھ اس کے جیسی صورتحال نہیں ہوتی۔ انہوں نے کمر توڑ کام کا بوجھ، زمین کے مالکان کی جانب سے معاوضے کی عدم ادائیگی، خوراک کی کمی، اور جسمانی اور جنسی استحصال کی کہانیاں سنائیں، جن میں روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ جبری مشقت کے شکار مزدوروں کے بچے بھی آزاد نہیں ہوتے، اور وہ بھی غیر معینہ مدت تک زمین کے مالکوں کی گرفت میں رہتے ہیں۔ اس مہم کا ایک اہم مطالبہ خاص طور پر اینٹوں کے بھٹے اور زرعی شعبے کے مزدوروں کو وقت پر ادائیگی تھا۔ یہ مطالبہ بھی کیا گیا کہ پولیس اور مقامی انتظامیہ کو مزدوروں کے حقوق کا تحفظ، بالخصوص تعلیم اور صحت کی دیکھ بھال جیسی بنیادی سہولیات کی فراہمی کو یقینی بنانا چاہیے۔

(بشکریہ روزنامہ ڈان)

سیاسی بدامنی پر عوامی احتجاج

حیدر آباد پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق اسپیشل ٹاسک فورس حیدر آباد اور بدین کے انسانی حقوق کے کارکنوں، سول سوسائٹی، وکلاء اور صحافیوں کے وفد نے 27 مئی 2015 کو ضلع بدین کا دورہ کیا ۔ضلع کے تین اہم شہروں میں عوامی اجلاس منعقد کئے گئے جس میں مختلف شہروں سے آئے ہوئے شہریوں نے شرکت کی۔ وفد کے دورے کا مقصد ضلع بدین میں گزشتہ دو ماہ سے جاری غیر یقینی صورت حال، عدم تحفظ شہریوں کو درپیش مسائل، عام شہریوں، سیاسی، کارکنوں اور صحافیوں کی گرفتاریاں اور ان کے خلاف انسداد دہشت گردی اور سول عدالتوں میں مقدمات درج کیے جانے کا جائزہ لینا تھا۔ پیپلز لائرز فورم کے صدر محمد عیسی ملاح نے بتایا کہا ایک سازش کے تحت بدین کی عوام کے وسائل پر قبضہ کرنے اور لوٹ مار کا نظام قائم رکھنے کے لیے پولیس نے بدین کو پولیس اسٹیٹ بنا دیا ہے۔ شہر میں ایک ماہ سے غیر اعلانیہ کرفیو کی صورت حال ہے، چار سو سے زائد افراد پر مقدمات درج ہو چکے ہیں۔ صحافی مرتضی میمن نے بتایا کہ کرپشن کے خلاف خبریں دینے پر پی پی پی کی مقامی قیادت ناراض ہے۔ ذوالفقار مرزا کی سیاست سے ان کا کوئی تعلق نہیں رہا۔ ان پر جو ایف آئی آر درج کی گئی اس کیس میں ان کا نام بھی شامل کیا گیا۔ ایک بیوہ عورت نے بتایا کہ اس کے دو بیٹے بے گناہ چالان کر دیے۔ ایک مزدور بزرگ اسحاق قاضی نے بتایا کہ ان کے بیٹے محمد خان اور اس کے دوست خدا بخش شیدی کو پولیس نے پکڑ کر انسداد دہشت گردی کا جھوٹا مقدمہ درج کر دیا۔ جیئے سندھ محاذ کے امیر آزاد پنھور نے بتایا کہ ایس ایس پی کورائی کے آنے سے پہلے بدین رڑی بیلے کی زمین پر قبضہ کرنے کی لیے انور مجید اور اویس ٹپی نے پولیس کو استعمال کرنا شروع کیا اور مقامی ہاریوں کو مزاحمت کرنے پر تشدد کا نشانہ بنایا اور کمال چانگ بھی اس میں برابر کے شریک تھے۔ زرعی انجینئر عبداللہ چانڈیو نے بتایا کہ ان کے بھتیجے واحد چانڈیو پر پانچ مقدمات درج کیے گئے۔ تاجر ندیم مغل کے رشتیداروں عبدالغفار اور کموں میمن نے بتایا کہ ندیم مغل کی 52 لاکھ کی رقم ایک پستول دو موبائل اور کروڑں روپے کے گاڑیوں کے کاغذات پولیس کے قبضے میں ہیں۔ شہر کے معزز تاجر پر پانچ مقدمات درج ہیں۔ ایوان صحافت کے صدر مصطفیٰ جمالی نے کہا کہ سیاسی مفاد حاصل کرنے کے لیے بدین کی پولیس اسٹیٹ میں تبدیل ہوگئی ہے۔ پریس کلب کے صدر تنویر آرائیں نے کہا کہ صحافیوں کو اپنا کام کرنے سے روکنے کے لیے ضلع میں 5 صحافیوں پر جھوٹے مقدمات درج کیے گئے ہیں۔ صحافی اللہ رکیو نے کہا کہ حکمرانوں نے گزشتہ 7 سالوں میں ضلع بدین کو کچھ نہیں دیا۔ اب لوگوں سے ان کا سکون بھی چھینا جا رہا ہے۔ دوسری طرف ٹنڈو باگو میں وفد کو پنگریو کے گلزار ملاح نے بتایا کہ اس کے والد پناہ ملاح کو 4 دن پہلے بدین پولیس گرفتار کر کے لے گئی مگر آج تک گرفتاری ظاہر نہیں کی۔ ان کے دوسرے بھائیوں شاہ جہاں اور دلدار کی چوہڑ جمالی تھانے میں چوری کے کیس میں گرفتاری ظاہر کی۔ الیاس بھان نے کہا کہ مرزا کے حامی دلبر سندھی، ارشاد خواجہ، فیصل چیمہ، سکندر میمن، مختیار، پتافی اور دوسرے شہریوں پر مقدمات درج کراوئے گئے۔ جہاں خان کھوسو نے کہا کہ مرزا کے حامی جن کے نام پینا فلیکس پر درج تھے ان کے خلاف بھی مقدمات درج کروائے گئے۔ پریس کلب ٹنڈو باگو کے صدر نصراللہ جروار اور سیکریٹری امین سندھی نے وفد کو خوش آمدید کہا اور ٹنڈو باگو کی صورت حال کے بارے میں تفصیل سے آگاہ کیا۔ صحافی ہاشم میمن نے بتایا کہ ان کے بیٹے ممتاز میمن کے خلاف پولیس نے بے گناہ مقدمہ درج کیا۔ صحافیوں نے بتایا کہ پی پی پی کے مقامی قیادت اور ایس ایس پی خالد مصطفیٰ کورائی نے پیغام دیا کہ اگر صحافی ذوالفقار مرزا کو دی گئی کوریج کے لیے تحریری طور پر معذرت جمع کروادیں تو ان صحافیوں کے نام مقدمات سے خارج کر دیے جائیں گے۔ صحافیوں نے اس پیش کش کو مسترد کرتے ہوئے مطالبہ کیا ہے کہ ان پر لگائے گئے الزامات کی تحقیقات کے لئے جوڈیشل کمیشن قائم کیا جائے۔

(ایچ آر سی پی، اسپیشل ٹاسک فورس، حیدر آباد)

قوم پرست سیاسی رہنما کی جبری گمشدگی

کراچی 10 جون کو پاکستان کے صوبہ سندھ کے نامور تاریخ نویس اور مصنف عطا محمد بھنبھرو کے فرزند اور جیے سندھ متحدہ محاذ کے رہنما راجہ داہر کی مبینہ جبری گمشدگی کا واقعہ پیش آیا ہے۔ شبہ ہے کہ وہ قانون نافذ کرنے والے اداروں کی تحویل میں ہیں۔ عطا محمد بھنبھرو سندھ کی تاریخ کے موضوع پر 40 سے زائد کتابوں کے مصنف اور مترجم ہیں۔ انھوں نے سنہ 2012 میں صدارتی ایوارڈ لینے سے انکار کر دیا تھا، ان کا کہنا ہے کہ ان کا بیٹا راجہ داہر گاؤں میں زمینیں سنبھالتا ہے اور 4 جون کی شب قانون نافذ کرنے والے اداروں نے ان کے گاؤں بچل بھنبھرو کا محاصرہ کر کے ان کے بیٹے کو حراست میں لے لیا اور آنکھوں پر پٹی باندھ کر اپنے ساتھ لے گئے۔ عطا محمد بھنبھرو کا دعویٰ ہے کہ ان کا بیٹا کبھی مجرمانہ کارروائی میں ملوث نہیں رہا بلکہ وہ ایک سنجیدہ قوم پرست سیاسی کارکن ہے اور اس پر کوئی مقدمہ بھی درج نہیں۔ انھوں نے خدشہ ظاہر کیا کہ ان کے نوجوان بیٹے کو جعلی مقابلے میں ہلاک کر دیا جائے گا یا تشدد میں ہلاک کر کے مسخ شدہ لاش پھینک دی جائے گی جیسا کہ اس سے پہلے بھی قوم پرست کارکنوں کے ساتھ کیا گیا ہے۔ واضح رہے کہ پاکستان کی حکومت نے جیے سندھ متحدہ محاذ کو کالعدم قرار دیا ہے اور تنظیم کا سربراہ شفیع برفت پولیس کو مطلوب انتہائی ملزمان میں شامل ہے۔ یاد رہے کہ گذشتہ سال دسمبر میں جیے سندھ متحدہ محاذ کے چھ لاپتہ کارکنوں کی مسخ شدہ لاشیں برآمد ہوئی تھیں۔ ان ہی دنوں میں ایک زخمی الہ ودھایو مہر کو سادہ کپڑوں میں ملبوس لوگ کراچی سول ہسپتال سے لے گئے تھے جو تا حال لاپتہ ہے۔ اسی طرح کملیش کمار نامی طالب علم کا بھی کوئی پتہ نہیں چل سکا ہے۔ ایس پی خیر پور ساجد کھوکھر کا کہنا ہے کہ راجہ داہر کی گمشدگی کے حوالے سے ان کے والدین نے پولیس سے کوئی رابطہ نہیں کیا۔ انھوں نے بتایا کہ سیٹھارجا کے علاقے میں ریلوے ٹریک سے ایک بم برآمد کیا گیا تھا۔ ہوسکتا ہے کہ قانون نافذ کرنے والے اداروں نے اس الزام میں راجہ داہر کو تحویل میں لیا ہو لیکن وہ اس بارے میں وثوق سے کچھ نہیں کہہ سکتے۔ ایس پی ساجد کھوکھر کا کہنا تھا کہ سنہ 2007 میں بھی اسی نوعیت کے الزام میں راجہ داہر کی گرفتاری عمل میں آئی تھی لیکن بعد میں انھیں رہا کر دیا گیا۔ بقول ان کے راجہ داہر کا تعلق جیے سندھ متحدہ محاذ شفیع برفت گروپ سے ہے جو ریلوے لائنوں پر دھماکوں میں ملوث رہا ہے۔ دوسری جانب جیے سندہ متحدہ محاذ کے جنرل سیکریٹری سجاد شر کا کہنا ہے کہ ان کی تنظیم نے 30 اگست کو 'سندھ آزادی چاہتا ہے' کے نام سے حیدر آباد میں مارچ کا اعلان کیا تھا، جس کے بعد ریلوے لائنوں پر دھماکوں کو جواز بنا کر ان کے کارکنوں کے خلاف کارروائی کی جا رہی ہے۔ سجاد شر کے مطابق راجہ داہر کے علاوہ خیر پور سے ہی ان کے بزرگ چچا قادر بخش، کزن نثار شر، حیدر آباد سے جمی تنیو اور عرفان جمالی نامی کارکنوں کو بھی حراست میں لیا گیا ہے جن کا تا حال کوئی پتہ نہیں چل سکا۔ جیے سندھ متحدہ محاذ کے کارکنوں کی گرفتاریوں کے بارے میں شفیع برفت نے ایک بیان میں کہا ہے کہ وہ قومی آزادی کو سندھی قوم کی تقدیر سمجھتے ہیں اس لیے ریاستی ادارے کوئی بھی رویہ روا رکھیں، وہ اپنی منزل کی طرف قدم اٹھاتے رہیں گے۔ شفیع برفت کا کہنا تھا کہ وہ موجودہ صوبائی حکومت کو بھی ریاستی اداروں کے مظالم میں برابر کا شریک سمجھتے ہیں۔ دوسری جانب سندھ میں ادیبوں اور مصنفوں کی تنظیم سندھی ادبی سنگت نے بھی عطا محمد بھنبھرو کے بیٹے کی جبری گمشدگی کی مذمت کی ہے اور مطالبہ کیا ہے کہ اگر راجہ داہر کسی غیر قانونی سرگرمی میں ملوث ہیں تو انھیں عدالت میں پیش کیا جائے۔

(بشکریہ بی بی سی اردو)

خودکشی کے واقعات

مختلف اخبارات میں شائع ہونے والی خبروں اور جہدحق کے نامہ نگاروں کی جانب سے بھجوائی گئی رپورٹوں کے مطابق 25 مئی سے 25 جون تک کے دوران ملک بھر میں 195 افراد نے خودکشی کر لی۔ خودکشی کرنے والوں میں 59 خواتین شامل تھیں۔ اسی عرصہ کے دوران 43 افراد نے خودکشی کرنے کی کوشش کی جنھیں بروقت طبی امداد دے کر بچالیا گیا۔ اقدام خودکشی کرنے والوں میں 17 خواتین شامل ہیں۔ اعداد وشمار کے مطابق خودکشی کرنے والوں میں 110 افراد نے گھریلو جھگڑوں ومسائل سے تنگ آ کر اور 23 نے معاشی تنگدستی سے مجبور ہوکر خودکشی کر لی۔ خودکشی کے واقعات میں 97 نے زہر کھا/پی کر، 48 نے خود کو گولی مار کر اور 22 نے گلے میں پھندا ڈال کر جان دے دی۔ خودکشی اور اقدام خودکشی کے 238 واقعات میں سے صرف 21 واقعات کی ایف آئی آر درج ہوئی۔

تاریخ	نام	جنس	عمر		ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
25 مئی	عاشر مسیح	مرد	-	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	گاؤں جے سنگھ والا، فیروز والا	-	روزنامہ دنیا
25 مئی	-	مرد	25 برس	-	غیرشادی شدہ	-	زہرخورانی	میو ہسپتال، لاہور	-	روزنامہ مشرق
25 مئی	حزب اللہ چاچڑ	مرد	-		-	گھریلو جھگڑا	ٹرین تلے آ کر	پنوعاقل، سکھر۔ سندھ	-	روزنامہ کاوش
25 مئی	سجاد علی راجپر	مرد	15 برس		غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	نہر میں کودکر	نوشہروفیروز۔ سندھ	-	روزنامہ کاوش
25 مئی	-	مرد	-		-	-	ٹرین تلے آ کر	گاڑھی پل، خیرپورمیرس۔ سندھ	-	روزنامہ کاوش
25 مئی	عبدالغفور مغیری	مرد	20 برس		-	گھریلو جھگڑا	-	لالورائنک، قمبر۔ سندھ	-	روزنامہ کاوش
26 مئی	خوشحال	مرد	-	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	ساڑوشاہ، تخت بھائی، مردان	درج	روزنامہ ایکسپریس
26 مئی	ثمینہ بی بی	خاتون	-	-	غیرشادی شدہ	ذہنی معذوری	خودکو گولی مارکر	ڈوگر عمرزئی، بنوں	-	روزنامہ ایکسپریس
26 مئی	مجاہد	مرد	-	-	غیرشادی شدہ	-	زہرخورانی	گاؤں چھینی قاسم، حافظ آباد	-	روزنامہ نئی بات
26 مئی	طالب حسین	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	چھت سے کودکر	241 رب، فیصل آباد	-	روزنامہ نئی بات
26 مئی	محمد حسن	مرد	-	-	شادی شدہ	معاشی حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	بادامی باغ، لاہور	-	روزنامہ نئی بات
26 مئی	آصف مسیح	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	بستی صدیق آباد، پھولنگر	-	روزنامہ نوائے وقت
26 مئی	-	مرد	-	-	-	-	ٹرین تلے آ کر	کامونکی	-	روزنامہ نوائے وقت
26 مئی	سفیان	مرد	-	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	242 گ ب، فیصل آباد	-	روزنامہ نوائے وقت
26 مئی	یونس	مرد	-	-	غیرشادی شدہ	بیروزگاری سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	چک 55 ج ب، فیصل آباد	-	روزنامہ نوائے وقت
26 مئی	عابد سرور	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	کوٹھی جنڈا سنگھ، فیصل آباد	-	روزنامہ نوائے وقت
26 مئی	عبدالحمید	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	قصبہ ڈھاکہ، جہان آباد	-	روزنامہ جنگ
26 مئی	نعیم سرور	مرد	-	-	-	-	خودکو جلاکر	محلّہ حسین شاہ، کمالیہ	-	روزنامہ جنگ
26 مئی	فرہاد	مرد	-	-	غیرشادی شدہ	-	زہرخورانی	شکرگڑھ	-	روزنامہ نوائے وقت
26 مئی	امیرحمزہ بنگلانی	مرد	18 برس	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گوٹھ فیض محمد کھوسو، ٹھل، جیکب آباد	-	روزنامہ کاوش
27 مئی	محمد صادق واٹیو	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	نہر میں کودکر	نزدہنگورجہ، خیرپورمیرس۔ سندھ	-	روزنامہ کاوش
27 مئی	خاتون کلہوڑو	خاتون	24 برس	-	شادی شدہ	ذہنی معذوری	خودکو گولی مارکر	سگیوں، ہنگورجہ، خیرپورمیرس	-	روزنامہ کاوش
27 مئی	سمیع اللہ	مرد	-	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	کوچیانو ڈاگ، تخت بھائی، مردان	درج	روزنامہ ایکسپریس
27 مئی	نیامت	خاتون	65 برس	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	راجہ جنگ، قصور	-	روزنامہ نوائے وقت
27 مئی	عثمان	مرد	22 برس	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	کامونکی	-	روزنامہ نوائے وقت
27 مئی	ثمرہ بتول	خاتون	14 برس	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ریلوے قبرستان، کندیاں	-	روزنامہ نوائے وقت
27 مئی	قیصر	مرد	25 برس	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	جھمرہ روڈ، چنیوٹ	-	روزنامہ نوائے وقت
27 مئی	-	خاتون	20 برس	-	-	-	ٹرین تلے آ کر	ستارہ کالونی پھاٹک، فیصل آباد	-	روزنامہ نوائے وقت
27 مئی	-	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	تخت بھائی، مردان	-	روزنامہ نوائے وقت
27 مئی	شازیہ	خاتون	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ڈال موڑ، جھنگ	-	روزنامہ جنگ

تاریخ	نام	جنس	عمر		ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
27مئی	وقار	بچہ	13برس	بچہ	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	ٹرین تلے آ کر	ریلوے پھاٹک، سانگلہ ہل	-	روزنامہ جنگ
28مئی	ارشاد	مرد	30برس	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چک223ج ب، بھوآنہ	-	روزنامہ جنگ
28مئی	-	خاتون	40برس	-	-	-	ٹرین تلے آ کر	الہ آباد، وزیرآباد	-	روزنامہ جنگ
29مئی	شہاب الدین	بچہ	-	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	مہمند ایجنسی	-	روزنامہ جنگ
29مئی	عمران	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	مہمند ایجنسی	-	روزنامہ جنگ
29مئی	شہناز	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	پوٹھہ، جوہرآباد	-	روزنامہ جنگ
29مئی	اصغرعلی	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکوگولی مارکر	چناب نگر	-	روزنامہ نئی بات
29مئی	عمردراز	مرد	30برس	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گاؤں223، چناب نگر	-	روزنامہ نئی بات
29مئی	شمیم	خاتون	-	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گاؤں کالا خطائی، نارنگ منڈی	-	روزنامہ نئی بات
30مئی	نورالحسن	مرد	22برس	-	غیرشادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	ٹمپل روڈ، لاہور	-	روزنامہ جنگ
30مئی	نجمہ بی بی	خاتون	16برس	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکوجلاکر	حجرہ شاہ مقیم	-	روزنامہ جنگ
30مئی	علی شیر	مرد	-	-	-	-	خودکوگولی مارکر	ساہی والا، گڑھ مہاراجہ	-	روزنامہ نوائے وقت
30مئی	اعجاز	مرد	60برس	-	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	چیمہ کالونی، سرگودھا	-	روزنامہ نئی بات
30مئی	شعبان علی زرداری	مرد	26برس		شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکوگولی مارکر	اریگیشن کالونی مورو، نوشہروفیروز	-	روزنامہ کاوش
31مئی	عثمان	مرد	-	-	شادی شدہ	-	خودکوگولی مارکر	موضع راکھ، قصور	-	روزنامہ دنیا
31مئی	سمیرا	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	دھلے، گوجرانوالہ	-	روزنامہ نوائے وقت
31مئی	سچل خاتون بھٹی	خاتون	65برس		شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گوٹھ حسن آباد، ٹھل، جیکب آباد	-	روزنامہ کاوش
31مئی	فقیرمحمد مگسی	مرد	15برس		-	-	پھندالےکر	گوٹھ میراں مگسی، بہرام، قمبر	-	روزنامہ کاوش
یکم جون	کاشف	مرد	15برس	-	غیرشادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	پھندالےکر	مانہ احمدانی	-	روزنامہ ملتان
یکم جون	ملتان خان	مرد	-	-	شادی شدہ	-	خودکوگولی مارکر	میاں پکھی، وہاڑی	-	روزنامہ جنگ ملتان
یکم جون	شاہ محمد بہلیم	مرد	30برس		-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گوٹھ بہلیم، گمبٹ، خیرپورمیرس	-	روزنامہ کاوش
یکم جون	رمضان	مرد	28برس	-	-	-	خودکوگولی مارکر	شفیق آباد، لاہور	-	روزنامہ نیوز
یکم جون	-	خاتون	15برس	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	کھٹیالہ شیخاں	-	روزنامہ جنگ
یکم جون	بسم اللہ خان	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	خودکوگولی مارکر	منگل بی بی، کوہاٹ	-	روزنامہ نئی بات
یکم جون	ملتان خان	مرد	-	-	-	-	خودکوگولی مارکر	میاں پکھی، وہاڑی	-	روزنامہ خبریں
یکم جون	محمد انور	مرد	-	-	شادی شدہ	غربت سے دلبرداشتہ ہوکر	زہرخورانی	پل سکول بازار، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں
یکم جون	شیریں بی بی	خاتون	54برس	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چک54پی، رحیم یارخان	-	روزنامہ بات
2جون	محمد اقبال	مرد	-	-	شادی شدہ	معاشی حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	محلہ سنبلاں والا، کندیاں	-	روزنامہ نوائے وقت
2جون	-	خاتون	-	-	شادی شدہ	معاشی حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	گاؤں92/15ایل، میاں چنوں	-	روزنامہ نوائے وقت
2جون	اویس	مورد	18برس	-	غیرشادی شدہ	معاشی حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	محلہ مستریاں، چونیاں	-	روزنامہ جنگ
2جون	فیاض	مرد	-	-	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	فاروق آباد	-	روزنامہ جنگ
2جون	محمد محمود	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ڈومیلی کوالی، دینہ	-	روزنامہ جنگ
2جون	ارم پرویز	خاتون	15برس	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چک328ج ب، ٹوبہ ٹیک سنگھ	-	روزنامہ نیوز
2جون	اللہ رکھی	خاتون	18برس	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	نہرمیں کودکر	24/2آر، اوکاڑہ	-	روزنامہ نئی بات
2جون	عبدالحنان	مرد	25برس	-	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	فتح پورروڈ علی پور	-	روزنامہ جنگ ملتان

تاریخ	نام	جنس	عمر		ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
2جون	مریم	خاتون	-	-	شادی شدہ	-	خودکوجلاکر	سکندرآباد	-	روزنامہ جنگ ملتان
3جون	ماجد	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	شیرگڑھ،میلسی	-	روزنامہ جنگ ملتان
3جون	رمضان	مرد	-	-	-	بیروزگاری سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	چک140،رحیم یارخان	-	روزنامہ جنگ ملتان
4جون	انیس	مرد	25برس	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکوگولی مارکر	کھرڑیانوالہ،فیصل آباد	-	روزنامہ نئی بات
4جون	مافیا	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندالےکر	گاؤں 9/14ایل،چیچہ وطنی	-	روزنامہ نئی بات
4جون	وارث	مرد	-	-	شادی شدہ	غربت سے دلبرداشتہ ہوکر	خودکوجلاکر	گاؤں ملیرووال،نارنگ منڈی	-	روزنامہ نوائے وقت
4جون	عامر	مرد	16برس	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	نہرمیں کودکر	وانڈھی گھنڈوالی،میانوالی	-	روزنامہ نوائے وقت
4جون	شعیب	مرد	-	-	غیرشادی شدہ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	خودکوگولی مارکر	وہاڑی	-	روزنامہ ایکسپریس
4جون	محمدزر	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکوگولی مارکر	چپڑیال،تحصیل مٹہ،سوات	درج	روزنامہ آج
4جون	جاوید	مرد	34برس	-	شادی شدہ	معاشی حالات سے دلبرداشتہ	خودکوگولی مارکر	بستی غریب آباد،مخدوم رشید	درج	روزنامہ جنگ ملتان
5جون	عمران	مرد	26برس	-	-	گھریلوحالات سے دلبرداشتہ	خودکوگولی مارکر	مدن پورہ،فیصل آباد	-	روزنامہ نئی بات
5جون	آمنہ	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلوحالات سے دلبرداشتہ	پھندالےکر	گاؤں دھوپ سڑی،ننکانہ	-	روزنامہ دنیا
5جون	محمدعمران	مرد	25برس	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکوگولی مارکر	فیصل آباد	-	روزنامہ جنگ
5جون	اجمل	مرد	23برس	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ناظم آباد،فیصل آباد	-	روزنامہ جنگ
5جون	-	مرد	26برس	-	غیرشادی شدہ	-	پھندالےکر	مظفرکالونی،فیصل آباد	-	روزنامہ جنگ
5جون	ت	خاتون	-	-	شادی شدہ	-	پھندالےکر	سرگودھا	-	روزنامہ جنگ
05جون	مست علی بھٹی	مرد	18برس	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	سجاول جونیجو،قمبر	-	روزنامہ کاوش
06جون	غلام مصطفیٰ	مرد	16برس	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	مناواں،لاہور	-	روزنامہ جنگ
06جون	-	مرد	-	-	-	-	نہرمیں کودکر	جھال روڈ،ساہیوال	-	روزنامہ جنگ
06جون	لیاقت	مرد	42برس	-	-	-	پھندالےکر	سرائے عالمگیر	-	روزنامہ جنگ
07جون	شاہ ابرام	مرد	35برس	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چک204ر ب،فیصل آباد	-	روزنامہ نوائے وقت
07جون	اسلم	مرد	-	-	-	غربت سے دلبرداشتہ	ٹرین تلے آکر	گاؤں ننگل ساہداں،مریدکے	-	روزنامہ نئی بات
07جون	رحمت بی بی	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	صحبت کلے،رساپور،نوشہرہ	درج	روزنامہ آج
07جون	حفیظ احمد	مرد	19برس	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	جلال پور	-	روزنامہ جنگ ملتان
08جون	فریدہ خاصخیلی	خاتون	-		شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	-	تھری میرواہ،خیرپورمیرس۔سندھ	-	روزنامہ کاوش
08جون	نرگس	خاتون	-	-	غیرشادی شدہ	-	دریامیں کودکر	مانکیال،بحرین،سوات	درج	روزنامہ آج
08جون	س	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	شل بنڈ،تحصیل کبل،سوات	درج	روزنامہ آج
8جون	ارم	خاتون	-	-	غیرشادی شدہ	-	زہرخورانی	مرادکالونی،فیصل آباد	-	روزنامہ نئی بات
8جون	فیصل	مرد	18برس	-	غیرشادی شدہ	-	نہرمیں کودکر	چک182 گ ب،فیصل آباد	-	روزنامہ نئی بات
8جون	علی رضا	مرد	27برس	-	غیرشادی شدہ	-	زہرخورانی	301ج ب،گوجرہ	-	روزنامہ نئی بات
8جون	کھول کوہلی	مرد	40برس	-	شادی شدہ	بیروزگاری سے دلبرداشتہ	پھندالےکر	گاؤں فوٹوچنگ،بدین	-	کرچی ڈان
8جون	ناجوکوہلی	خاتون	35برس	-	شادی شدہ	بیروزگاری سے دلبرداشتہ	پھندالےکر	گاؤں فوٹوچنگ،بدین	-	کراچی ڈان
8جون	-	بچہ	10برس	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	-	ہربنس پورہ،لاہور	-	روزنامہ خبریں
8جون	محمدرمضان	مرد	30برس	-	-	بیروزگاری سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	موضع مکھن بیلہ،رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں
8جون	رضیہ	خاتون	14برس	-	غیرشادی شدہ	جبری شادی پردلبراشتہ ہوکر	زہرخورانی	رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں

تاریخ	نام	جنس	عمر		ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
9جون	فاخرہ	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ساہووالا،سمبڑیال	-	روزنامہ جنگ
9جون	م	خاتون	-	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکوگولی مارکر	چک17ایم بی،خوشاب	-	روزنامہ نئی بات
9جون	ظفر	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکوگولی مارکر	گاؤں ڈھول بھنڈر،وادی سون	-	روزنامہ نئی بات
9جون	شکیل احمد	مرد	-	-	-	معاشی حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	چک123پ،رحیم یارخان	-	روزنامہ جنگ ملتان
9جون	پروین بی بی	خاتون	-	-	شادی شدہ	معاشی حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	بستی ٹاہلی والا،علی پور	-	روزنامہ جنگ ملتان
9جون	اللہ بخش	مرد	56برس	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندالےکر	مٹھن کوٹ،راجن پور	-	روزنامہ جنگ ملتان
10جون	عرفان علی	مرد	-	-	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	منٹگمری بازار،فیصل آباد	-	روزنامہ نیوز
10جون	احسان الحق	مرد	22برس	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکوگولی مارکر	چک38ج ب،فیصل آباد	-	روزنامہ نئی بات
10جون	نوراحمد	مرد	-	-	شادی شدہ	-	پھندالےکر	قصبہ خیرپور،اوکاڑہ	-	روزنامہ نئی بات
10جون	اقراء بی بی	خاتون	16برس	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گاؤں بیڑےوالا،ننکانہ	-	روزنامہ جنگ
10جون	اللہ ودھایوسومرو	مرد	23برس	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گوٹھ مبارک چنڑ،میرپورماتھیلو	-	روزنامہ کاوش
10جون	عارف	مرد	-	-	غیرشادی شدہ	ذہنی معذوری	خودکوگولی مارکر	میاں عیسیٰ شیرگڑھ،مردان	درج	روزنامہ ایکسپریس
10جون	تہمینہ	خاتون	15برس	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکوگولی مارکر	کوٹلہ دیوان،محمدپوردیوان	درج	روزنامہ جنگ ملتان
11جون	فضل ضمیر	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکوگولی مارکر	بالاگڑھی،مردان	درج	روزنامہ آج
12جون	آصف	مرد	16برس	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چک118دس آر،جہانیاں	درج	روزنامہ جنگ ملتان
12جون	-	خاتون	15برس	-	غیرشادی شدہ	-	زہرخورانی	وڈانہ،قصور	-	روزنامہ جنگ
12جون	فوزیہ	خاتون	35برس	-	شادی شدہ	معاشی حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	ایوب کالونی،فیصل آباد	-	روزنامہ جنگ
12جون	-	خاتون	40برس	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ایوب کالونی،سرگودھا	-	روزنامہ جنگ
12جون	ساجد	مرد	20برس	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکوگولی مارکر	گاؤں34شمالی،سرگودھا	-	روزنامہ جنگ
12جون	ماجد	مرد	-	-	-	-	خودکوگولی مارکر	سمن آباد،لاہور	-	روزنامہ خبریں
13جون	قمرعلی	مرد	30برس	-	-	-	-	بندروڈ،لاہور	-	روزنامہ خبریں
13جون	مصطفیٰ	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	کلاں ورکاں،شیخوپورہ	-	روزنامہ جنگ
13جون	آسیہ بی بی	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	محلّہ غوثیہ پارک،ہڑپہ	-	روزنامہ جنگ
13جون	فاطمہ	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گوجرانوالا	-	روزنامہ جنگ
13جون	ل	خاتون	-	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکوگولی مارکر	غریب آباد،چارسدہ	درج	روزنامہ ایکسپریس
14جون	امین	مرد	-	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	لودھراں	-	روزنامہ جنگ ملتان
14جون	طاہرہ	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	محمودبوٹی،لاہور	-	روزنامہ ڈان
14جون	عمران	مرد	30برس	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ہنجروال،لاہور	-	روزنامہ نئی بات
15جون	اللہ دتہ	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندالےکر	چک67گ ب،فیصل آباد	-	روزنامہ نوائے وقت
15جون	پروین بی بی	خاتون	-	-	شادی شدہ	-	پھندلےکر	اچھرہ،لاہور	-	روزنامہ نیوز
15جون	رانی بی بی	خاتون	27برس	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چک414گ ب،فیصل آباد	-	روزنامہ نئی بات
15جون	-	مرد	-	-	-	-	پھندالےکر	مچھ جیل	-	پاکستان ٹائمز
15جون	فقیرمحمدمگسی	مرد	30برس	-	-	بیروزگاری سے دلبرداشتہ ہوکر	خودکوگولی مارکر	گوٹھ صفدرعمرانی،گڑھی خیرو	-	روزنامہ کاوش
15جون	محمداللہ	مرد	-	-	غیرشادی شدہ	-	پھنداڈال کر	مچھ جیل،بولان	درج	روزنامہ انتخاب
15جون	راحب ڈاتیو	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	خودکوگولی مارکر	گوٹھ علی جی واندھ،بہرام،قمبر	-	روزنامہ کاوش

تاریخ	نام	جنس	عمر		ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
15جون	ص	خاتون	۔	۔	غیرشادی شدہ	۔	خودکوگولی مارکر	خضدار	درج	روزنامہ انتخاب
15جون	وقار	مرد	۔	۔	غیرشادی شدہ	۔	خودکوگولی مارکر	تہکال بالا، پشاور	درج	روزنامہ آج
15جون	روح الامین	مرد	۔	۔	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	خودکوگولی مارکر	نواں کلی، صوابی	درج	روزنامہ آج
15جون	صادق الرحمان	مرد	28برس	۔	شادی شدہ	۔	خودکوگولی مارکر	زرگرانوکلی، شیرگڑھ، مردان	درج	روزنامہ ایکسپریس
15جون	سلیم	مرد	۔	۔	۔	غربت سے دلبرداشتہ ہوکر	زہرخورانی	خانپور، رحیم یارخان	۔	رورزنامہ جنگ
15جون	خلیل احمد	مرد	۔	۔	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	اچ شریف	۔	خواجہ اسداللہ
16جون	عرفان	مرد	30برس	۔	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	353 گ ب، فیصل آباد	۔	پاکستان ٹائمز
16جون	ثاقب	مرد	20برس	۔	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکوگولی مارکر	فیصل آباد		روزنامہ جنگ
16جون	نصرت بی بی	خاتون	۔	۔	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ٹھٹھہ، چنیوٹ		روزنامہ جنگ
16جون	عبداللہ	مرد	۔	۔	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکوگولی مارکر	کوٹلی والا کھوہ، گوجرانوالا		روزنامہ جنگ
16جون	سمیرا	خاتون	۔	۔	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گاؤں ناڑی، جوہرآباد		روزنامہ خبریں
16جون	فیصل	مرد	۔	۔	غیرشادی شدہ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	زہرخورانی	86/6 آر، ساہیوال		روزنامہ جنگ
16جون	اعجاز	مرد	۔	۔	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	بستی لال شاہ، قصور		روزنامہ جنگ
16جون	ن	خاتون	۔	۔	غیرشادی شدہ	۔	خودکوگولی مارکر	گاؤں میاندم، سوات	درج	روزنامہ آج
16جون	محمد امین	مرد	۔	۔	غیرشادی شدہ	۔	خودکوگولی مارکر	سلیمان خیل، بڈھ بیر، پشاور	درج	روزنامہ آج
16جون	محمود علی بنگلانی	مرد	20برس	۔	۔	گھریلو جھگڑا	خودکوگولی مارکر	گوٹھ نورالدین بنگلانی، خانپور	۔	روزنامہ کاوش
16جون	سجاد سولنگی	مرد	16برس	۔	غیرشادی شدہ	۔	زہرخورانی	پیرگوٹھ، خیرپور میرس۔ سندھ	۔	روزنامہ کاوش
17جون	عطاالرحمان	مرد	۔	۔	غیرشادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	خودکوگولی مارکر	ژوب	درج	روزنامہ انتخاب
17جون	ابراہیم لوڈرو	مرد	22برس	۔	۔	۔	پھندا لے کر	گوٹھ لوڈرا، شکارپور۔ سندھ	۔	روزنامہ کاوش
17جون	۔	مرد	۔	۔	۔	۔	نہر میں کودکر	رانی پور، خیرپور میرس۔ سندھ	۔	روزنامہ کاوش
17جون	ناہید خاتون گوپانگ	خاتون	30برس	۔	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گوٹھ جادو واہن، خیرپور میرس	۔	روزنامہ کاوش
17جون	۔	خاتون	35برس	۔	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	خانپور، رحیم یارخان	۔	ایکسپریس ٹریبون
17جون	رابعہ بی بی	خاتون	۔	۔	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گاؤں کالی ویڑ، قصور	۔	روزنامہ دنیا
17جون	۔	مرد	35برس	۔	۔	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گھمنڈی، کندیاں	۔	روزنامہ جنگ
17جون	فیصل	مرد	۔	۔	غیرشادی شدہ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	زہرخورانی	ساہیوال		روزنامہ نئی بات
17جون	اویس	مرد	۔	۔	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	نہر میں کودکر	علی پور، پھولنگر	۔	روزنامہ نئی بات
18جون	حسین	مرد	۔	۔	۔	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	قلعہ احمد آباد، نارووال	۔	روزنامہ جنگ
18جون	رضوان	مرد	23برس	۔	غیرشادی شدہ	۔	پھندا لے کر	نواب ٹاؤن، لاہور	۔	روزنامہ نوائے وقت
18جون	عبداللہ	مرد	60برس	۔	۔	بیماری سے دلبرداشتہ ہوکر	خودکوگولی مارکر	کوٹلی والا کھوہ، گوجرانوالا	۔	روزنامہ خبریں
18جون	لالہ مقصود	مرد	48برس	۔	شادی شدہ	۔	پھندا لے کر	حویلی لکھا	۔	روزنامہ نوائے وقت
18جون	اختر	مرد	۔	۔	شادی شدہ	معاشی حالات سے دلبرداشتہ	خودکوگولی مارکر	محلّہ چوک سراجاں، پنڈی بھٹیاں	۔	روزنامہ نوائے وقت
18جون	مرادعلی جتوئی	مرد	18برس	۔	۔	گھریلو پریشانی	خودکوگولی مارکر	گوٹھ جوگی، خانپور، شکارپور	۔	روزنامہ کاوش
20جون	ثوبیہ کلہوڑو	بچی	10برس	۔	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گوٹھ عبدالکریم، خانواہن	۔	روزنامہ کاوش
21جون	عباس علی	مرد	۔	۔	شادی شدہ	معاشی حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	مبارک آباد، مریدکے	۔	روزنامہ نئی بات
21جون	نواب بی بی	خاتون۔	۔	۔	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	نہر میں کودکر	گاؤں گھنوں بھٹیاں، ساہیوال	۔	روزنامہ نئی بات

تاریخ	نام	جنس	عمر		ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
21جون	یونس	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	ٹوبہ ٹیک سنگھ	-	روزنامہ نوائے وقت
21جون	حیدر	مرد	-	-	غیر شادی شدہ	غربت سے دلبرداشتہ ہو کر	پھندا لے کر	منڈیانوالہ، پتوکی	-	روزنامہ جنگ
22جون	سونی کوہلی	خاتون	-		شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	پیر گوٹھ، خیر پور میرس۔سندھ	-	روزنامہ کاوش
22جون	اقصیٰ	خاتون	-	-	غیر شادی شدہ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	زہرخورانی	گلشن اقبال، رحیم یار خان	-	روزنامہ جنگ
22جون	فرزانہ	خاتون	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	میانوالی قریشیاں، رحیم یارخان	-	روزنامہ جنگ
22جون	عنصر	مرد	-	-	غیر شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	قصبہ دوآنہ، ساہیوال	-	روزنامہ جنگ
22جون	اعظم	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	خود کو گولی مار کر	گاؤں جوئیہ، جوہرآباد	-	روزنامہ جنگ
22جون	شفیق	مرد	-	-	غیر شادی شدہ	بیروزگاری سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	قصور	-	روزنامہ نوائے وقت
22جون	اشرف	مرد	50برس	-	غیر شادی شدہ	-	پھندا لے کر	بہاولنگر	-	روزنامہ نوائے وقت
22جون	ساجد	مرد	20برس	-	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	سرگودھا	-	روزنامہ نوائے وقت
23جون	عاصم	مرد	-	-	غیر شادی شدہ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	پھندا لے کر	مناواں، لاہور	-	روزنامہ دنیا
23جون	-	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	کوٹ پان، رساپور	-	روزنامہ دنیا
23جون	محمد علی	مرد	-	-	-	-	خود کو گولی مار کر	منگلور، سوات	-	روزنامہ دنیا
23جون	-	خاتون	-	-	شادی شدہ	معاشی حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	مبارک آباد، مریدکے	-	روزنامہ ایکسپریس
23جون	مہناز	خاتون	-	-	-	-	زہرخورانی	کوٹ کرم خان، رحیم یارخان	-	روزنامہ جنگ ملتان
23جون	تجانی مائی	خاتون	-	-	-	-	زہرخورانی	کوٹلہ حیات، رحیم یارخان	-	روزنامہ جنگ ملتان
23جون	نوید	مرد	-	-	-	-	زہرخورانی	بستی جھلنی، رحیم یارخان	-	روزنامہ جنگ ملتان
23جون	محمد عامر	مرد	-	-	-	-	زہرخورانی	لاڑاں، رحیم یارخان	-	روزنامہ جنگ ملتان
24جون	ریاض	مرد	-	-	-	-	زہرخورانی	نواں کوٹ، رحیم یارخان	-	روزنامہ جنگ ملتان
24جون	تنویر احمد	مرد	-	-	-	-	زہرخورانی	مسلم کالونی، رحیم یارخان	-	روزنامہ جنگ ملتان
25جون	شاہد اقبال	مرد	-	-	-	-	زہرخورانی	شاہی روڈ، رحیم یارخان		روزنامہ جنگ ملتان
25جون	نزاکت	مرد	-	-	-	-	زہرخورانی	صادق آباد		روزنامہ جنگ ملتان
25جون	عارف	مرد	-	-	-	-	زہرخورانی	اڈا گلبرگ، رحیم یارخان		روزنامہ جنگ ملتان
25جون	شاہینہ	خاتون	-	-	-	-	زہرخورانی	رحیم یارخان	-	روزنامہ جنگ ملتان

اقدام خودکشی:

تاریخ	نام	جنس	عمر		ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
24مئی	شیرخان جاگیرانی	مرد	-		-	پسند کی شادی نہ ہونے پر	خود کو گولی مار کر	لاڑکانہ۔سندھ	-	روزنامہ کاوش
26مئی	رضوان	خواجہ سرا	-	-	-	-	زہرخورانی	گاؤں چھنی قاسم، حافظ آباد	-	روزنامہ نئی بات
26مئی	سمیراں بی بی	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	387 گ ب، فیصل آباد	-	روزنامہ نوائے وقت
30مئی	خالدہ	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	پرانی انارکلی، لاہور	-	روزنامہ خبریں
31مئی	حوراں خاتوں میرانی	خاتون	18برس		-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گوٹھ گاہیجہ، مدیجی، شکارپور	-	روزنامہ کاوش
31مئی	عابد	مرد	-	-	-	معاشی حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	ہنجروال، لاہور	-	روزنامہ جنگ
یکم جون	ثناء بی بی	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو جلا کر	بستی ملوک، ملتان	-	روزنامہ خبریں

تاریخ	نام	جنس	عمر		ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
3جون	صباء	خاتون	-	-	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	بڈی کمبواں، قصور	-	روزنامہ نئی بات
4جون	مقدس	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	جھنگ بازار، فیصل آباد	-	روزنامہ نئی بات
4جون	مافیا	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گاؤں دولے والا، قصور	-	روزنامہ دنیا
5جون	سرفراز	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکوجلاکر	ہنجروال، لاہور	-	روزنامہ ایکسپریس
06جون	معشوق علی	مرد	-		-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	کنب، خیر پورمیرس۔سندھ	-	روزنامہ کاوش
07جون	نصراللہ	مرد	-	-	شادی شدہ	-	-	حب	درج	روزنامہ انتخاب
08جون	سعیدہ لوڈرو	خاتون	23برس		شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	احمد پور، خیر پورمیرس۔سندھ	-	روزنامہ کاوش
9جون	محمد فرید	مرد	-	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	پاکپتن	-	روزنامہ نیوز
9جون	ارشد	مرد	20برس	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	پاکپتن	-	روزنامہ نیوز
9جون	اللہ رکھا	مرد	22برس	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	پاکپتن	-	روزنامہ نیوز
08جون	موراں چانڈیو	خاتون	28برس	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چانڈیو گوٹھ، خیرپورمیرس۔سندھ	-	روزنامہ کاوش
08جون	راحب کٹوہر	مرد	25برس	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	سٹھیو واہ، خیرپورمیرس۔سندھ	-	روزنامہ کاوش
11جون	حمیرا بی بی	خاتون	32برس	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	بنی پورڈیک، ننکانہ	-	روزنامہ دنیا
11جون	تنویر احمد جوگی	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گوٹھ سارنگ جوگی، ٹھری میرواہ	-	روزنامہ کاوش
12جون	عبدالقیوم ناریجو	مرد	-	-	-	پسند کی شادی نہ ہونے پر	زہرخورانی	پیرجو گوٹھ، خیرپورمیرس	-	روزنامہ کاوش
12جون	محمد ہاشم گھوٹو	مرد	-	-	-	بے روزگاری سے دلبرداشتہ ہوکر	زہرخورانی	اناج منڈی گھوٹکی۔سندھ	-	روزنامہ کاوش
12جون	اعجاز علی سیال	مرد	35برس	-	شادی شدہ	بے روزگاری سے دلبرداشتہ ہوکر	زہرخورانی	گوٹھ گل محمد کھوسو، لاڑکانہ۔سندھ	-	روزنامہ کاوش
13جون	زبیر علی باریچو	مرد	25برس	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گوٹھ ستابو، گمبٹ، خیرپورمیرس	-	روزنامہ کاوش
13جون	امتیاز دستی	مرد	-	-	-	پسند کی شادی نہ ہونے پر	زہرخورانی	گوٹھ ڈاتو دستی، ٹھری میرواہ	-	روزنامہ کاوش
15جون	محمد عمر عمرانی	مرد	20برس	-	-	گھریلو جھگڑا	خودکوگولی مارکر	گوٹھ سوجھرو عمرانی، جیکب آباد	-	روزنامہ کاوش
15جون	ارسلان	مرد	22برس	-	غیرشادی شدہ	بیروزگاری سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	ایوب ریسرچ، فیصل آباد	-	روزنامہ نئی بات
18جون	پروین مگنہار	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	چھت سے کودکر	نگر محلہ ڈہرکی، گھوٹکی۔سندھ	-	روزنامہ کاوش
18جون	کونج کھہڑو	خاتون	16برس	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گمبٹ، خیرپورمیرس۔سندھ	-	روزنامہ کاوش
18جون	وزیراں بی بی	خاتون	60برس	-	شادی شدہ	ذہنی معذوری	نہر میں کودکر	کالونی ہیڈ، جوہرآباد	-	روزنامہ نئی بات
18جون	سفیان علی	مرد	13برس	بچہ	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	حدوکے، مریدکے	-	روزنامہ نئی بات
19جون	-	خاتون	24برس	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	جوکالیاں، منڈی بہاؤالدین	-	روزنامہ نئی بات
19جون	عمران	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گاؤں محمود کٹ، ننکانہ	-	روزنامہ نوائے وقت
19جون	-	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	سیکٹر آئی 11، اسلام آباد	-	روزنامہ نوائے وقت
19جون	ن	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گوجرہ	-	روزنامہ جنگ
19جون	شاہین بی بی	خاتون		-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	کھڈیاں خاص	-	روزنامہ ایکسپریس
20جون	صاحب خان	مرد	-	-	-	بیماری سے دلبرداشتہ ہوکر	خودکوگولی مارکر	موضع کورڈھی، وادی سون	-	روزنامہ نوائے وقت
20جون	بشیر احمد	مرد	-	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	عظمت کالونی، جوہرآباد	-	روزنامہ جنگ
20جون	مصطفیٰ زرگر	مرد	-	-	-	-	زہرخورانی	گلی ماجیاں والی، بچیکی	-	روزنامہ جنگ
20جون	-	خاتون	-	-	شادی شدہ	انصاف نہ ملنے پر دلبرداشتہ	خودکوجلاکر	تھانہ صدر، ننکانہ صاحب	-	روزنامہ ایکسپریس
22جون	اعجاز	مرد	-	-	غیرشادی شدہ	-	زہرخورانی	قصور	-	روزنامہ نوائے وقت
21جون	عظمیٰ	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گاؤں مارٹن پور، ننکانہ صاحب	-	روزنامہ دنیا

کاری، کاروکہہ کر مار ڈالا:

مختلف اخبارات میں شائع ہونے والی خبروں اور ''جہد حق'' کے نامہ نگاروں کی جانب سے بھجوائی جانے والی رپورٹوں کے مطابق 3 مئی سے 24 جون تک 23 افراد پر کاروکاری کا الزام لگا کر قتل کر دیا گیا۔ جن میں 17 خواتین اور 6 مرد شامل ہیں۔

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	ملزم کا نام	آلہ واردات	ملزم کا متاثرہ عورت/مرد سے تعلق	مقام	واقعہ کی بظاہر کوئی اور وجہ	ایف آئی آر درج/نہیں	ملزم گرفتار/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
03 مئی	راحیلہ جیہو	خاتون	18 برس	شادی شدہ	سونل جیہو	بندوق	خاوند	گوٹھ بڈھو جیہو، نیودیرو، لاڑکانہ۔ سندھ	ـ	درج	ـ	روزنامہ کاوش
04 مئی	امینت چنو	خاتون	18 برس	ـ	ستار چنو	گلا گھونٹ کر	کزن	گوٹھ پٹواری، خانپور مہر، گھوٹکی۔ سندھ	ـ	درج	ـ	روزنامہ کاوش
04 مئی	دلشاد شیخ	خاتون	ـ	شادی شدہ	ـ	بندوق	خاوند	گوٹھ بھنبھو شیخ، نئوں دیرو، لاڑکانہ۔ سندھ	ـ	درج	ـ	روزنامہ کاوش
08 مئی	پٹھانی شر	خاتون	22 برس	شادی شدہ	علی گوہر شر	بندوق	دیور	گوتھ دوست محمد پٹھان، کوٹ شاہو، خانپور، شکار پور	ـ	درج	ـ	روزنامہ کاوش
09 مئی	کونج چھینو	خاتون	25 برس	شادی شدہ	عاشق علی چھینو	بندوق	ماموں	گوٹھ جان محمد چھینو، اکری چودگی، خیر پور میرس	ـ	ـ	ـ	روزنامہ کاوش
14 مئی	اینا کھکھرانی	خاتون	ـ	شادی شدہ	غلام قادر کھکھرانی	بندوق	دیور	گوٹھ علی خان، ڈکھن، شکار پور۔ سندھ	ـ	درج	گرفتار	روزنامہ کاوش
14 مئی	علی گوہر شر	مرد	ـ	ـ	غلام قادر کھلکھرانی	بندوق	دیور	گوٹھ علی خان، ڈکھن، شکار پور۔ سندھ	ـ	درج	گرفتار	روزنامہ کاوش
14 مئی	اختیار شیخ	مرد	ـ	ـ	سلیم ودھیو	بندوق	پڑوسی	گوٹھ سومرانی ودھیو، گڑھی یاسین، شکار پور۔ سندھ	ـ	درج	گرفتار	روزنامہ کاوش
19 مئی	شازیہ لولائی	خاتون	16 برس	غیر شادی شدہ	صدام، منیر لولائی	بندوق	بھائی	گھوٹکی۔ سندھ	ـ	درج	گرفتار	روزنامہ کاوش
21 مئی	ـ	خاتون	ـ	شادی شدہ	ـ	بندوق	خاوند	گوٹھ مٹھو بھٹو، اوباوڑو، گھوٹکی۔ سندھ	ـ	درج	ـ	روزنامہ کاوش
28 مئی	لکھاں خاتوں بنگلانی	خاتون	ـ	شادی شدہ	گلاب بنگلانی	بندوق	خاوند	گوٹھ ہیبت بنگلانی، ٹھل، جیکب آباد۔ سندھ	ـ	درج	ـ	روزنامہ کاوش
04 جون	شمیم شر	خاتون	26 برس	شادی شدہ	نیک محمد شر	بندوق	خاوند	گوٹھ عمر شر، اوباوڑو، گھوٹکی۔ سندھ	ـ	درج	ـ	روزنامہ کاوش
06 جون	سمیرہ	خاتون	18 برس	ـ	رمضان لہر	بندوق	چچا	گوٹھ میر حسن، سجاول جونیجو، قمبر۔ سندھ	ـ	درج	گرفتار	روزنامہ کاوش
06 جون	غوث بخش	مرد	20 برس	ـ	رمضان لہر	بندوق	چچازاد بھائی	گوٹھ میر حسن، سجاول جونیجو، قمبر۔ سندھ	ـ	درج	گرفتار	روزنامہ کاوش
07 جون	جان بی بی نندوانی	خاتون	20 برس	شادی شدہ	وزیر احمد اور غلام حسین	گلا گھونٹ کر	دیور، سسر	RD,44 گوٹھ شاہ بخش، ٹھل، جیکب آباد	ـ	درج	ـ	روزنامہ کاوش
08 جون	ظفر اللہ خان بروہی	مرد	30 برس	ـ	ـ	بندوق	برادری والے	گوٹھ جمع خان بروہی، قمبر۔ سندھ	ـ	درج	ـ	روزنامہ کاوش
08 جون	مومن خان	مرد	35 برس	شادی شدہ	ـ	بندوق	ـ	جمالی گوٹھ، کراچی۔ سندھ	ـ	درج	ـ	روزنامہ کاوش
11 جون	نسیما چنو	خاتون	17 برس	ـ	ارباب چنو	بندوق	بھائی	گوٹھ جھنڈیانی، بھان سید آباد، جامشورو۔ سندھ	ـ	درج	ـ	روزنامہ کاوش
13 جون	حمیدہ ابڑو	خاتون	15 برس	ـ	غلام محمد ابڑو	بندوق	باپ	بقاپور گوٹھ، لاڑکانہ۔ سندھ	ـ	درج	ـ	روزنامہ کاوش
18 جون	واحد بخش	مرد	45 برس	شادی شدہ	میہر اللہ ٹالانی	بندوق	ـ	جان محمد کالونی جیکب آباد۔ سندھ	ـ	درج	ـ	روزنامہ کاوش
18 جون	مسماۃ حبیباں ٹالانی	خاتون	35 برس	شادی شدہ	میہر اللہ ٹلانی	بندوق	خاوند	جان محمد کالونی جیکب آباد۔ سندھ	ـ	درج	ـ	روزنامہ کاوش
22 جون	مسماۃ مریم کوش	خاتون	30 برس	شادی شدہ	ارباب اور گل محمد کوش	بندوق	بھائی	گھیہل پور، کشمور۔ سندھ	ـ	درج	ـ	روزنامہ کاوش
22 جون	جنت کوش	خاتون	ـ	شادی شدہ	اکبر کوش	بندوق	سسر	گھیہل پور، کشمور۔ سندھ	ـ	ـ	ـ	روزنامہ کاوش

جنسی تشدد کے واقعات:

مختلف اخبارات میں شائع ہونے والی خبروں اور جہدحق کے نامہ نگاروں کی جانب سے بھجوائی جانے والی رپورٹوں کے مطابق 12 مئی سے 23 جون تک 115 افراد کو جنسی تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ جنسی زیادتی کا شکار ہونے والوں میں 68 خواتین شامل ہیں۔ 60 واقعات کے مقدمات درج کیے گئے اور 3 واقعات میں ملوث افراد گرفتار ہوئے۔

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	ملزم کا نام	ملزم کا متاثرہ عورت / مرد سے تعلق	مقام	ایف آئی آر درج / نہیں	ملزم گرفتار / نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن / اخبار
12 مئی	الف	بچہ	11 برس	غیر شادی شدہ	۔	اہل علاقہ	سی بلاک، ڈیفنس، لاہور	۔	۔	روزنامہ خبریں
12 مئی	ن	بچہ	8 برس	غیر شادی شدہ	قیصر	اہل علاقہ	ڈوگراں والی سدا کی چیمہ، گوجرانوالہ	درج	گرفتار	روزنامہ خبریں
13 مئی	۔	بچہ	۔	غیر شادی شدہ	۔	اہل علاقہ	رکن پور، بہاولپور	درج	۔	ایکسپریس ٹربیون
13 مئی	۔	خاتون	۔	غیر شادی شدہ	کاشف	اہل علاقہ	چن دا قلعہ، گوجرانوالہ	۔	۔	روزنامہ ایکسپریس
14 مئی	ن	بچی	10 برس	غیر شادی شدہ	علی خان جمالی	اہل علاقہ	جیکب آباد، سندھ	درج	۔	روزنامہ کاوش
14 مئی	۔	خاتون	۔	شادی شدہ	سردار کمہار	اہل علاقہ	چک 176 پنواں، شاہکوٹ	۔	۔	روزنامہ دنیا
14 مئی	۔	بچہ	۔	غیر شادی شدہ	۔	اہل علاقہ	محلّہ رحمان پورہ، شیخوپورہ	۔	۔	نوائے وقت
14 مئی	۔	بچہ	۔	غیر شادی شدہ	۔	اہل علاقہ	محلّہ رحمان پورہ، شیخوپورہ	۔	۔	نوائے وقت
14 مئی	ر	خاتون	۔	غیر شادی شدہ	عبدالکریم	اہل علاقہ	چک 18/1 آر، اوکاڑہ	۔	۔	نوائے وقت
14 مئی	ط	بچہ	۔	غیر شادی شدہ	اسماعیل	اہل علاقہ	میانہ پورہ، حاجی پورہ، سیالکوٹ	۔	۔	نوائے وقت
14 مئی	۔	خاتون	۔	شادی شدہ	۔	اہل علاقہ	وزیرآباد	۔	۔	نوائے وقت
17 مئی	۔	بچہ	7 برس	غیر شادی شدہ	۔	اہل علاقہ	156 رب، چک جھمرہ	۔	۔	نوائے وقت
17 مئی	ز	خاتون	۔	۔	۔	اہل علاقہ	پاکپتن	۔	۔	نوائے وقت
17 مئی	ع	خاتون	۔	۔	۔	اہل علاقہ	اکاڑہ	۔	۔	نوائے وقت
19 مئی	۔	بچی	۔	غیر شادی شدہ	۔	معلم	ٹوبہ ٹیک سنگھ	درج	گرفتار	روزنامہ ڈان
19 مئی	۔	بچی	9 برس	غیر شادی شدہ	۔	اہل علاقہ	یوسف آباد، لیہ	درج	۔	روزنامہ ڈان
21 مئی	ز	خاتون	19 برس	شادی شدہ	۔	دیور	گڑھی خیرو، جیکب آباد، سندھ	۔	۔	روزنامہ کاوش
21 مئی	بلاول	بچہ	13 برس	غیر شادی شدہ	منصور، منیر احمد	اہل علاقہ	عادل پور، گھوٹکی، سندھ	درج	۔	روزنامہ کاوش
21 مئی	غ	خاتون	15 برس	غیر شادی شدہ	برکت ڈھکن	اہل علاقہ	علی آباد، لاڑکانہ، سندھ	درج	۔	روزنامہ کاوش
23 مئی	ص	خاتون	17 برس	غیر شادی شدہ	آصف چنو، مہناز چنو	اہل علاقہ	سوبھو دیرو، خیرپورمیرس، سندھ	درج	گرفتار	روزنامہ کاوش
23 مئی	س	خاتون	۔	شادی شدہ	گلاب بھیل	دیور	گوٹھ عبداللہ شاہ، چونڈکو، خیرپورمیرس، سندھ	درج	گرفتار	روزنامہ کاوش

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	ملزم کا نام	ملزم کا متاثرہ عورت /مرد سے تعلق	مقام	ایف آئی آر درج /نہیں	ملزم گرفتار/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
23 مئی	-	خاتون	-	شادی شدہ	شعبان، امجد، رفیق	اہل علاقہ	14-16 ایل، چیچہ وطنی	درج	-	روزنامہ نئی بات
24 مئی	علی احمد	بچہ	5 برس	غیر شادی شدہ	-	اہل علاقہ	محلّہ پیر کالے شاہ، حافظ آباد	-	-	روزنامہ خبریں
24 مئی	علی رضا	بچہ	6 برس	غیر شادی شدہ	-	اہل علاقہ	محلّہ پیر کالے شاہ، حافظ آباد	-	-	روزنامہ خبریں
25 مئی	ع	خاتون	-	غیر شادی شدہ	خالد افضل	اہل علاقہ	حقدار کالونی، چیچہ وطنی	درج	-	روزنامہ نوائے وقت
25 مئی	نبیل	مرد	15 برس	غیر شادی شدہ	بابر علی	اہل علاقہ	پاکپتن	درج	-	روزنامہ نوائے وقت
25 مئی	-	خاتون	-	غیر شادی شدہ	اصغر، افتخار، عبدالرحمان	اہل علاقہ	سرگودھا	-	-	روزنامہ نوائے وقت
26 مئی	-	خاتون	-	شادی شدہ	-	اہل علاقہ	شفیق نگر، مظفر گڑھ	درج	-	روزنامہ ڈان
26 مئی	ر	خاتون	-	شادی شدہ	بھولی	اہل علاقہ	پھولنگر، قصور	درج	-	روزنامہ ایکسپریس
28 مئی	احسن	مرد	15 برس	غیر شادی شدہ	-	اہل علاقہ	فیصل کالونی، چیچہ وطنی	-	-	روزنامہ نوائے وقت
28 مئی	رضوان	مرد	-	غیر شادی شدہ	طارق	اہل علاقہ	روشن بھیلہ، قصور	درج	-	روزنامہ نوائے وقت
28 مئی	-	خاتون	-	شادی شدہ	یونس	اہل علاقہ	صفدر آباد	-	-	روزنامہ نوائے وقت
28 مئی	ث	خاتون	-	-	وقاص	اہل علاقہ	وقاص صدر، فیروز والا	-	-	روزنامہ نوائے وقت
28 مئی	ع	خاتون	-	غیر شادی شدہ	ناصر	اہل علاقہ	شرقپور	-	-	روزنامہ نوائے وقت
28 مئی	-	بچہ	-	غیر شادی شدہ	وسیم	اہل علاقہ	فیروز والا	-	-	روزنامہ نوائے وقت
28 مئی	ش	بچی	10 برس	غیر شادی شدہ	ذاکر	اہل علاقہ	گاؤں ملکیے تارو، پاکپتن	-	-	روزنامہ نوائے وقت
28 مئی	ذیشان	بچہ	10 برس	غیر شادی شدہ	حافظ محمد اسلام	معلم	میاں والا، اٹک	درج	گرفتار	روزنامہ نیشن
28 مئی	مزمل عباس	بچہ	8 برس	غیر شادی شدہ	-	معلم	لودھراں، ملتان	درج	گرفتار	روزنامہ ڈان
30 مئی	س	خاتون	16 برس	غیر شادی شدہ	آصف	اہل علاقہ	لنگڑے والی ڈھاری، پھولنگر	-	-	روزنامہ نوائے وقت
29 مئی	حافظ احسن	مرد	15 برس	غیر شادی شدہ	-	-	فیصل کالونی، چیچہ وطنی	درج	-	روزنامہ جنگ ملتان
29 مئی	خ	بچی	8 برس	غیر شادی شدہ	اللہ بخش	معلم	رحیم یار خان	درج	-	روزنامہ جنگ ملتان
30 مئی	نقی شاہ	مرد	14 برس	غیر شادی شدہ	احمد شیخ	اہل علاقہ	محلّہ رسول پورہ، پھولنگر	-	-	روزنامہ نوائے وقت
30 مئی	مبشر	بچہ	5 برس	غیر شادی شدہ	اختر منیر	اہل علاقہ	چک 85/5 ایل، ساہیوال	-	-	روزنامہ نوائے وقت
30 مئی	-	خاتون	17 برس	غیر شادی شدہ	آصف	اہل علاقہ	65 ڈی، پاکپتن	-	-	روزنامہ نوائے وقت
30 مئی	ص	خاتون	07 برس	غیر شادی شدہ	-	اہل علاقہ	بڈانی، بخشاپور، کشمور۔ سندھ	درج	گرفتار	روزنامہ کاوش

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	ملزم کا نام	ملزم کا متاثرہ عورت/مرد سے تعلق	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	ملزم گرفتار/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
31مئی	ج م	خاتون	08برس	غیرشادی شدہ	تین نامعلوم مسلح افراد	اہل علاقہ	مزاری گوٹھ، کمشور۔سندھ	۔	۔	روزنامہ کاوش
31مئی	الف	بچی	3برس	غیرشادی شدہ	۔	۔	رمضان کالونی، گوجرانوالہ	۔	۔	روزنامہ نوائے وقت
31مئی	۔	بچہ	۔	غیرشادی شدہ	یوسف	معلم	جنڈانوالہ	۔	۔	روزنامہ نوائے وقت
31مئی	۔	بچہ	6برس	غیرشادی شدہ	مہران	اہل علاقہ	گاؤں 109/12ایل، چیچہ وطنی	درج	گرفتار	روزنامہ نوائے وقت
یکم جون	ن	خاتون	۔	غیرشادی شدہ	۔	اہل علاقہ	شیخوپورہ	درج	۔	روزنامہ خبریں
یکم جون	ک	خاتون	17برس	غیرشادی شدہ	عرفان	اہل علاقہ	میاں ٹاؤن، بورے والا	۔	۔	روزنامہ ایکسپریس
یکم جون	ط	خاتون	۔	شادی شدہ	اویس بٹ	اہل علاقہ	محلّہ چاہ پیپل والا، کنجاہ	درج	۔	روزنامہ نئی بات
یکم جون	ع	خاتون	۔	۔	قیصر	اہل علاقہ	کوٹ غنی، چنیوٹ	درج	۔	روزنامہ نئی بات
02جون	۔	مرد	۔	غیرشادی شدہ	۔	اہل علاقہ	حافظ آباد	درج	گرفتار	روزنامہ ایکسپریس
02جون	م	خاتون	۔	غیرشادی شدہ	سجاد	اہل علاقہ	نہری کالونی، شیخوپورہ	درج	گرفتار	روزنامہ نوائے وقت
02جون	پ	خاتون	۔	۔	صدف	اہل علاقہ	نورا آپلوکا، پاکپتن	درج	۔	روزنامہ ایکسپریس
02جون	ن	خاتون	۔	شادی شدہ	ظفراقبال	اہل علاقہ	فیض پور، پاکپتن	درج	۔	روزنامہ ایکسپریس
02جون	رسول بخش بروہی	مرد	12برس	غیرشادی شدہ	۔	اہل علاقہ	نظر محلّہ لاڑکانہ۔سندھ	۔	۔	روزنامہ کاوش
03جون	جواد حسین پنہیار	مرد	12برس	غیرشادی شدہ	عامر پنہیار	اہل علاقہ	گوٹھ کوڑو پنہیار، پنوعاقل، سکھر۔سندھ	درج	گرفتار	روزنامہ کاوش
03جون	نادم	بچہ	6برس	غیرشادی شدہ	عظیم	اہل علاقہ	مصطفیٰ آباد، لاہور	درج	گرفتار	روزنامہ دنیا
03جون	پ	خاتون	۔	شادی شدہ	نواز	اہل علاقہ	دربار پیر سلطان، پاکپتن	درج	۔	روزنامہ نوائے وقت
03جون	ص	خاتون	۔	شادی شدہ	سجاد	اہل علاقہ	چک 54/2ایل، اوکاڑہ	درج	۔	روزنامہ نوائے وقت
04جون	رضوان	بچہ	9برس	غیرشادی شدہ	عدیل	اہل علاقہ	کاہنہ، لاہور	۔	۔	روزنامہ نوائے وقت
04جون	آصف	بچہ	9برس	غیرشادی شدہ	احمد	اہل علاقہ	قاسم کے مہار، اوکاڑہ	۔	۔	روزنامہ نوائے وقت
04جون	الف	خاتون	۔	۔	نوید	اہل علاقہ	79ای بی، پاکپتن	۔	۔	روزنامہ نوائے وقت
04جون	ص	خاتون	۔	شادی شدہ	مرسلین	اہل علاقہ	چک ڈھاری، پاکپتن	۔	۔	روزنامہ نوائے وقت
05جون	۔	خاتون	30برس	۔	۔	۔	ڈیفنس اے، لاہور	۔	۔	روزنامہ خبریں
05جون	ع	مرد	۔	غیرشادی شدہ	اصغر، ندیم	۔	چک 72، رحیم یار خان	درج	گرفتار	روزنامہ جنگ ملتان
06جون	محمد کبیر	بچہ	4برس	غیرشادی شدہ	راشد علی	اہل علاقہ	کوٹ عبداللہ، نارنگ منڈی	۔	۔	روزنامہ نوائے وقت

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	ملزم کا نام	ملزم کا متاثرہ عورت/مرد سے تعلق	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	ملزم گرفتار/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
06جون	حسن	بچہ	8برس	غیرشادی شدہ	طیب	اہل علاقہ	چک 3/10ایل،ساہیوال	ـ	ـ	روزنامہ نوائے وقت
06جون	م	خاتون	ـ	ـ	مرتضیٰ	اہل علاقہ	قصبہ تاندلیانوالہ،فیصل آباد	ـ	ـ	روزنامہ نوائے وقت
06جون	ک	خاتون	ـ	شادی شدہ	نوازالحق	اہل علاقہ	قصبہ بونگہ کھڑک سنگھ،اوکاڑہ	ـ	ـ	روزنامہ خبریں
06جون	س	خاتون	ـ	ـ	علی رضا میرانی	اہل علاقہ	میرپور ماتھیلو،گھوٹکی۔سندھ	درج	ـ	روزنامہ کاوش
07جون	الف	خاتون	ـ	غیرشادی شدہ	ذوالفقار اشفاق،عمران	اہل علاقہ	بلال پورہ،قصور	درج	ـ	روزنامہ خبریں
07جون	علی حمزہ	بچہ	8برس	غیرشادی شدہ	طارق	اہل علاقہ	پھولنگر	ـ	ـ	روزنامہ نوائے وقت
07جون	ن	خاتون	ـ	غیرشادی شدہ	عمر حیات،اللہ دتہ	ـ	سکندرآباد	درج	ـ	روزنامہ جنگ ملتان
07جون	ارسلان	بچہ	ـ	غیرشادی شدہ	سیف اللہ	اہل علاقہ	سرگودھا	ـ	ـ	روزنامہ نوائے وقت
08جون	ع	بچی	ـ	غیرشادی شدہ	مظہر	استاد	محلہ رضوان ٹاؤن،علی پور چٹھہ	درج	ـ	روزنامہ نوائے وقت
08جون	ن	خاتون	خاتون	غیرشادی شدہ	آصف	اہل علاقہ	تھانہ چونیاں،قصور	درج	ـ	روزنامہ نوائے وقت
08جون	ر	خاتون	خاتون	غیرشادی شدہ	ـ	کزن	فاروق آباد،شیخوپورہ	ـ	ـ	روزنامہ نوائے وقت
08جون	ـ	بچی	13برس	غیرشادی شدہ	یاسر،وسیم	اہل علاقہ	چک 213،بہاولنگر	درج	گرفتار	روزنامہ دی نیوز
9جون	ح	بچہ	3برس	غیرشادی شدہ	رفیق	ـ	رحیم یارخان	درج	ـ	روزنامہ جنگ ملتان
9جون	ر	خاتون	14برس	غیرشادی شدہ	آصف	اہل علاقہ	کوٹ شہاب دین،منڈی عثمان والا	درج	گرفتار	روزنامہ دنیا
10جون	ع	خاتون	14برس	غیرشادی شدہ	ارجن	اہل علاقہ	کوٹ رادھا کشن،قصور	درج	ـ	روزنامہ دنیا
11جون	علی رضا	بچہ	12برس	غیرشادی شدہ	آصف	اہل علاقہ	گاؤں روشن بھیلا،قصور	درج	ـ	روزنامہ نوائے وقت
11جون	س	خاتون	ـ	ـ	مقصود	اہل علاقہ	فیصل آباد	درج	ـ	روزنامہ نوائے وقت
11جون	م	خاتون	ـ	غیرشادی شدہ	ذیشان،بلال	اہل علاقہ	چیچہ وطنی	ـ	ـ	روزنامہ نوائے وقت
11جون	س	خاتون	ـ	غیرشادی شدہ	نعیم	اہل علاقہ	ساہیوال	ـ	ـ	روزنامہ نوائے وقت
11جون	اکرم	مرد	ـ	ـ	ـ	اہل علاقہ	سانگی،پنوعاقل،سکھر۔سندھ	درج	ـ	روزنامہ کاوش
14جون	ن	خاتون	ـ	ـ	ڈہل مل،محبت پاتو،تھلومل	اہل علاقہ	پیروسن،خیرپور میرس۔سندھ	درج	ـ	روزنامہ کاوش
13جون	ـ	بچہ	6برس	غیرشادی شدہ	ـ	اہل علاقہ	ایف 8/4،اسلام آباد	درج	گرفتار	روزنامہ ایکسپریس
14جون	الف	مرد	ـ	شادی شدہ	اصغر،غلام حسین	ـ	کوٹ ادو	درج	ـ	روزنامہ جنگ ملتان

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	ملزم کا نام	ملزم کا متاثرہ عورت/مرد سے تعلق	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	ملزم گرفتار/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
15جون	سوہرا	بچی	8برس	غیر شادی شدہ	شاہد	اہل علاقہ	محلّہ اسلام پورہ، خانانوالہ	درج	گرفتار	روزنامہ نوائے وقت
15جون	ب	خاتون	۔	۔	ذوالفقار میتلو	اہل علاقہ	خیر پور میرس۔ سندھ	۔	۔	روزنامہ کاوش
16جون	کامران	بچہ	10برس	غیر شادی شدہ	علی	اہل علاقہ	محلّہ مسلم گنج، کامونکی	درج	۔	روزنامہ خبریں
17جون	خ	بچہ	12برس	غیر شادی شدہ	میر احمد ڈہر	اہل علاقہ	لیبر کالونی ڈہرکی، گھوٹکی	درج	۔	روزنامہ کاوش
17جون	علی چانڈیو	مرد	۔	۔	ضمیر میمن، آصف لغاری، کامران شاہ، بابر علی	اہل علاقہ	لاہوری محلّہ لاڑکانہ۔ سندھ	درج	گرفتار	روزنامہ کاوش
17جون	م	بچہ	6برس	غیر شادی شدہ	محمد علی	۔	کوٹ سلطان، لیہ	درج	گرفتار	روزنامہ جنگ ملتان
17جون	اقراء	خاتون	۔	غیر شادی شدہ	زبیر	۔	رستم سرگانہ، گڑھ مہاراجہ	درج	۔	روزنامہ جنگ ملتان
17جون	۔	خاتون	۔	۔	جاوید	اہل علاقہ	فرید کوٹ، پاکپتن	۔	۔	روزنامہ ایکسپریس
17جون	۔	خاتون	۔	شادی شدہ	لیاقت	اہل علاقہ	چک چمن شاہ، پاکپتن	۔	۔	روزنامہ ایکسپریس
18جون	اسد شیخ	مرد	۔	۔	کرشن لال	اہل علاقہ	ڈہرکی، گھوٹکی۔ سندھ	۔	۔	روزنامہ کاوش
19جون	ش	خاتون	۔	شادی شدہ	۔	اہل علاقہ	بادامی باغ، لاہور	درج	۔	روزنامہ دنیا
19جون	م	بچی	5برس	غیر شادی شدہ	محمد علی	اہل علاقہ	چک 162ٹی ڈی اے، لیہ	درج	گرفتار	روزنامہ ڈان
19جون	۔	بچی	6برس	غیر شادی شدہ	۔	۔	نشتر کالونی، لاہور	۔	۔	روزنامہ نوائے وقت
19جون	۔	بچہ	8برس	غیر شادی شدہ	غلام عباس	اہل علاقہ	کوٹ بندلے، شیخوپورہ	۔	۔	روزنامہ نوائے وقت
19جون	مسرور	بچہ	۔	غیر شادی شدہ	اشتیاق	اہل علاقہ	قصبہ سیان، سیالکوٹ	۔	۔	روزنامہ نوائے وقت
20جون	الف	خاتون	۔	غیر شادی شدہ	نبیل	اہل علاقہ	سلیمان پور، بھلوال	۔	۔	روزنامہ نوائے وقت
20جون	ث	خاتون	۔	غیر شادی شدہ	ریاض	اہل علاقہ	ڈسکہ	درج	۔	روزنامہ نوائے وقت
20جون	ع	بچہ	10برس	غیر شادی شدہ	طارق	اہل علاقہ	جاکے چیمہ، سیالکوٹ	۔	۔	روزنامہ نوائے وقت
20جون	ف ب	خاتون	۔	غیر شادی شدہ	محمد حسین	اہل علاقہ	چک 70/4، سیالکوٹ	۔	۔	روزنامہ نوائے وقت
21جون	پ	خاتون	18برس	غیر شادی شدہ	علی رضا شاہ، ہاشم میمن، اسامہ آرائیں	اہل علاقہ	جناح چوک سکھر۔ سندھ	درج	۔	روزنامہ کاوش
22جون	محمد زین	بچہ	7برس	غیر شادی شدہ	محمد احسان	اہل علاقہ	زمان کالونی، جوہر آباد	درج	۔	روزنامہ نئی بات
22جون	ص	خاتون	۔	غیر شادی شدہ	حامد	اہل علاقہ	چک 120/9ایل، ساہیوال	۔	۔	روزنامہ ایکسپریس
23جون	ف	خاتون	۔	غیر شادی شدہ	عمران	اہل علاقہ	چک 35جی ڈی، اوکاڑہ	درج	۔	روزنامہ ایکسپریس

جہد حق پڑھنے والوں کے خطوط

مسائل حل کرنے کا مطالبہ

کوہستان ضلع کوہستان کو متعدد مسائل کا سامنا ہے کیونکہ یہ ضلع دشوار گزار راستوں اور پہاڑی علاقے کی وجہ سے ہمیشہ حکمرانوں اور ارباب اختیار کیلئے غیر پرکشش اور غیر اہم رہا ہے۔اس بے توجہی کی وجہ سے یہ ضلع نہایت پسماندگی ،غربت اور جہالت کا شکار ہے۔ یہاں کے لوگ بنیادی انسانی ضرورتوں سمیت تمام حقوق سے محروم ہیں ۔تعلیم ،صحت اور خوراک کی صورتحال ناگفتہ بہ ہے ۔ذرائع آمدورفت کا نظام نہایت خراب ہے اور یہاں کے عوام نہایت غربت ،جہالت ،کسمپرسی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔ضلع کوہستان کا سب سے بڑا مسئلہ بھاشا ڈیم کی حدود کے تنازعہ اور رائیلٹی کا ہے۔ یہ تنازعہ کوہستان ،گلگت بلتستان کے مابین 8 کلومیٹر پر ہے جو بھاشا کی حدود میں آتا ہے۔اس کے علاوہ بڑے مسائل میں داسو ڈیم سے متاثر ہونے والی زمینوں کے معاوضے کا تنازعہ، ڈیم رائیلٹی ، ملازمتیں، بجلی، تھاکوٹ تا داسو روڈ، حالیہ کوہستان کے دوحصوں کے خلاف تحصیل پٹن و پالس عوام کے درمیان اختلافات ،سیلاب سے تباہ شدہ علاقے کے لنک روڈز ، پلوں اور سیلاب سے متاثرہ لوگوں کی بحالی وغیرہ ہیں جو کہ امن عامہ کی صورتحال پر اثر انداز ہو سکتے ہیں ان مسائل کی وجہ سے KKH روڈ کی بندش اور احتجاجی مظاہرے ہوتے رہتے ہیں اور کوہستان وگلگت عوام کے مابین بھی خونی صورتحال پیدا ہو سکتی ہے۔ضلع کوہستان کے دو اضلاع میں تقسیم پر پالس و پٹن تحصیلوں کے عوام میں کشیدگی وانتشار پھیلا ہوا ہے جبکہ صوبائی حکومت اس معاملے کا کوئی مثبت حل تا حال تلاش نہیں کرسکی ہے ۔لوگ ترقیاتی فنڈز کی ممبران کو عدم ادائیگی پر بھی ناخوش ہیں۔عوام ان مسائل کے حل کیلئے حکومتی دلچسپی اور مداخلت چاہتی ہے ۔ (ارشاد احمد)

تعلیمی اداروں اور صحت کے مراکز کی مرمت پر توجہ کا مطالبہ

بنوں ایف آر بنوں میں تعلیمی اداروں اور صحت کے مراکز کے مرمت کے لئے فنڈز کی عدم فراہمی کے خلاف عمائدین علاقہ نے فاٹا سیکرٹریٹ کے سامنے احتجاجی دھرنا دینے اور خستہ حال عمارتیں گرنے کی صورت میں جانی نقصان پر ذمہ داروں کے خلاف ایف آئی آر درج کرنے کی دھمکی دے دی۔ بنوں پریس کلب میں پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے ایف آر قبائل مشران ملک مستوخان، ملک دل شمد خان صدر تنظیم وحدت اساتذہ قومی وطن پارٹی، فاٹا کے وائس چیئرمین ملک شاکرم خان، ملک رحمت اللہ خان، ملک عنایت اللہ، ملک معتبر خان اور ملک تیمور خان نے کہا کہ گذشتہ دس سالوں سے فاٹا سیکرٹریٹ کی جانب سرکاری سکولوں اور صحت کے مراکز کی دیکھ بال اور مرمت کے لئے کوئی فنڈز نہیں ملے جس کی وجہ سے ایف آر بنوں کی ایک لاکھ سے زائد آبادی تذبذب کا شکار ہے اور 50 ہزار سے زائد بچوں کا تعلیمی مستقبل داو پر لگا ہوا ہے۔انھوں نے کہا کہ ایف آر بنوں کے عوام جن پر پورے ضلع میں آئی ڈی پیز کا سب سے زیادہ بوجھ ہے کے ساتھ فاٹا سکرٹریٹ کا رویہ برداشت سے باہر ہوتا جارہا ہے۔ انھوں نے کہا کہ وہ فاٹا سیکریٹریٹ کو ایک موقع اور دیتے ہیں کہ وہ گرمیوں کی چھٹیوں میں سرکاری سکولوں کی مرمت کے لئے اور صحت کے مراکز کی مرمت کے لئے فوری طور پر فنڈز ریلیز کریں بصورت دیگر عید کے بعد وہ فاٹا سکرٹریٹ کے سامنے احتجاجی دھرنے دینگے ۔اور اگر بوسیدہ عمارتیں گرنے سے کوئی بھی ناخوشگوار وقعہ پیش آیا تو وہ فاٹا سیکرٹریٹ کے ذمہ داروں کے خلاف ایف آئی آر درج کرائیں گے اور تمام ادارے بھی احتجاجا بند کردیں گے۔ (ارشاد احمد)

قوم پرست جماعتوں کی ہڑتال

چاغی 28 مئی کو مزاحمتی تنظیموں کے زیر اہتمام 28 مئی کو پورے بلوچستان میں شٹر ڈاؤن ہڑتال ہوئی۔جس کے نتیجے میں تمام کاروباری مراکز ، مارکیٹیں ، بنک اور دفاتر بند رہے اور کاروبار زندگی مفلوج ہو کر رہ گیا۔28 مئی کو ہر سال بلوچ مزاحمتی تنظیمیں احتجاج کے طور پر ہڑتالیں، مظاہرے اور جلسے وغیرہ کا اہتمام کرتی ہیں۔ کیونکہ ان کے مطابق 28 مئی 1998ء میں میاں نواز شریف کے دور حکومت میں چاغی ، بلوچستان میں جو ایٹمی دھماکے کئے گئے تھے، ان سے انسانوں، جانوروں، درختوں اور فصلوں میں طرح طرح کی بیماریاں اور وبائیں پھیل گئیں۔ پاکستانی حکومتوں نے ان کی روک تھام کے لئے آج تک کچھ بھی نہیں کیا ہے۔اس سلسلے میں بلوچوں کی طرف سے ایک مظاہرہ لندن میں بھی ہوا جس نے بعد میں جلسے کی شکل اختیار کرلی۔آخر میں بعض رہنماؤں نے خطاب بھی کیا اور چاغی بلوچستان میں ہونے والے ایٹمی دھماکوں کی مذمت کی۔ (غنی پرواز)

تنخواہیں نہ ملنے پر ملازمین کا مظاہرہ

حیدرآباد یکم جون کو پبلک سکول کے اساتذہ اور ملازمین نے تنخواہوں کی عدم ادائیگی کے خلاف پریس کلب کے سامنے احتجاجی مظاہرہ کیا۔اس موقع پر ایک ملازم نے دلبرداشتہ ہو کر خودسوزی کرنے کی کوشش بھی کی ہے جس موقع پر موجود ملازمین نے بچالیا۔اس موقع پر مظاہرین کا کہنا تھا کہ پبلک سکول کے چار سو اساتذہ اور ملازمین گزشتہ تین سالوں سے مشکلات سے دو چار ہیں۔ انہیں کئی ماہ سے تنخواہوں کی ادائیگی نہیں کی گئی جبکہ میڈیکل اور کنوینس الاؤنس سے محروم رکھا گیا ہے۔انہوں نے اعلیٰ حکام سے مطالبہ کیا ہے کہ اساتذہ وملازمین کے جائز مطالبات فوری طور پر حل کئے جائیں۔ (لالہ عبدالحلیم)

طویل لوڈشیڈنگ کا سلسلہ جاری

بنوں بنوں میں 18 سے 22 گھنٹے کی طویل لوڈ شیڈنگ کا سلسلہ جاری ہے۔گھروں اور مساجد میں پانی ناپید، کاروبار تباہ ہو کر رہ گیا ہے۔ بنوں کے شہری علاقوں میں لوڈ شیڈنگ کا دورانیہ 16 سے 18 گھنٹے تک پہنچ گیا جبکہ دیہی علاقوں میں 20 سے 22 گھنٹے کی لوڈ شیڈنگ کی جارہی ہے جس کی وجہ سے عوام کو شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، کیونکہ گھروں میں پینے کا صاف پانی جبکہ مساجد میں وضوتک کیلئے پانی ناپید ہو گیا ہے۔ اب عوام نے پینے کے پانی کے حصول کیلئے جوہڑ کے گندا پانی کا رخ کرلیا ہے جو مختلف مہلک بیماریوں کا باعث بن رہا ہے۔اسی طرح کاروبار بھی مکمل طور پر بند ہیں کیونکہ مشینیں بجلی نہ ہونے کی وجہ سے بند ہیں جس کا معیشت پر براہ راست اثر پڑ رہا ہے۔ انجمن تاجران بنوں کے صدر ملک مقبول خان، سویٹ اینڈ بیکرز ایسوسی ایشن کے صدر حاجی یوسف خان، انجمن تاجران مصالحہ منڈی کے صدر فرمان نیاز خان منڈان، پریٹی گیٹ کے صدر حاجی ہمایون خان ،صرافہ اینڈ زرگر ایسوسی ایشن کے صدر سجاد خان زرگر، فداء اللہ خان، حاجی طارق خان، ٹانچی بازار کے صدر سید عدنان ہاشمی اور دیگر نے اس امر پر افسوس کا اظہار کیا کہ بنوں میں بجلی کی فراہمی کیلئے گرڈ سٹیشنوں میں ہیوی ٹرانسفارمر فراہم کردیئے گئے ہیں جبکہ تقریباً ہر علاقے کیلئے بھی الگ فیڈر نصب کردیا گیا ہے لیکن اس کے باوجود بنوں میں 22 گھنٹے کی بجلی لوڈ شیڈنگ اور کم وولٹیج کا مسئلہ برقرار رہے۔ اُنہوں نے مطالبہ کیا کہ واپڈا، پیسکو بنوں میں بجلی کی کمی کو پورا کریں اور لوڈ شیڈنگ کا دورانیہ کم کریں۔ اور رمضان المبارک کے مہینے میں بنوں کو بجلی لوڈ شیڈنگ سے مستثنی قرار دیا جائے بصورت دیگر بنوں کی تاجر برادری بنوں کے لاکھوں عوام سڑکوں پر نکل کر احتجاجی تحریک شروع کریں گے۔ (ارشاد احمد)

Consultations and demonstrations

On June 26, HRCP and Anti-Torture Alliance (ATA) held a consultation with the civil society in Lahore to discuss legislation regarding torture in Pakistan.

The participants reiterated that although the UNCAT was ratified five years earlier, no law had been enacted to criminalise torture. They said the prevailing laws did not offer a definition or failed to cover the many situations with regard to torture; they advocated the need for a specific law.

They said that torture was deeply ingrained in Pakistanis' everyday life and impeded societal development. While torture affected marginalised communities more often, it had not been uncommon for human rights defenders to become a target. They said that one of the key problems was that there was no independent forum for investigated the complaints with impartiality.

They said that the more political influence in police postings, appointments and transfers, the worse the system would be. They also specified that police appointments must be made by the department's own authorities and not the chief minister.

They demanded greater oversight for the powers vested in the police and the general law enforcement mechanism and said a combination of corruption and lack of transparency had strengthened the atmosphere of torture and impunity for the perpetrators.

They called upon the authorities to accept the demands with respect to torture highlighted at the June 25 press conference.

On June 26, other offices of HRCP also held activities to draw attention to show solidarity with the victims of torture. In Karachi, HRCP, Piler and AHRC held a consultation on the subject. The representatives of civil society organisations condemned the use of torture as a means of eliciting information or confession, or for any other purpose.

The HRCP Task Force organized in Hyderabad a demonstration to highlight custodial torture. Representatives from different civil society organisations took part in the demonstration and reminded the government to move beyond ratification, particularly emphasising the state obligation to implement provisions of UNCAT.

The Lahore consultation

Unfulfilled promises on ending torture

Civil society and rights-respecting citizens had enthusiastically welcomed Pakistan ratifying the United Nations Convention Against Torture (UNCAT) in mid-2010. Exactly half a decade later, lack of progress on the measures that rights organisation had called and hoped for remain missing, denying the citizens the benefits of the ratification. Custodial torture remain disturbingly common in the law enforcement and penal systems.

As part of its campaign to end torture in Pakistan, the Human Rights Commission of Pakistan (HRCP) organised several events around June 26, the International Day in Support of Victims of Torture.

At a press conference in Lahore that HRCP organised jointly with Anti-Torture Alliance (ATA) Pakistan, and Asian Human Rights Commission (AHRC) on June 25, the speakers said that despite the 2010 ratification no law had yet been enacted to criminalise torture.

They said the Senate of Pakistan had passed a “toothless bill” in this respect in January 2015, however, that needed to be amended in line with the UNCAT and the National Assembly must take up the bill in light of civil society demands.

The speakers stated that in the wake of the recently acquired GSP Plus status for Pakistan, the level of state obligation for effective compliance with the UNCAT had further increased.
Key demands: On this occasion, a resolution was passed through which the organising human rights groups called for:

- The parliament to enact law for criminalization of torture in line with UNCAT and to ensure its vigorous enforcement.
- The government to end impunity for law enforcers, picking up people on suspicion or in the name of national security.
- The government to establish rehabilitation centers for torture victims, and to pay them compensation.
- The government to close private detention and torture cells, police and other law enforcement agencies are running despite prohibition of torture in the Constitution.
- The government to respect international treaties, including the UNCAT and ratify its optional protocol.
- The government to take immediate steps to end enforced disappearances, release all those forcibly disappeared, and bring the perpetrators to justice.
- The government to ensure security of HR defenders, journalists, political activists, writers and students by developing an effective mechanism.
- The authorities to modernize the criminal justice system by developing proper complaint centers.
- Launch of reform in the lower judiciary and the prosecution system.
- The parliament to legislate to change the colonial-era policing system into a civilian policing system.
- The provincial governments to check custodial torture in their respective jurisdiction.
- The Punjab government to improve human rights standards at police stations, lockups and jails.

In their communications with HRCP field monitors, members of the Hindu, Hazara and Zikri communities have said that the threats and violence against them have grown as banned and other extremist organisations have gained greater foothold in several parts of the province. Outfits like Lashkar-e-Jhangvi (LeJ) have claimed responsibility for a number of such attacks. The plight of the Hazara Shias at the hand of outfits like LeJ has particularly been in the spotlight as many have lost their lives at sea while trying to reach sanctuaries as far away as Australia.

Members of the Hindu minority also complain about kidnappings for ransom. They believe that their victimisation in this respect might have a faith-based element too. Hindu religious leaders have been abducted for ransom, as well as a range of professionals. In May last year, five children of a Hindu trader were kidnapped for ransom in Jaffarabad district. Dr Manoj Kumar, an educationist, was abducted in Quetta in December 2014 and was released two months later, reportedly after the family paid Rs 14 million in ransom. There have been reports that the ransom money provides funds for militants of all hues, perpetuating the cycle of violence According to media reports, since 2008 there have been over 50 cases of abduction of Hindus in the province, which has caused great alarm and anxiety among the Hindus.

Coping mechanisms

Speaking to HRCP monitors, members of the affected communities said that as a way of coping they tried not to stay out of their homes after dark and those who could, such as the Hazaras and Hindus, tried to live in areas where their community had a concentrated presence. However, members of the Hazara community stated that living in the community pockets alone led to an acute sense of isolation and marginalization. Some also said that in the absence of action against the perpetrators, living in a couple of neighbourhoods of Quetta for the sake of safety had made them "besieged sitting ducks", as there had been massive bombings by extremists groups that had caused very high casualties among the Hazaras.

They said that the desire for harmony and peaceful co-existence among common citizens had not diminished but impunity for perpetrators of violence and the authorities' inability to protect the citizens had dented the confidence of the vulnerable communities, leading to their flight.

They said that although the Hazaras in Quetta had relocated to what they considered safer areas, the fact that they had been forced to move for the sake of safety was a violation of the constitutionally guaranteed freedom of movement and the freedom to choose their place of residence without restriction.

Struggling for attention

Members of the Hindu and Zikri communities lamented that their plight had not been adequately focused on by the government, provincial assembly and federal parliament or the media.

Most of the members of the religious minority communities who shared their concerns with HRCP monitors said that the solution to their growing vulnerability did not lie in providing security to the minorities alone. They argued that finding a political solution to the insurgency in parts of the province, ending impunity for the perpetrators of faith-based and other violence, in conjunction with addressing the social and economic reasons for crime, rooting out banned extremist groups and preventing promotion of extremist thought in madrassas held the key to stepping back from the abyss.

Blows to harmony and tolerance in Balochistan

Known for being an exceptionally tolerant society not so long ago, Balochistan is unfortunately often in the news now for faith-based violence, discrimination and crime such as kidnappings for ransom. The deteriorating law and order situation in the province has led to a large number of people moving to Quetta, the provincial capital, or to other parts of the country, impacting not just the economic and cultural vibrancy of Balochistan, but also its religious diversity.

Fleeing faith-based attacks

The migration from Balochistan has been particularly alarming because the religious minorities had historically felt safe and well integrated into the society here. Reports by HRCP field monitors suggest that members of religious minority groups have found it difficult to adjust to this change. There might be a lack of agreement over precise figures, but it is generally acknowledged that a large number of people have migrated within or outside the province, owing to security concerns over the last decade.

Much of the migration has been by members of the Shia Hazara community, which has either taken up residence in just two localities in Quetta or left to find safety elsewhere in the country or even abroad. HRCP district monitors in Balochistan have reported part of the Hindu population's migration as well amid what they call growing extremism and lawlessness. The Hazara Shia and the Hindu residents of Balochistan say that the biggest threat comes from the growth of militant extremist elements, which has left the targeted religious minorities extremely vulnerable to violence, kidnapping, and attacks on their places of worship.

... "the desire for harmony and peaceful co-existence among common citizens had not diminished but impunity for perpetrators of violence and the authorities' inability to protect the citizens had dented the confidence of the vulnerable communities."

Those feeling compelled to relocate inside or even out of the province include Zikris, a minority Muslim sect in Balochistan, which has come under attack from extremist groups in the last couple of years.

Even the Balochistan chief minister, Dr Malik Baloch, has repeatedly called extremism a major threat to peace in the province. "Extremism is now deep-rooted in Balochistan," he had stated in December 2014.

Violence and kidnappings

Since January this year, at least a score of Hazara Shias have been killed in targeted incidents of violence. Nearly a hundred members of minority communities were killed in Balochistan in 2014 in targeted attacks. These included eight members of the Zikri community who were gunned down in a worship place for the community in Awaran district.

schools but that largely remained an announcement only because all the government schools in Bannu already had students in excess of capacity. Several students had lodged protests and held demonstrations but that had not made much difference. The IDPs said that many students simply had to quit studies anyway because their families needed them to start working to provide for the family. The IDPs said that the likelihood of an entire generation of North Waziristan youth being deprived of education appeared to be getting stronger by the day.

Health and sustenance

Every registered IDP family got a monthly cash grant and supply of flour, cooking oil and lentils, which were sufficient to meet at least the basic needs of the family. The IDPs were being provided free healthcare facilities at government hospitals in Bannu, including Bannu Headquarter Hospital and Khalifa Gulnawaz Hospital.

Challenges for religious minorities

At the time of the military operation at least 200 Hindu and Christian families had also fled North Waziristan. Initially, these families had faced problems, including a refusal to register them as IDPs because many had two addressed entered in their national identity cards. They did not get the food ration and the facilities available to the other IDPs in the beginning. They were housed in missionary schools. Later, however, they were granted the same benefits and assistance as IDPs from the majority community.

The uncounted Pakistanis

Many of the challenges in meeting the IDPs' basic needs were exacerbated because of the unexpected scale of the uprooted population. The number of the conflict displaced from North Waziristan surprised even the authorities and exposed widespread lack of planning and preparation to support and protect the displaced population.

According to the 1998 population census, the population of the entire FATA region, including North Waziristan Agency, was 3.1 million. The figure was understood to not count a large number of women as tribesmen had generally been reluctant to provide information about women family members. The North Waziristan population was over 360,000, according to the 1998 census. When the June 2015 operation started the population was assumed by the authorities to be half a million.

However, the scale of the exodus far exceeded the assumed numbers. Nearly 400,000 displaced individuals from North Waziristan registered with the authorities within a week of the operation starting and the number exceeded one million in the first month. Towards the end of June, the defence minister had said that the government expected the number of displaced persons from North Waziristan to be around 700,000. In November, another minister said the number was around two million, including 1.5 million registered and half a million unregistered individuals.

While talking to HRCP district monitors, a number of North Waziristan IDPs expressed some satisfaction that the misery of displacement aside, they were happy that in the future estimates of the region's population would be more realistic.

The IDPs demanded a clear timeframe on when they would be able return to their villages and towns and when they would be compensated for destruction of their property, including houses.

They said that the recovery and development activities in North Waziristan would be as crucial for the region as the military operation and without that any gains of the operation might be wasted.

They demanded that they must be consulted in the decision-making process on camp management, assistance and returns. There is an urgent need to simplify the registration process of IDPs. It is also vital to address the disproportionate impact of displacement on women and children, including education, physical and mental health and economic issues.

North Waziristan
Persisting with the displacement crisis

Forced migrations has long been a challenge for Pakistan. The country has been and continues to be home to millions of Afghan refugees. In the past few years, the number of refugees has been matched and at times exceeded by multitudes of internally displaced Pakistanis. The biggest drivers of internal displacement in the country over the last decade have been natural disasters and armed conflict.

The most recent internal displacement crisis started in Pakistan in June 2014 after the military launched Operation Zarb-e-Azb in North Waziristan to dislodge extremist militants. According to official figures, around 110,000 families had been forced to flee their homes in North Waziristan. According to unofficial sources, the number is much higher. Residents from North Waziristan have informed HRCP monitors in interviews in June and early July that with the announcement for the operation a long series of challenges had begun for them.

HRCP field monitors in many areas where the internally displaced persons (IDPs) from North Waziristan Agency had found shelter interviewed people with respect to the experience and challenges they had faced. The following accounts cover the main concerns and suggestions by the North Waziristan IDPs. Although an attempt was made to gather concerns of women as well, but that proved to be difficult on account of cultural sensitivities.

How it started

The displaced persons said that as soon as Operation Zarbe-Azb in June 2014 was announced a curfew was imposed across North Waziristan. People had started leaving North Waziristan in anticipation of an operation much before the official announcement. The curfew made it difficult for the people who wanted to leave. Although the government had announced that transport would be provided to evacuate the population from North Waziristan, the overwhelming majority of people the HRCP monitors spoke to said that the provision of transport by the government had been the exception and not the rule. They said that generally people had to walk at least 40-kilometre to reach Bannu district. The journey took between three and five days on foot. The IDPs spoke of the difficulties along the way and some also said that children and elderly people had died on the way. The severe hot weather and lack of food added to the uprooted population's woes during the journey.

Although all parts of North Waziristan have been affected by the operation in some way, but the hardest-hit areas have been parts of the Mir Ali sub-district, including Hyderkhel, Epi, Hassukhel, Moski, harmaz, Eisoori, Zeerki, Khadi, Eidak, Hakeemkhel and Mubarakshahi.

Issues of shelter

Because Bannu is the main urban centre nearest to North Waziristan, the uprooted population preferred to look for shelter there. But a city of a million people was always going to struggle to house around 1.5 million IDPs. Countless families had to stay under the open sky for several days initially. With the arrival of IDPs, the demand for rented accommodation spiked and property owners raised rents unreasonably. The HRCP monitors were informed that the displaced families were at times living more than a dozen persons to a single room. As many as 40 people were reported to have taken shelter in one three-marla house.

Tens of thousands of displaced persons who were initially reluctant to be housed in the official IDP camp had later moved there. That decision was generally forced by the exorbitant rent demands or after families ran out of money to pay the rent.

Education

According to the Education Department, the education of 100,000 students from NWA had been disrupted by the operation. The IDPs that HRCP monitors talked to said that most of these students had lost a whole year of education and were on the verge of losing another. They said that after their displacement, the government had announced that displaced students would be admitted to nearby

Domestic violence legislation in Pakistan

	Passed in 2013	Passed in 2014	No specific legislation
Federal			●
Punjab			●
KP			●
Sindh	●		
Balochistan		●	

roadblocks due to objections by religious-political parties. In February 2012, the Senate passed a separate bill on domestic violence but that also lapsed later. A specific federal legislation on domestic violence has thus remained elusive.

On March 8 2013, International Women's Day, Sindh Assembly passed Domestic Violence (Prevention and Protection) Act, making Sindh the country's first province to criminalise domestic violence. The women lawmakers who had lobbied for the bill expressed frustration over the opposition they faced from male lawmakers.

The Balochistan Assembly passed Balochistan Domestic Violence Prevention and Protection Bill in February 2014. The lawmakers from opposition parties opposed the bill, calling it against tribal norms. The legislation expanded the ambit of domestic violence to include violence visited upon domestic servants. The National Commission on the Status of Women chairperson has stated that the Balochistan law did not specify direct penalties for abuses not covered by the PPC.

Efforts to bring a domestic violence law in Khyber Pakhtunkhwa have been going on for a long time. In 2008, a Pakistan Peoples Party (PPP) legislator had tabled a bill in the assembly that had remained pending for long but did not find the legislature's approval. A proposed bill has been with the Law Department since March 2015. Those in the assembly opposed to the bill reportedly worry that it would 'westernise' society, encourage divorce and intrude on privacy. Civil society organizations have been holding consultations with lawmakers to pave the way for its adoption.

The way forward

The prevalence of domestic violence in Pakistan and its adverse consequences for women cannot be ignored. Pakistan is under an obligation, especially after ratifying the UN Convention on the Elimination of All Forms of Discrimination Against Women in 1996, to adopt appropriate legislative measures for women's protection and wellbeing.

Not only should legislation criminalising domestic violence be adopted in KP, Punjab and at the federal level, but Sindh and Balochistan should also improve their laws on the subject and ensure implementation.

Civil society recommendations should be incorporate in the proposed domestic violence law in Punjab in particular to bring the focus not just on rehabilitating women but also on bringing the perpetrators to justice. Such a synergy can bring about legislation that can address, punish and prevent domestic violence.

insisted that her daughter had been murdered. The post-mortem examination confirmed the murder. The perpetrators later told the police that the girl had been engaged to a cousin but wanted to marry another man. They thought this had brought a bad name to the family and murdered her.

While Pakistan has laws banning 'anti-women practices', acid attacks and sexual harassment, it is among only 20 countries in the world that have not outlawed domestic violence in all their territories. Although Balochistan and Sindh have legislation dealing specifically with domestic violence, such laws are lacking in KP, Punjab and at the federal level. The police often refrain from investigating such violence, treating it as a family matter. Such cases in Punjab and KP are at best dealt with under the Pakistan Penal Code (PPC) chapter on 'offences against the human body'.

Rights groups in Pakistan have long advocated the introduction of laws criminalising domestic violence. In 2009, 15 local and international NGOs, including HRCP, formed an alliance called Mumkin to strive for ending violence against women. The alliance's foremost agenda has been the introduction of a comprehensive law which defines and outlaws domestic violence, and provides protection to the affected women.

Since March 2013, Mumkin had submitted comments to the Social Welfare Department of the Punjab Government for improvements in Protection of Family against Violence Bill, that was under consideration at the time. By February 2014, the bill had been abandoned and Mumkin submitted a new bill, titled Domestic Violence (Protection and Prevention) Bill 2014. The draft bill defined terms such as domestic violence, harassment, stalking, cruelty to a child, etc., and also prescribed punishments. It also covered monetary relief, custody of children and called for the formation of protection committees to assist the aggrieved. In May 2015, however, Punjab Assembly instead introduced a new bill titled Punjab Protection of Women against Violence Bill 2015, which was approved by the cabinet.

Issues with the bill in Punjab

The proposed bill did not criminalize actions generally understood to constitute domestic violence. It failed to define key terms including domestic relationship, abuse, and harassment, and did not include persons who could be vulnerable to domestic violence, such as the elderly, children, mentally or physically challenged persons and domestic help. Stalking and sexual violence in a domestic setting were not covered in the bill.

The bill was seen as merely detailing the relief battered women could get once domestic violence had occurred. It did not, however, provide redress or prescribe a punishment to deter perpetrators.

A dependent child of the aggrieved woman was referred to as a child up to the age of 12, thus failing to cover the children between ages 12 to 18. It did not provide a roadmap for battered women to seek justice in court, nor considered domestic violence a violation of fundamental human rights.

The solutions to domestic violence under the proposed bill, such as GPS tracker bracelets, were deemed ineffective by rights groups. The bill proposed the creation of protection centres and shelter homes in every district for the board and lodging of aggrieved women. It failed to clearly state whether these would be new shelter homes or the existing ones, called Dar-ul-Aman, would be used. In view of the protection concerns for women at Dar-ul-Aman, the Punjab government is under an obligation to clarify how the new shelter homes would be an improvement on the existing ones.

Legislation outside Punjab

In 2009, after a sustained civil society campaign, the National Assembly unanimously passed a bill on domestic violence. However, the bill was not adopted by the Senate, allegedly amid

The battle to criminalise domestic violence

In the middle of the last century, the notion of domestic violence being a private or family matter was abandoned in civilized societies and such violence was recognized not merely as a cause for serious concern but also as a crime. Yet, far too many women are still victims of physical, sexual and psychological violence within their homes. According to media monitoring by the Human Rights Commission of Pakistan (HRCP), in 2014 at least 390 women in the country faced particularly serious instance of domestic violence, including acid attacks, amputation, severe beating, many were set on fire or their heads and eyebrows were shaved. Violence of this nature claimed the lives of 297 women in 2014 alone. An even more serious manifestation of such violence has been the so-called honour crimes; at least 902 women were reported killed in the name of honour in Pakistan in 2014.

Domestic violence globally

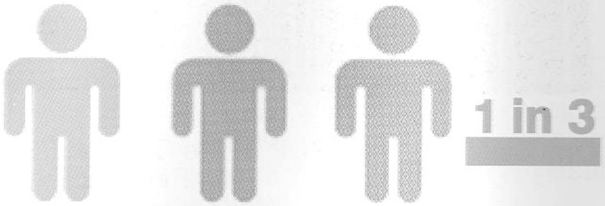

According to World Health Organisation (WHO), 30% of women worldwide experience physical or sexual assault by a current or former partner

Some of the emblematic cases of the 'honour' killings reported to HRCP in 2015 are listed below:

- On May 14, in Naseerabad district of Balochistan, a man strangled his 12-year-old daughter and shot dead two men on suspicion that she was having an affair. The perpetrator was going to his fields early in the morning when he saw his daughter standing with a man. He, along with two relatives, beat the girl and asked her who the man was. When she told them his name and that he was their neighbour, her father strangled her to death, and went home to get his gun. He found the man named by his daughter standing out in the street and shot and injured him. The injured man ran inside his house. His brother was rushing him to a hospital on a motorbike when the perpetrator and his accomplices gave chase and shot and killed them both.
- On May 5, a man killed his sister and brother-in-law in Nowshera district of Khyber Pakhtunkhwa (KP). The couple had run away and married without consent from the girl's family. A month later, the girl's family contacted them and said that they had been forgiven and should return home. When they returned, both were shot dead. The male victim's brother registered a case against the accused.
- On April 22, a woman in Bannu district was killed by her brother and uncle, who tried to show that she had committed suicide by shooting herself. However, the victim's mother

Laws protecting women

2006
Protection of Women (Criminal Laws Amendment) Act

2011
The Acid Control and Acid Crime Prevention Act

2010
The Protection Against Harassment of Women at the Workplace Act

2011
The Prevention of Anti-Women Practises (Criminal Law Amendment) Act 2011

Pakistani Government and civil society to address the growing problem of inequality and poverty. – ***Delivered on behalf of the Human Rights Commission of Pakistan.***

Oral Statement of HRCP in the General Debate under Agenda Item 6, the Universal Periodic Review (UPR)

26 June 2015

Thank you, Mr. President,

The Human Rights Commission of Pakistan welcomes the Universal Periodic Review as an additional tool to ensure states' compliance with international human rights standards, but wishes to emphasize that there are still many challenges that must be overcome to make it an effective mechanism for the promotion and protection of human rights.

Of key concern is lack of follow-up on states' implementation of recommendations after adoption of the UPR outcomes. Under the current UPR mechanism, there exist no mandatory procedures to monitor states' implementation of accepted recommendations. Mid-term implementation reports are voluntary, and many states, including Pakistan, have not made mid-term implementation submissions to the Council.

This allows states to disregard their UPR commitments in laws, policies and practices, which is highlighted by the case of Pakistan.

During its second Universal Periodic Review (UPR) in October 2012, Pakistan received 167 recommendations, out of which it accepted 126 recommendations.

At the mid-term phase in Pakistan's UPR, HRCP has carried out a mid-term implementation assessment of accepted recommendations related to five thematic areas: women's human rights; rights of the child; freedom of religion, thought and conscience; freedom of expression; human rights defenders; and enforced and involuntary disappearances.

HRCP's assessment has found that the Government's performance in fulfilling its commitments during the 2012-2013 UPR at the mid-cycle period has been far from satisfactory. Out of 69 accepted recommendations reviewed, 39 recommendations -a majority- have not been implemented at all; 30 recommendations have only been partially implemented; and not a single recommendation has been implemented in full. In some areas, particularly relating to enforced disappearances and the safety and security of human rights defenders, the situation has in fact deteriorated since Pakistan was issued the recommendations in 2012.

At this rate, Pakistan will go into its next Universal Periodic Review in 2017 with a worse human rights record than before. This would be an additional indictment of Pakistan's disregard for its national and international human rights obligations, including the UPR mechanism.

HRCP urges the Council to consider adopting measures to ensure effective implementation of accepted UPR recommendations, including mandatory action plans and strategies of implementation as well as mid-term implementation reports. Delivered on behalf of the Human Rights Commission of Pakistan.

Raising issues of concern at the United Nations

As part of its efforts to promote human rights, the Human Rights Commission of Pakistan (HRCP) has focused not just on advocacy in Pakistan, but also engaged in international advocacy wherever it has considered that it could contribute to the struggle for rights.

During the just-concluded 29th regular session of the UN Human Rights Council in Geneva, Switzerland, HRCP delivered two oral statements with active support from the International Commission of Jurists (ICJ). The first was delivered on June 22, during the Clustered Interactive Dialogue with the Special Rapporteur on Extreme Poverty and the Special Rapporteur on Counter-Terrorism, and the second on June 26 during the general debate on the Universal Periodic Review (UPR). The two oral statements are being reproduced below.

Oral Statement of the HRCP in the Clustered Interactive Dialogue with the Special Rapporteur on Extreme Poverty and the Special Rapporteur on Counter-Terrorism

22 June 2015

Thank you, Mr. President,

The Human Rights Commission of Pakistan welcomes the Special Rapporteur's report, and strongly echoes his finding that combatting extreme poverty and inequality is only possible if economic, social and cultural rights are given prominence and priority equal to that of civil and political rights.

As noted in the report, appropriate redistributive measures through budgetary allocation and taxation must be seen as an integral part of a commitment to ensuring full respect for human rights across the entire society. Regrettably, this remains a distant dream in Pakistan.

Pakistan ratified the International Covenant on Economic, Social and Cultural Rights (ICESCR) seven years ago in April 2008. However, budgetary allocations for the protection of social and economic rights instead of going up have been going down, and the largest portions of the federal budget continue to be allocated to repayment of debt, defense and security.

The Government justifies this disproportionate level of military spending compared to social welfare expenditure on the basis of “national security”, particularly Pakistan's continuing hostilities with India and Operation Zarb-e-Azb, Pakistan's military operation against extremist militant groups.

The HRCP emphasizes that security for the people also means focus on the quality of human life and dignity, not merely the acquisition of weapons and military hardware. If children continue to die of preventable and curable diseases like pneumonia and diarrhea instead of going to school for a meaningful education; and as food insecurity and poverty become chronic, people cannot be secure.

Further, it is of serious concern that unlike political and civil rights, economic, social, and cultural rights are still not recognized as enforceable rights under the domestic law of many countries, even after ratification of the ICESCR, greatly limiting the judicial remedies available to victims of ESCR violations. This is also true for Pakistan, where with the exception of the right to education, economic, social and cultural rights are only recognized as non-binding “principles of policy”. Therefore, HRCP echoes the Special Rapporteur's call for stronger international standards and mechanisms for the enforcement and protection of ESCR.

The HRCP also notes that five years after its reporting due date, Pakistan has still not presented a State Report to the Committee on Economic, Cultural and Social Rights. HRCP calls on the Special Rapporteur to request Pakistan for an invitation for a country visit to assess the enforcement of economic, cultural and social rights, and continue his mandate's work with the

Human Rights Commission of Pakistan

جہد حق Monthly JEHD-E-HAQ

Monthly JEHD-E-HAQ - July 2015 - Registered No. CPL-13

جلد نمبر 22...... شمارہ نمبر 07 ...... جولائی 2015..... قیمت 5روپے

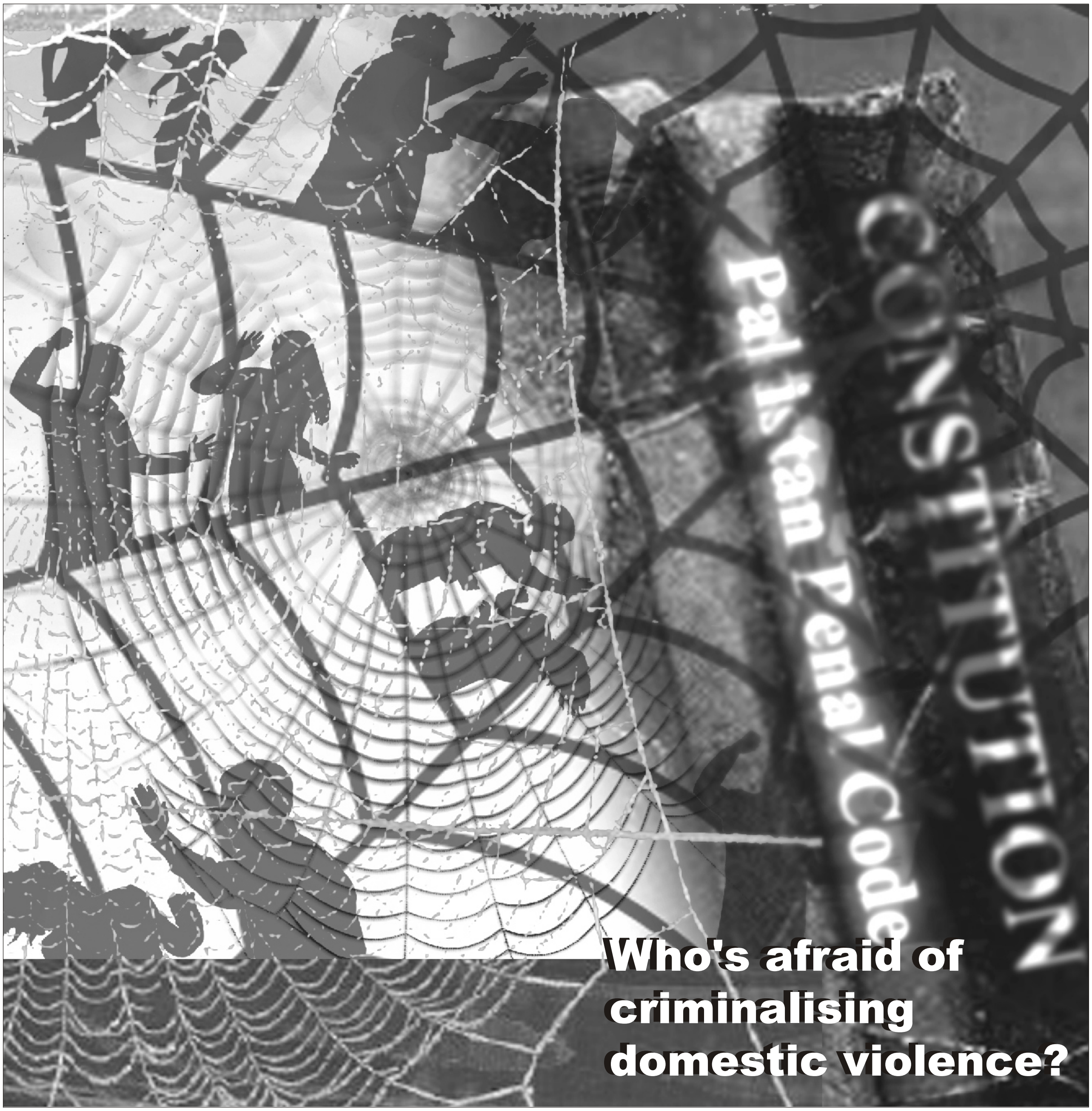

پبلشر: ندیم فاضل: پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

"ایوان جمہور" 107۔ ٹیپو بلاک، نیوگارڈن ٹاؤن، لاہور

فون : 35838341-35864994 فیکس : 35883582

ای میل hrcp@hrcp-web.org ویب سائٹ : www.hrcp-web.org

پرنٹر: مکتبہ جدیدپریس، 14ایمپرس، لاہور Registered No. LRL-15

Monthly JEHD-E-HAQ - July 2015 - Registered No. CPL-13

جلد نمبر 22...... شمارہ نمبر 07 ...... جولائی 2015.....